نقوش ابرار (حصہ اول)

سوانح

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

﴿از﴾

محمد زید مظاہری ندوی

استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

افادات اشرفیہ، دوبگہ ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	نقوش ابرار – حصہ اول
مصنف	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۳۱۲
ناشر	افادات اشرفیہ، دوبگہ ہردوئی روڈ لکھنؤ
سن اشاعت	۱۴۲۸ھ
تعداد	گیارہ سو ۱۱۰۰
قیمت	120/00 روپئے

ملنے کے پتے

(۱) دیوبند و سہارنپور کے تمام کتب خانے

(۲) اشرف المدارس۔ دعوت الحق، ہردوئی

(۳) مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

(۴) مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ پوسٹ بکس ۹۳

ابواب کی فہرست حصہ اول

☆☆☆

فہرست نقوش ابرار

صفحات

باب۲ ابتدائی تعلیم سے فراغت علمی تک

باب۳ فراغت کے بعد

باب ۴ اشرف المدارس کا قیام

باب ۵ ازدواجی زندگی

باب ٦ بیعت وسلوک

فصل

محی السنہ حضرتؒ کے جمع کردہ حضرت تھانویؒ کے چند ملفوظات

باب ۷ دعوت الحق کا قیام اور اس کے مقاصد کی تکمیل

مولانا ابرار الحق صاحبؒ کی قائم کردہ مجلس دعوت الحق کے مقاصد

باب ۸ مختلف اسفار، حالات، واقعات

باب ۹ بیماریوں کے حملے اور زندگی کے آخری ایام

باب ۱۰ آخری دن اور آخری لمحات

باب ۱۱ تدفین کے بعد

باب ۱۲ تعزیتی جلسے

تمت

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی .

سیدا المرسلین محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین. اما بعد

شیخ طریقت حامی سنت ماحی بدعت عارف باللہ محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تبارک وتعالٰی کے ان برگزیدہ بندوں میں تھے جن کی پوری زندگی اور زندگی کا ہرلمحہ اتباع شریعت واحیاء سنت اورعلم دین کی نشرواشاعت اوراصلاح امت کے لئے وقف تھا،آپ کا مرتب کردہ مختصر رسالہ ''انحطاط امت اوراس کا علاج'' زمانہ طالب علمی ہی میں کئی مرتبہ بغورمطالعہ کرنے کی توفیق ہوچکی تھی اوراسی وقت دل میں یہ نقش جم گیا تھا کہ یہ کوئی ایسی بزرگ شخصیت ہے جن کے دل میں امت کا درداوراصلاح امت کی فکر ہے اورجن کے ہرکام میں اتباع شریعت اوراحیاء سنت کا جذبہ پایا جاتا ہے،اور یہ بات تو تواتر کے ساتھ سنتا رہا تھا کہ یہ ایک ایسے بزرگ ہیں جوخلاف شرع کسی بات کوگوارہ نہیں کرتے،منکر پرنظر پڑتے ہی فوراًاس کی اصلاح فرماتے ہیں،قرآن پاک کی تصحیح پر بہت زوردیتے ہیں،غلط انداز میں دی جانے والی اذانوں کودرست کرنے کی کوشش کرتے ہیں،صفائی ستھرائی کے اہتمام کی تاکیدفرماتے ہیں،نظم وضبط اوراصول کے بہت پابند ہیں،حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ان خلفاء میں سے ہیں جن کوحکیم الامت نے نوجوانی ہی میں خلافت سے سرفرازفرمادیا تھا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ان خصوصی اوصاف کو جان کر گہری عقیدت ہوئی اور زیارت وملاقات کا سخت داعیہ دل میں پیدا ہوا چنانچہ اس مقصد کے تحت حضرت والا کی خدمت میں ایک عریضہ بھی ارسال کیا۔

احقر اس وقت اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے زیر سایہ جامعہ عربیہ ہتورا باندہ میں زیر تعلیم تھا، اور اصلاحی تعلق بھی حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ ہی سے قائم تھا۔

۲۸ / اگست ۱۹۹۷ء میں حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ کی وفات کے تقریباً ایک ہفتہ بعد احقر نے محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور اس نسبت سے ہتورا سے ہردوئی حضرت کی خدمت میں بار بار حاضری ہونے لگی اور اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا، احقر اپنے سارے کام حضرت کے مشورے کے مطابق انجام دیتا تھا، حضرت قاری صاحبؒ کی وفات کے تقریباً دو سال بعد احقر حضرت اقدسؒ کے مشورے وحکم سے لکھنؤ میں مقیم ہوکر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریسی کام میں لگ گیا، ہتورا کی بہ نسبت لکھنؤ سے ہردوئی حاضری بہت آسان ہوگئی تھی اس لئے حضرت کی خدمت میں حاضری کا اوسط بھی بڑھ گیا تھا، حضرت والا علی گڑھ یا بمبئی میں مقیم ہوتے وہاں بھی حاضری ہوتی رہتی اور اخیر زمانہ میں تو لکھنؤ سے ہردوئی ہر جمعرات کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر جمعہ کی شام کو واپس ہوجاتا تھا، احقر اپنے چھوٹے بڑے تمام کاموں میں حضرت والا ہی سے رہنمائی لیا کرتا تھا حتی کہ گھریلو معاملات میں بھی حضرت سے پوچھے بغیر کوئی اہم اقدام نہ کرتا تھا، اس پوری مدت میں احقر نے حضرت سے کیا سیکھا کیا دیکھا کیا سنا، حضرت کی تعلیم وتربیت کا مجھ پر کیا اثر ہوا، امت کی اصلاح وتربیت کے لئے آپ کیا کوششیں فرماتے تھے خصوصاً علماء وطلبہ اور اصحاب مدارس واہل تبلیغ کے لئے آپ کیا ہدایات دیتے تھے۔ پوری امت کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ کس فکر کو اوڑھے ہوئے تھے اور اصلاح وتربیت کے کس نہج پر قائم تھے۔ ان سب کی تفصیلات انشاء اللہ آپ کو "نقوش ابرار" کے اوراق میں ملے گی، خدا کی ذات

سے امید ہے کہ احقر کی طرح دوسرے کام کرنے والوں کے لئے بھی یہ باتیں انشاءاللہ مفید اور نافع ثابت ہوں گی، اللہ پاک محض اپنے فضل کرم سے اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور پوری امت کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنائے آمین یارب العالمین۔

محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ کی سوانح وحالات پر مختلف کتابیں اور رسائل منظر عام پر آچکے ہیں، جن میں مختلف پہلوؤں سے اصحاب قلم نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق روشنی ڈالی ہے، احقر نے صرف انہیں حالات وواقعات کو قلم بند کیا تھا جن سے براہ راست احقر کا سابقہ پڑا یا جو احقر کے مشاہدے میں آئے، اسی لئے حضرت والاؒ کی زندگی کے ابتدائی حالات ولادت سے تعلیم وتربیت تک اور ازدواجی زندگی سے لے کر سلوک ومعرفت تک کے اور قیام مدرسہ اور زندگی کے دیگر حالات احقر نے نہیں لکھے تھے، لیکن احقر کے بعض متعلقین ومحبین نے رائے دی کہ حضرت کے حالات پر بھی تم ضرور لکھو، لیکن تدریسی مشاغل اس کی اجازت نہ دیتے تھے کہ میں یکسوئی سے اس کام کو کرسکوں، نیز صحیح اور معتبر حالات معلوم ہونے کے وسائل بھی مفقود تھے، تاہم لوگوں کے اشتیاق واصرار کی بنا پر اللہ سے دعاء کر کے اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کام شروع کردیا، اور حضرتؒ کے حالات معلوم ہونے کے جو ممکن ذرائع تھے ان سے دریغ نہیں کیا، اس کے لئے احقر کو اسفار بھی کرنا پڑے، جناب قاری امیر حسن صاحب اور جناب حکیم کلیم اللہ صاحب کے علاوہ مدرسہ اشرف المدارس کے دیگر حضرات سے کافی معلومات حاصل کیں، قیام فتح پور کے زمانہ کے حالات وہاں کے معتبر اصحاب علم سے معلوم کئے، ہردوئی میں قیام مدرسہ کے حالات حضرت قاری صاحب سے کثرت سے معلوم ہوئے، اب یہ مجموعہ حضرت کے حالات پر مشتمل ہے جو احقر نے متعدد حضرات سے معلوم کر کر کے مرتب کیا ہے، امید ہے کہ انشاءاللہ حضرتؒ کے محبین ودیگر قارئین کے لئے نفع بخش ثابت ہوگا۔ کسی مقام پر اگر واقع کے خلاف کوئی بات آگئی ہو قارئین کرام سے گذارش ہے کہ مطلع فرمائیں، تحقیق ہو جانے کے بعد انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کردی جائیگی۔

نقوش ابرار کا یہ پہلا حصہ ہے اس کا دوسرا حصہ بھی کافی حد تک لکھا جاچکا ہے جس میں

دین کے مختلف شعبوں سے متعلق حضرتؒ کی تعلیمات وہدایات اورضروری اصلاحات خاص طور پر ذکر کی گئی ہیں، مثلاً دعوت وتبلیغ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت اوراس کے حدود وقیود، تصوف وسلوک کے متعلق حضرتؒ کی خاص تعلیمات، مدارس سے متعلق ضروری ہدایات واصلاحات، سنن وآداب، اور مسائل کی ضرورت واہمیت، قرآن پاک کی عظمت وتصحیح قرآن سے متعلق ہدایات وتنبیہات، عملیات وتعویذات سے متعلق مفید باتیں اورضروری اصلاحات، اس کے علاوہ دین اورزندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق مثلاً اصلاح معاشرہ اورسیاست وغیرہ سے متعلق حضرتؒ کے کیا معمولات اور کیا نقطہ نظر تھا، اوران امور کے سلسلہ میں آپ کیا ہدایات فرماتے تھے، ان سب کی تفصیلات انشاءاللہ دوسرے حصہ میں ذکر کی جائیں گی۔

احقر کی رائے کے مطابق افادیت کے لحاظ سے دوسرا حصہ پہلے حصہ کی بہ نسبت انشاء اللہ زیادہ اہم اور مفید ہوگا، کیونکہ سوانح لکھنے کا اصل مقصود یہی امور ہوتے ہیں، حکیم لامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کسی مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ بزرگوں کے حالات لکھنے کے سلسلہ میں اصل چیز لکھنے کی ان کی ہدایات اورتعلیمات ہوا کرتی ہیں، چنانچہ احقر نے حضرت کی حیات ہی میں اس کے لکھنے کا ارادہ کرلیا تھا اور حضرت اقدسؒ سے اس کا اظہار کرکے حضرت سے خاص طور پر اس کے لئے دعاء بھی کرائی تھی۔

اب یہ کتاب نقوش ابرار احقر کے اسی ارادہ کی تکمیل اور حضرت کی دعاء کا ثمرہ ہے حضرت کی دعاء کی برکت سے انشاءاللہ ضرور یہ امت کے لئے مفید ثابت ہوگی، قارئین کرام سے گذارش ہے کہ پہلے حصہ کی طرح دوسرے حصہ کی جلد از جلد تکمیل کی دعا فرمائیں۔ اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے اس کے دونوں حصوں کو قبول اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین۔ **والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین محمدو علیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین**

محمد زید مظاہری ندوی

یکم محرم ۱۴۲۸ھ

مُقَدِّمَہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی

(ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب حقی صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً اس آخری دور میں اصلاح وارشاد اور احیاء سنت کے عظیم المرتبت داعی گذرے ہیں، ان سے ہزاروں کو بہت فیض پہنچا اور اتباع سنت کا اہتمام کرنے کا جذبہ پھیلا۔ انہوں نے دعوت الحق کے نام سے تعلیم وتربیت کے لئے ایک باقاعدہ ادارہ قائم کیا، جس کی شاخیں ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہوئیں، ان سے دین میں صحیح طور پر عمل کرنے کی طرف توجہ بڑھی۔

حضرت مولانا ابرارالحقؒ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے خلفاء میں وہ آخری خلیفہ تھے جن کے انتقال سے اب اس سلسلہ کی دینی رہنمائی سے محرومی ہوگئی، حضرت تھانویؒ کا طریقہ اصلاح وارشاد ان کے ذریعہ موثر ڈھنگ سے جاری وساری تھا اس میں اصول ووعدہ کی پابندی، دین پر سنت کے مطابق عمل اور اصلاح حال کی فکر کی طرف توجہ دہانی کرائی جاتی تھی، اور غلط بات پر بلاتردد روک ٹوک کی جاتی تھی تاکہ دین کے معاملہ میں لاپرواہی کو روکا جائے، اس طریقہ سے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوئی اور وہ سنت کے طریقہ کار کے پابند ہوئے۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے اپنے شیخ ومرشد کے طریقہ کو بہت توجہ کے ساتھ اپنایا اور نماز واذان جیسے اعمال تک میں سنت طریقہ سے بے اعتنائی پر قدغن لگائی، وہ بلاتردد اس کی طرف توجہ دلانے کا رویہ رکھتے تھے، وہ وضوو نماز واذان کے سلسلہ میں خاص طور پر توجہ دلاتے اور ان کے فرائض وواجبات وسنن یاد کراتے تھے، اذان کو گانے کے طرز سے الگ رکھتے ہوئے

سنت کے مطابق اس کی ادائیگی پر زور دیتے تھے، وہ طلبہ سے اور کم آموز افراد سے نماز کے فرائض وسنن پوچھتے تھے اور ان میں غلطی ملتی تو اس کو دور کرنے کی طرف توجہ دلاتے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا اتنا اہتمام تھا کہ بعض وقت ان کی مجالس اسی پر مشتمل ہوتی تھیں اور اپنے وعظ میں بھی اس کا ذکر اہتمام سے کرتے تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملاقات کرنے والوں سے دین اور اتباع سنت کی ہی باتیں کرتے اور اصلاح وارشاد ان کا یہ ہمہ وقت کا مسئلہ تھا وہ اس طرح گویا ہمہ وقت کا مدرسہ اور ہمہ وقت کی خانقاہ تھے، سفر میں ہوں یا حضر میں ان کو اس کی طرف توجہ رہتی تھی، ان کے اس اہتمام سے لوگوں کی اصلاح کا بڑا کام ہوا، ان کی زندگی دین کی ترجمانی اور ترویج سنت کا ذریعہ بنی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ہر چیز میں سنت کی تقویت اور اصلاح سیرت کے لئے ایک عطیہ تھے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان کی کوششوں اور محنتوں کو زیادہ سے زیادہ قبولیت عطا فرمائے، ان کے درجات کو بہت بلند بنائے، اب ان کے موجود نہ رہنے پر ان کی شروع کی ہوئی کوششوں کو قائم رکھنے کی ضرورت ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کی سیرت وحالات کو ناواقف حضرات کے سامنے لانے کی بھی ضرورت ہے تا کہ ان کے نقش قدم پر لوگ چلیں۔

متعدد حضرات نے حضرتؒ کے حالات قلم بند کئے ہیں، اور یہ پیش نظر کتاب بھی اسی مقصد کے لئے تیار کی گئی ہے، مولانا محمد زید صاحب مظاہری ندوی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی ارتباط رکھتے تھے اور بہت سی باتیں جو ضروری ہوتی تھیں نوٹ بھی کرتے تھے، اور اب حضرت پر پوری تصنیف تیار کرنے کے مقصد سے انہوں نے ضروری مآخذ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کتاب تیار کی ہے، اس سے حضرت کی سیرت پر اچھی روشنی ملتی ہے۔

مولانا محمد زید صاحب نے اس سے قبل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی چند در چند چیزیں مرتب کر کے شائع کیں اور بعض عظیم شخصیات مثلاً حضرت مولانا صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح تیار کی اور بزرگوں کے مکاتیب بھی تیار کئے، اب ان کی یہ کوشش سامنے آرہی ہے جو انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگی۔

محمد رابع ندوی

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب

مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تحریر

مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کے حالات وتعلیمات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کے ابتدائیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

" الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدالانبياء والمرسلين محمد وعلىٰ آله واصحابه ومن تبعهم با حسان الىٰ يوم الدين أمابعد!

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک اس عصر میں روشنی کا ایک مینار تھی لوگوں کو ان سے زندگی گذارنے کے تعلق سے قیمتی رہنمائی ملتی تھی اس روشنی کے اثرات بہت دور تک پھیل چکے ہیں، اور سنتوں کو زندہ کرنے اور ان پر عمل کرنے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، اصلاح امت کا یہ طریقہ ہر طبقہ میں معروف ومقبول ہے، یہ ایک انوکھا تجربہ ہے جو حضرت ہردوئیؒ کے جذبہ ایمانی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا نتیجہ ہے۔

حضرت والا کی ذات گرامی اور ان کے کاموں سے متعلق ان کے فرمودات اور افادات کے بارے میں اہل علم کے قلم سے بڑی بڑی کتابیں نکلیں گی اور ان سے استفادہ کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہوگا۔ اور وہ اسلامی کتب خانے کے لئے ایک تاریخی دستاویز ثابت ہوگی"

سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی
مدیر البعث الاسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ
(ماخوذ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ایک تذکرہ ۳)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد افضال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ

حامداومصلیا امابعد، حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی حکیمانہ تعلیم وتربیت اور صحبت کیمیا اثر کے فیض سے جو علم وعرفان کے آفتاب ومہتاب بن کر ابھرے وچمکے ان میں بلا شبہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی ذات گرامی بھی ہے، گلشن اشرف کے سبھی پھول سدا بہار رہے، ان کی مہک وخوشبو سے فضا مشکبار رہی، لیکن ان میں محی السنہ کی شان نمایاں، ان کا رنگ ڈھنگ نکھرا ہوا، اپنے اندر ایک خاص انفرادیت لئے ہوئے، اپنے شیخ کی تعلیمات وہدایات، مسلک ومشرب کے نہ صرف یہ کہ ترجمان وشارح تھے، بلکہ اس کو اپنے اندر اتنا جذب کرلیا تھا کہ اسی رنگ میں رنگ گئے تھے، جس کا اثر یہ تھا کہ آپ کی مجلس وعظ وارشاد میں شرکت کرنے والے اہل دل کو حضرت اقدس تھانویؒ نوراللہ مرقدہٗ کا رنگ نظر آتا تھا، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ نے فرمایا کہ ملفوظات میں ہمارے حضرت والا کا مذاق اور مسلک کا رنگ جھلکتا ہے، اور از دل خیزد بر دل ریزد والا اثر محسوس ہوتا ہے۔

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ کانوں میں ان باتوں کی آواز آرہی ہے جو ہم تھانہ بھون میں سنا کرتے تھے۔

آپ کی خدمات کا دائرہ طویل بھی ہے وسیع بھی ہے، اس کی تفصیلات کا نہ تو یہ موقع ہے نہ ہی یہ مضمون اس کا متحمل ہے، البتہ اختصار کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق جیسی دعوتی تعلیمی، اور اصلاحی تنظیم کا احیاء اور پوری زندگی

اس کی نظامت وقیادت، اس کے ذریعہ دینی مکاتب ومدارس کا قیام، احیاء سنت واصلاح منکرات، عوام وخواص میں صحت وتجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے پڑھانے، سیکھنے سکھانے کا احساس وشعور عطا کرنے، اردو زبان کے فروغ، تزکیہ وتربیت اسی طرح اور مختلف دینی واصلاحی خدمات آپ کے نمایاں کارناموں کے جلی عنوانات ہیں، اعتدال، اصول پسندی، حسن اخلاق، حسن معاشرت نظم وضبط کا اہتمام اوقات کی حفاظت اور اس کا حسن انضباط، حقوق وحدود کی رعایت حفظ مراتب واحساس ذمہ داری، ہمدردی خیر گیری، راحت رسانی آپ کی نہ صرف یہ کہ طبیعت ثانیہ بلکہ اپنے متعلقین کو بھی انہی چیزوں کا خوگر وعادی بنانے کی فکر تھی لگن تھی، آپ کے امتیازات وخصوصیات میں دو چیزیں بہت ہی نمایاں اور ممتاز ہیں، احیاء سنت کا بے پناہ جذبہ اور دوسرے اصلاح منکرات کی تڑپ، ان دونوں امور کا بطور خاص اپنے مواعظ ومجلس میں ذکر فرماتے، اور جماعتی حیثیت سے منکرات کی اصلاح کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے علماء وصلحاء اور خواص کے طبقہ کو خاص طور پر متوجہ فرمایا کرتے تھے، خدا کرے کہ امت کے عوام وخواص سبھی کو اس کا حساس ہو جائے اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے مستعد اور تیار ہو جائیں۔

پیش نظر کتاب کے مرتب اخی مکرم مفتی زید زاد اللہ علما وعملا استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ہیں جن کا حضرت محی السنہ نور اللہ مرقدہٗ سے باضابطہ اصلاحی تعلق تھا، مکاتیب کا سلسلہ تھا، استفادہ کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے، انہوں نے حضرت والا کے زندگی کے نقوش اور ان کی تعلیمات کو نقوش ابرار کے نام سے جمع کیا ہے، راقم نے اس کو بالاستیعاب اگرچہ نہیں دیکھا مگر جتنا بھی دیکھا ہے اس سے اطمینان بھی ہوا اور مسرت بھی ہوئی کہ حضرتؒ پر یہ ایک مفید اور قابل قدر کام ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول اور نافع بنائے۔ آمین والسلام

محمد افضال الرحمٰن

خادم اشرف المدارس ہردوئی ۵؍ جمادی اول ۱۴۲۸ھ

باب ۱

خاندان اور سلسلہ نسب

☆ ہردوئی ☆

''ہردوئی'' صوبہ یوپی کا ایک قدیم شہر ہے، یہاں کی آبادی دو ہزار قبل کی بتائی جاتی ہے جس میں غیر مسلم آبادی کی ہمیشہ اکثریت رہی ہے اور انہیں کا تسلط واقتدار بھی رہا ہے، حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں۔

''ہردوئی'' کی آبادی بہت قدیم ہے دو ہزار سال قبل کی یہ ہندوانہ بستی ہے، رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی یہ بستی تھی لیکن یہاں کفر کا غلبہ تھا، اس کو کفرستان کہنا چاہئے، البتہ اطراف اور قرب وجوار میں مسلمان اور صلحاء کثرت سے آباد تھے، بلگرام بھی بہت قدیم بستی ہے۔ یہاں کثرت سے مسلمان اہل علم اور صلحاء تھے، ہردوئی سے ۱۵/۲۰ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ''صلحاڑہ'' پڑتا ہے، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے فرمایا کہ اصل میں صلحاء باڑہ تھا، کسی زمانہ میں اس میں صلحاء کثرت سے رہتے تھے اس لئے اس بستی کا نام

صلحاء باڑہ ہوگیا، بعد میں بگڑتے بگڑتے ''صلحاڑہ'' ہوگیا۔

ہردوئی میں اُس وقت بھی مسلمان آباد تھے لیکن نسبۃً کم تھے اور ہر لحاظ سے ہنود کا غلبہ تھا، تکوینی نظام کے تحت اسی کفرستان میں حضرت والاؒ کا خاندان آباد ہوا اور اسی شہر میں آپ کی ولادت ہوئی۔

حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ کے آباواجداد

محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب کے آباء و اجداد (مورث اعلیٰ)

تکوینی اسباب کے تحت تیرہویں صدی عیسوی میں سلطان علاؤالدین خلجی کے دورِحکومت میں بخارا سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے، آپ کے مورث اعلیٰ کا نام ''آغا محمد ترک'' تھا جو بخارا کے رہنے والے تھے[1]

آپ کے ساتھ آپ کے قبیلہ اور خاندان کے بہت سے افراد بھی ہجرت کر کے آئے تھے۔

''آغا محمد ترک بخاری'' اپنے قبیلہ کے سردار اور شیخ سمجھے جاتے تھے اور یہ پورا خاندان بہت سی خصوصیات کی بنا پر امتیازی مقام رکھتا تھا، علمی تفوق، روحانی پیشوائی، خاندانی شرافت کی بنا پر سلطان علاؤالدین خلجی کی نگاہ میں اس پورے خاندان کی بڑی قدر ومنزلت تھی، چنانچہ سلطان علاؤالدین کی قدر ومنزلت اور نظرِعنایت کے نتیجہ میں اس خاندان کے متعدد افراد مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔

جناب خلیق احمد نظامی صاحب اپنی کتاب ''حیات شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ'' میں تحریر فرماتے ہیں[2]

''شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ کے اجداد میں جس بزرگ نے سب سے پہلے سرزمین ہند پر قدم رکھا وہ آغا محمد ترک تھے، آغا محمد بخارا کے رہنے والے تھے، تیرہویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے وسط ایشیا میں آگ وخون کا ہنگامہ برپا کیا تو وہ اپنے وطن کے حالات سے بددل

اور مایوس ہوکر ترکوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لے آئے، یہ سلطان علاؤالدین خلجی (۱۲۹۶۔۱۳۱۶) کا دور حکومت تھا، مسلمانانِ ہند کا سیاسی ثقافتی عروج انتہا کو پہنچ چکا تھا، سلطان نے آغا محمد ترک کی دستگیری کی اور ان کو اعلیٰ مراتب اور عہدوں سے نوازا، ان دنوں گجرات کی مہم کی تیاریاں ہورہی تھیں چنانچہ سلطان نے ان کو گجرات روانہ کردیا۔

اسی خاندان کے اعلیٰ فرد بزرگ شخصیت صاحب مقدمہ مشکوۃ شریف شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ گذرے ہیں، محی السنۃ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کا سلسلہ نسب ان ہی بزرگ شاہ عبدالحق صاحب محدث دھلویؒ سے ملتا ہے جن کی طرف نسبت کرنے کو آپ بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ اسی نسبت کی وجہ سے آپ اور آپ کے خاندانی بزرگ اپنے نام کے ساتھ ''حقی'' لکھنا پسند فرماتے تھے، اور یہ نسبت آپ کو اتنی محبوب تھی اور اس کا اس قدر لحاظ تھا کہ آپ نے اپنے پورے مسکن ورہائش گاہ کو ''حقی منزل'' کے ساتھ موسوم فرمایا تھا، اپنی مسجد کو بھی حقی مسجد کے لقب سے نوازا تھا، اپنے ذاتی کتب خانہ کو بھی کتب خانہ حقی کے نام سے موسوم فرمایا تھا۔

آپ کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ابرارالحق بن محمودالحق بن فضل الحق بن نورالاسلام بن مولوی سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین بن محبّ اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ماہ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے، شیخ نے اپنے خاندان کے علمی ماحول میں آنکھیں کھولیں اورانہیں کے زیرسایہ تربیت پائی،ان کے والد ماجد مولانا سیف الدین صاحب (جو بڑے درجہ کے عالم اور صاحبِ دل بزرگ تھے) کا شیخ محدث کی تعلیم وتربیت اور خیالات کے نشوونما میں خاص حصہ تھا،ابتدائی تعلیم والد ماجد ہی کے ذریعہ ہوئی،ابتدائے عمر ہی میں تقریباً سواسال میں حفظ کلام پاک مکمل کرلیا تھا، بارہ تیرہ برس کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی شرح عقائد اور شرح شمسیہ جیسی اہم کتابیں پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے، پندرہ سولہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کی سیر نہ کر چکے ہوں،۲۰ سال کی عمر میں تکمیل علوم کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

شیخ محدث دہلویؒ کو عبادت وریاضت کا شوق شروع ہی سے تھا،ابتدائی زمانہ میں ان کا معمول تھا کہ رات میں بیدار ہوکر عبادت میں مشغول ہو جاتے،اس زمانہ ہی میں شیخ محدث کو علماء ومشائخ کی صحبت میں بیٹھنے اوران سے مستفید ہونے کا بڑا شوق تھا، چنانچہ اس زمانہ میں سہروردیہ سلسلہ کے بزرگ شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شیخ محدث حاضر ہوئے اوران سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کئے،اسی جذبہ اور تڑپ وطلب سے آپ نے ۹۹۵ھ کے شروع میں مالوہ ہوتے ہوئے گجرات کا بھی سفر فرمایا اور وہاں کے مشائخ خصوصاً شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی جو اپنے زمانہ کے جید عالم اور بزرگ تھے ان سے علوم ومعارف حاصل کئے۔ ہند کے کبار علماء ومشائخ سے اکتساب فیض کے بعد ۹۹۶ھ میں جس وقت آپ کی عمر اڑتیس سال کی تھی بلاد مقدس مکہ مکرمۃ کا رخ کیا،اور وہاں کے اجلہ علماء وکبار محدثین سے علم حدیث حاصل کیا،علمی منازل طے کرنے کے ساتھ روحانی مدارج طے کرنے کے لئے اس وقت کے بڑے بزرگ مولانا عبدالوہاب متقی سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا، اپنے شیخ کے

ساتھ رمضان المبارک گذارا، فریضہ حج ادا کیا، اور شیخ کی زیر نگرانی ایک حجرۃ میں عرصہ تک مجاہدہ وریاضت میں مشغول رہے، شیخ کی خصوصی توجہ اور نظر عنایت آپ کو حاصل رہی۔

مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ کے زمانۂ قیام میں عشق خدواندی کے ساتھ عشق نبوی کا بھی آپ پر غلبہ تھا، دیار محبوب کی گلی کوچوں سے گذر کر روضہ اقدس پر جب حاضری دیتے تو ادب ومحبت کے غلبہ سے ننگے پاؤں تشریف لے جاتے، حدیث نبوی سے شغف اور اتباع سنت کی برکت سے بکثرت رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوتی تھی، حضوری کا مقام حاصل تھا اور اسی عالم میں رسول پاک ﷺ کی طرف سے کچھ ہدایات وارشادات بھی حاصل ہوتے تھے۔

(مستفاد از حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)

ارضِ مقدس سے ہندوستان واپسی

بالآخر جب آپ نے وہاں کے کبار علماء ومحدثین اور مشائخ سے علمی وروحانی اور عرفانی منازل طے کر لئے اور اب وقت آیا کہ آپ کے نور ایمانی سے عالم منور ہو، اور آپ کا فیض سارے جہاں میں پہنچے چنانچہ آپ کے شیخ عبدالوہاب متقی نے آپ کو ہندوستان واپس جانے اور ارض کفرستان میں نور ہدایت کو عام کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ گھڑی آپ کے لئے بڑی صبر آزما اور طبعاً بڑی شاق تھی، وہاں کی جدائی آپ کو گوارہ نہ تھی، طبیعت اس پر کسی طرح آمادہ نہ ہوتی تھی، لیکن ادھر اللہ کی طرف سے بھی مکشوف ہوا، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خواب میں اشارہ ہوا کہ ہندوستان جا کر نور ہدایت کو عام کرو، اس لئے طبعی تقاضہ پر عمل نہ کرتے ہوئے غیبی اشارہ اور اپنے شیخ کے فرمان کے مطابق ۱۰۰۰ھ میں آپ ہندوستان تشریف لائے، ہندوستان واپسی کے وقت آپ کے ساتھ ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا جس کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بیان فرمایا ہے، موقع کی مناسبت سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ

حضور پاک ﷺ کی زیارت واجب نہیں

حرام سے بچنا واجب ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا

''شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کو مدینہ طیبہ سے حکم ہوا ہندوستان جانے کا، منجملہ وصایا یہ بھی تھا کہ خاکساران ہند کے حال پر عنایت رکھنا، شیخ نے رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضور کی زیارت کیسے ہوگی، ارشاد ہوا کہ روزانہ ہوا کرے گی، چنانچہ روز ہوتی تھی، راستہ میں ایک فقیر کو سنا، حسب وصیت ملنے گئے تو اس نے شراب پیش کی انہوں نے انکار کیا، اس نے کہا پچھتاؤ گے انہوں نے کچھ التفات نہ کیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کا دربار ہے انہوں نے چاہا کہ وہ اندر جائیں مگر دیکھا کہ وہ فقیر دروازہ پر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک شراب نہ پیئے گا ہرگز نہ جانے پائے گا چنانچہ محروم رہے، انہوں نے کہا زیارت واجب نہیں اور شراب سے بچنا واجب ہے، اگلے دن بھی یہی قصہ پیش آیا مگر انہوں نے انکار کیا تیسرے دن پھر ایسا ہی دیکھا بس انہوں نے مجلس کے باہر سے آواز دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقیر کو ڈانٹا اور فرمایا ''إخساء یا کلب'' (دور ہو کتے) اور ان کو اندر بلا لیا، صبح کو انہوں نے اس فقیر کے مکان پر جا کر دیکھا تو وہ فقیر ندارد تھا، لوگوں سے پوچھا کہاں گیا فقیر؟ کسی نے کہا معلوم نہیں ہاں اتنا دیکھا کہ ایک کتا یہاں سے نکل کر چلا گیا۔

(حسن العزیز ص ۳۲۰ ج ۴)

یہ ہیں حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ جن کی طرف نسبت کرنے کو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

کہتے ہیں کہ بزرگان دین ومشائخ کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی ذریت اور آنے والی

نسل کی طرف سے غافل نہیں ہوتے، ان کی تمنا وکوشش اور دعاء ہوتی ہے کہ یا اللہ میرے بعد میری نسل میں ایسے باصلاحیت لوگوں کو پیدا فرما جو دین کی خدمت اور رشد وہدایت کے کام کو انجام دیتے رہیں، اور دینی وروحانی سلسلہ کو آگے بڑھاتے رہیں، قرآن پاک میں بھی نیک بندوں کے خصوصی اوصاف میں اس کو شمار کرایا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کی دعاء فرمائی تھی کہ ہماری ذریت اور ہماری نسل میں ایسے شخص کو پیدا کیجئے جو لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے، ان کے باطن کا تزکیہ کرے، چنانچہ آپ کی دعاء مقبول ہوئی اور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دعاء کا ثمرہ ہیں۔

جب انبیاء، علماء، مشائخ اور اولیاء مقربین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنی ذریت اور آنے والی نسل کے لئے دعاء کرکے جاتے ہیں کہ یا اللہ میرے بعد میری نسل میں بھی ایسے لوگوں کو پیدا فرمایئے جو رشد وہدایت کی شمعیں روشن کرتے رہیں۔ یقیناً حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دھلویؒ نے بھی ضرور اس کی دعا فرمائی ہوگی، چنانچہ آپ کی اولاد واحفاد میں جلیل القدر کبار علماء ومشائخ پیدا ہوئے جنہوں نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں۔

اور آپ ہی کی دعاء کا ایک یادگار نمونہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

خاندانی مسکن اور وطن مالوف

محی السنۃ حضرت شاہ صاحب کا خاندان دہلی اور اس کے اطراف میں پھیلا ہوا تھا، خصوصاً آپ کے اجداد دہلی کے قریب مقام ''پلول'' میں آباد تھے، البتہ آپ کے والد ماجد نے ہردوئی کو اپنا مسکن اور وطن بنایا، اور یہی ہمارے حضرتؒ کا وطن مالوف اخیر تک رہا۔ (حیات ابرار)

جناب حضرت قاری امیر حسن صاحب اور جناب حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا:

''جہاں پر مدرسہ بنا ہوا ہے یہی حضرت کے والد صاحب کا مکان تھا، مکان کیا پوری کوٹھی تھی، اپنے کمرہ کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا یہاں پر امرود کا بڑا باغ تھا، بہت سے لوگوں نے اس میں ناجائز قبضہ کر رکھا تھا، بمشکل مقدمہ لڑکر ان سے خالی کرایا گیا، یہ مدرسہ حضرتؒ کے والد صاحب کی ذاتی زمین میں بنا ہوا ہے۔ اس پوری زمین اور عمارت کو حضرتؒ کے والد صاحب نے وقف علی الاولاد فرمایا تھا ذکور واناث دونوں کے لئے۔ اور اس کی بھی صراحت فرمائی تھی کہ جب میری اولاد ذکور واناث میں کوئی نہ رہے تو یہ دارالعلوم دیوبند مظاہرالعلوم سہارنپور وغیرہ کے لئے وقف ہوگا، کچھ حصہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے ہوگا، چنانچہ اسی وقف کے مطابق آج بھی عمل ہو رہا ہے'' واللہ اعلم

والد ماجد

محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد جناب ''وکیل محمود الحق'' صاحب عصری علوم کے ماہر فن وکالت میں دوسرے وکلاء سے ممتاز تھے، مزاج میں سلامتی اور طبیعت میں شرافت، دین کا ذوق اور عبادت کا شوق، اہل اللہ کی محبت، مخلوق کی خدمت، عدل وانصاف حق گوئی، معاملات کی صفائی، وعدہ کا پاس ولحاظ اور اس جیسے اوصاف انکی فطرت میں داخل تھے، آپ ڈگری یافتہ ہردوئی کے مشہور معزز اور نامور وکیل سمجھے جاتے تھے اور ہردوئی شہر کے ممتاز باوقار صاحب وجاہت روساء میں آپ کا شمار ہوتا تھا، آپ اجانب واقارب اپنوں اور غیروں سب ہی کے محبوب نظر اور عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، استغناء غیرت وخودداری آپ کا خاص وصف تھا، شہر میں اس وقت جو بعض تنظیمیں اور اسلامی انجمنیں مسلمانوں کے اجتماعی امور اور اہم مسائل کو حل کرنے کے لئے قائم تھیں آپ اس کے ذمہ دار بنائے گئے تھے، اس طرح رفاہی اور سماجی امور میں مخلوق کی خدمت کا شرف بھی آپ کو حاصل رہا، غرباء کے ساتھ ہمدردی کا آپ کو بڑا لحاظ رہتا تھا، معزز باپ کی

نسبت سے صاحبزادہ (محی السنۃ حضرت شاہ صاحب) بھی اسی قدر عظمت اور محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور موروثی طور پر یہ اوصاف ان کے اندر بھی منتقل ہوئے تھے۔

یہی خصوصی اوصاف تھے جس کی بنا پر ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ کسی اللہ کے نیک بندے شیخ کامل سے ربط پیدا کیا جائے چنانچہ آپ نے وقت کے شیخ کامل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور یہ اصلاحی تعلق تادم حیات باقی رہا، آپ تھانہ بھون کثرت سے حاضری دیتے اور اصلاحی امور سے لے کر خانگی اور ذاتی امور تک میں حضرت سے مشورے لیتے رہتے، اصلاحی مکاتبت ومراسلت کا سلسلہ برابر جاری رہتا، احقر راقم الحروف نے بعض ایسے خطوط کی زیارت کی ہے جن کو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ان کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔

موصوف کوئی اہم کام اپنے شیخ سے پوچھے بغیر نہ کرتے تھے، پیشہ آپ کا بیشک وکالت تھا لیکن اس میں بھی حضرت اقدس تھانویؒ کے فتوے کے مطابق عمل کرتے تھے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا فتویٰ ہے۔

''پیشہ وکالت فی نفسہ جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ سچے مقدمات لیتا ہو''

(امدادالفتاویٰ ص۳۲۰ ج۳)

پیشہ وکالت کی یہی ثابت قدمی اور دیانت وامانت صبر واستقلال، عبادت وریاضت اور اس جیسے اوصاف تھے جس کی بنا پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے آپ کو اپنا خلیفہ (مجاز صحبت) بنایا تھا۔

والد ماجد مولوی محمود الحق حقی صاحب کا مختصر تذکرہ

(ماخوذ از بزم اشرف کے چراغ)

''مولوی محمود الحق حقی میرٹھ میں پیدا ہوئے، ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وکالت کا آغاز کیا اور جلد ہی ضلع کے نامور اور مشہور وکلاء میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ وکالت کا کام اس قدر چل نکلا کہ تین چار کلرک کام کرتے تھے۔ موکلوں کا ایک ہجوم آپ کے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا۔ اس تمام مصروفیت کے باوجود آپ دینی اور فلاحی کاموں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ ہردوئی میں انجمن اسلامیہ کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی جس کے مقاصد میں مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم اور یتیموں اور بیواؤں کی امداد شامل تھی، اپنے ضلع میں کوشش کرکے بہت سے دینی مدارس اور اسکول قائم کئے اسی لئے ہردوئی کے سرسید کہلاتے تھے، اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ اپنے اعزاء واقرباء، علماء، یتیموں اور بیواؤں پر صرف کرتے تھے اور کسی کو معلوم نہیں ہونے دیتے تھے۔ ہر شخص کو اپنے اخلاق حسنہ سے اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے، نہ تو کسی کی غیبت کرتے اور نہ ہی کسی سے سخت کلامی کرتے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کبھی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو ضرورت کے وقت ان کی بھی مدد کرنے سے عذر نہ کرتے۔

ایک زمانے میں آپ نے صبح کی نماز کے وقت لوگوں کو جگانے کی تحریک شروع کی، طالب علمی کے زمانہ میں بھی نماز کا خاص خیال رکھتے، بنارس میں طالب علمی کے دوران یہ مشہور ہوگیا کہ اگر آپ کسی مریض پر دم کردیں تو اسے صحت ہوجاتی ہے۔ اس شہرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجد کے باہر دوطرفہ قطار لگا کر کافی لوگ جمع ہوجاتے تھے اور آپ لوگوں پر پھونکتے ہوئے باہر نکلتے، شفا کی اس تاثیر کی وجہ سے ان کا لقب حکیم جی پڑ گیا تھا بعد میں ایک بزرگ کے کہنے سے پھونکنا بند کردیا۔

حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اپنی اولاد میں سب کے ساتھ یکساں سلوک

کرتے جس کی وجہ سے ہر ایک اپنے کو آپ سے نزدیک ترین سمجھتا تھا، طبیعت میں خلوص اور مروت بے انتہا تھی دوستوں کا خاص خیال رکھا کرتے تھے اور ان کی خاطر اپنے نقصان کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ زہد وتقویٰ روزمرہ زندگی کا جزو تھا، زندگی بہت ہی سادہ طرز پر گذارتے۔ ایک مرتبہ گھر میں گفتگو ہوئی کہ لوگ کس طرح بظاہر قلیل آمدنی کے عیش وعشرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اس پر حساب لگا کر کہنے لگے کہ میری اپنی ذات پر دو۲ روپیہ یومیہ خرچہ ہے مجھے خدا اس سے کہیں زیادہ دیتا ہے پھر میں دوسروں کے خاطر اپنی عاقبت کیوں خراب کروں۔

آپ کو حضرت تھانویؒ قدس سرہ سے عشق تھا آپ سے برابر خط وکتابت جاری رہتی تھی جوں ہی فرصت ملتی فوراً حضرت کی خدمت میں تھانہ بھون پہنچ جاتے۔ حضرت قدس سرہ کے ملفوظات کا مطالعہ بڑے ذوق وشوق سے کرتے تھے۔ آپ کی بیوی اپنے لڑکے مولانا ابرارالحق صاحب کی شادی اپنے خاندان میں کرنا چاہتی تھی، مگر جب آپ کو حضرت قدس سرہ کی مرضی ومنشا یہ معلوم ہوئی کہ آپ ان کی شادی ڈاکٹر احمد علی شاہ کی صاحبزادی سے کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے خاندان والوں کی مرضی ومنشا کے خلاف حضرت حکیم الامت کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے وہیں شادی کردی۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ بھی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے۔

آپ معاملات کی صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حکیم الامت قدس سرہ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

''لوگوں نے تو معاملات کو دین سے الگ ہی سمجھ لیا ہے حتیٰ کہ علماء تقریریں کرتے ہیں وعظ کرتے ہیں لوگوں کو دین کی تعلیم کرتے ہیں مگر کہیں معاملات کا ذکر ہی نہیں آتا، میں ایک حکایت سناتا ہوں اس کو بطور فخر یہ نہ سمجھا جائے۔ منشی محمود الحق ہردوئی سے آئے کہنے لگے میں آج کل تصانیف دیکھتا ہوں ان میں نماز روزے کے تو مسائل ہیں مگر معاملات کی صفائی کا ذکر نہیں، غور کرنے سے اس کی وجہ میری سمجھ میں یہ آئی ہے کہ جنکے معاملات خود صاف ہوں وہ دوسروں کو بھی تعلیم کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں، آج کل کے لوگ جو دوسروں کو اس کی تعلیم نہیں

کرتے تو اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خود ان کے معاملات بھی صاف نہیں اور آپ جو دوسروں کو اس کی سخت ہدایت کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے معاملات بالکل صاف ہیں'' حضرت حکیم الامت نے آپ کو مجازین صحبت کے زمرے میں داخل کیا تھا ۱۹۴۶ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ (ماخوذ از بزم اشرف کے چراغ ص:۲۳۱ تا ۲۳۳)

والدہ ماجدہ

حکماء کا مقولہ ہے کہ بچے کی تعلیم وتربیت میں گھر کے ماحول کے ساتھ ساتھ ماں کی تعلیم وتربیت اور اس کی دعاؤں کا بڑا دخل ہوتا ہے، غیر شعوری طور پر ماں کے اخلاق وعادات اس کی اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اچھے ہوں یا برے، اس کی واضح مثال حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ ماجدہ کو بہت بلند اخلاق اور اوصاف جمیلہ سے متصف فرمایا تھا، اہل علم واہل قرآن کی قدر ومنزلت اور ان کی عظمت ومحبت آپ کے دل میں تھی، نظم وضبط، سلیقہ مندی صفائی ستھرائی آپ کی فطرت میں داخل تھی، خوش مزاجی اصول پسندی غرباء پروری بیواؤں اور یتیموں کے ساتھ ہمدردی آپ کا خصوصی وصف تھا، بڑی سخیہ تھیں خود بڑے گھرانے کی تھیں اس لئے ہاتھ کھلا ہوا تھا، قرآن وحدیث کی خدمت کرنے والوں اور پڑھنے پڑھانے والوں کی مالی خدمت پوری فراخی سے کیا کرتی تھیں۔

جناب قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم نے احقر سے بیان فرمایا کہ ''جب میں شروع میں یہاں آیا ایک عرصہ تک حضرت کے گھر سے میرے لئے کھانے پینے کا نظم رہا، ناشتہ بھی حضرت کے گھر سے آتا تھا، حضرت کی والدہ بڑے اہتمام سے روٹی میں گھی لگا کر بھیجتی تھیں، مجھے تکلف ہوتا تھا ایک مرتبہ میں نے ادب سے عرض کیا کہ اب تو میں مستقل رہنے لگا ہوں روز روز کہاں تک یہ اہتمام کیا جائے گا، جواب ملا کہ جب تک اللہ نے دیا ہے تو

اس میں کیا حرج ہے''۔

ایک خاص وصف مرحومہ میں یہ بھی تھا کہ محلّہ یا خاندان اور قرب وجوار میں کوئی حادثہ پیش آجائے، کسی خاتون کا انتقال ہوجائے تو جملہ انتظامات کے لئے آپ فوراً اس کے گھر تشریف لے جاتیں، تجہیز وتکفین میں پورا ساتھ دیتیں، مالی تعاون کی ضرورت ہوتی اس میں بھی دریغ نہ فرماتیں، حدیث پاک میں میت کے اہل خانہ کو تین دن تک کھانا بھیجنے کا حکم آیا ہے، اس پر عمل کرتے ہوئے کھانا پکوا کر ان گھروں میں بھیجتیں، اور یہ معمول آپ کا تادم حیات رہا، واقعہ یہ ہے کہ یہی اوصاف اور یہی خصوصیات والدہ کی برکت سے حضرت میں بھی پائی جاتی تھیں۔

سید لکھنے سے احتیاط

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب چونکہ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، چنانچہ اسی نسبت کی وجہ سے آپ کے آباواجداد کئی پشتوں سے اپنے نام کے ساتھ حقی لکھنا پسند فرماتے تھے، اور اس نسبت کے ساتھ سید لکھنے کا بھی خاندان میں معمول رہا۔

خاندانی روایت کے مطابق حضرت مولاناؒ نے بھی بعض مواقع میں اپنے نام کے ساتھ سید تحریر فرمایا ہے۔ حضرتؒ کی مملوکہ بعض کتابیں احقر نے دیکھی ہیں جس کی جلد پر چھپا ہوا چسپاں ہے ''کتب خانہ حقی ملک سید ابرارالحق'' سفرنامہ لکھنؤ ولاہور نامی کتاب جو حضرت اقدس تھانویؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس کا آخری جزء ''اسعد الابرار'' کے نام سے موسوم ہے، اس جزء کے ملفوظات حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ کے جمع کردہ ہیں اس کے سرورق پر جامع ومرتب ہونے کی حیثیت سے لکھا ہے ''سید ابرارالحق''۔ ابتدائی دور میں دعوت الحق کی طرف سے جو اصلاحی پرچے شائع ہوئے ہیں ان میں بھی بعض پرچوں میں ''سید ابرارالحق'' لکھا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر حضرت والا کا نسب شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ

سے ملتا ہے اور یقیناً ملتا ہے تو محققین کی تحقیق کے مطابق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سادات میں سے تو یقیناً نہیں ہیں بلکہ بعض محققین کی تحقیق کے مطابق ترکی النسل ہیں، احقر کے استفسار پر محقق کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم نے پورے وثوق سے فرمایا کہ ''شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ فاروقی النسل ہیں''۔

غالباً اسی وجہ سے بعد میں حضرت والا نے اپنے نام کے ساتھ سید لکھنا موقوف فرمادیا تھا جبکہ خاندان کے دوسرے افراد اپنے کو سید لکھا کرتے تھے، جناب مولانا عبدالغنی صاحب بلگرامی نے احقر سے بیان فرمایا کہ حضرت والاؒ پہلے اپنے نام کے ساتھ سید لکھا کرتے تھے لیکن ان کے استاد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے آپ کو اس کی طرف توجہ دلائی اور علم وتحقیق کی روشنی میں فرمایا کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے، شاہ عبدالحق صاحبؒ سادات میں سے نہیں ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے توجہ دلانے کے بعد آپ نے اپنے کو سید لکھنے سے پوری احتیاط فرمائی اور تادم حیات اسی احتیاط پر قائم رہے، واقعہ یہ ہے کہ حضرتؒ کے اس طرز عمل میں بھی ایک عبرت وموعظت کا پہلو ہے کیونکہ آج کے دور میں خلاف واقعہ اپنے کو عالی خاندان کی طرف منسوب کرنے میں بڑا فخر وکمال سمجھا جاتا ہے جس میں جھوٹ، تلبیس اور خداع کا پردہ ڈال کر کھینچ تان کر اپنے کو عالی خاندان میں سے ہونے اور ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن حضرتؒ کو جب اس کی طرف توجہ دلائی گئی اور بات سمجھ میں آ گئی تو باوجودیکہ آپ کے خاندان کے دیگر افراد سید لکھتے تھے اور خود آپ کے بھی سید ہونے کی شہرت واشاعت ہو چکی تھی لیکن اس کے بعد سے آپ نے سید لکھنے سے پوری احتیاط فرمائی، کیونکہ حدیث شریف میں ایسے شخص کے لئے بڑی سخت وعید آئی ہے جو جانتے ہوئے اپنے کو غیر خاندان کی طرف منسوب کرے، ایسے شخص پر جنت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

باب ۲

ابتدائی تعلیم سے فراغت علمی تک

ولادت اور ابتدائی تعلیم

آپ کی ولادت ۸ /ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰ /دسمبر ۱۹۲۰ء بروز دوشنبہ ہوئی۔

(محی السنۃ ص ۴۳)

گھر میں چونکہ علمی اور دینی ماحول تھا اس لئے ابتدائی تعلیم وتربیت خصوصا زبانی تعلیم گھر رہ کر والدین کی زیر سایہ ہوئی، البتہ رسمی طور پر بسم اللہ عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ ہوئی، اور باقاعدہ تعلیم اسی مکتب میں ہوئی جو ہردوئی شہر کی انجمن اسلامیہ کے زیر انتظام تھا اور جس کے ذمہ دار خود آپ کے والد ماجد تھے۔ آپ نے اولاً قرآن شریف ناظرہ وحفظ مکمل کیا اس کے ساتھ اردو کے بعض رسائل پڑھے اور لکھنے کی مشق بھی کی۔ حفظ قرآن آپ نے اپنے استاد حافظ عبدالعزیز صاحب سے کیا، آپ کے استاد آپ پر خصوصی توجہ اور بڑی شفقت فرماتے اور بڑی محنت سے پڑھاتے تھے، آپ کے استاد ہر حافظ قرآن کے لئے یومیہ تین پارہ پڑھنے کو لازمی قرار دیتے تھے، اس وقت تجوید وقرأت کی طرف توجہ کم ہوتی تھی جس طرح عام مکاتب میں قرآن شریف پڑھنے

پڑھانے کا رواج تھا اسی کے مطابق آپ نے بھی حفظ مکمل کیا جس میں تجوید وقرأت کی زیادہ رعایت نہ تھی البتہ آپ چونکہ غضب کے ذہین اور حاضری کے بہت پابند تھے اس لئے نہایت کم عمری یعنی تقریباً آٹھ برس ہی کی عمر میں حفظ مکمل کرلیا، بچپن ہی سے آپ میں لکھنے پڑھنے اور تنہا رہنے کی عادت تھی، عام طلبا کی طرح نہ آپ کا کھیلنے اور سیر تفریح کا مزاج تھا اور نہ ہی لڑکوں کے ساتھ آپ رہنا پسند کرتے تھے۔ حفظ سے فراغت کے بعد عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم بھی ہردوئی کے اسی مدرسہ میں ہوئی، جناب مولانا انوار احمد صاحب مظاہری سے آپ نے ابتدائی کتابیں بڑی محنت سے پڑھی تھیں۔

تحصیل علم کے لئے مظاہر علوم سہارنپور کا سفر

اب تک آپ نے اپنے وطن ہردوئی میں رہ کر انجمن اسلامیہ میں دینی تعلیم حاصل کی تھی، اس وقت ہردوئی اور اس کے اطراف میں کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جہاں عالم کورس کی باقاعدہ بڑی کتابوں تک کی تعلیم ہوتی ہو، اور جو اہل علم اور آپ کے اساتذہ یہاں موجود تھے حفظ پورا ہونے کے بعد ان سے آپ عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھ چکے تھے، اس وقت آپ کی عمر تقریباً نو برس کی تھی، علم دین حاصل کرنے کا آپ کو بڑا شوق تھا، مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند اس وقت علم دین کے مرکز سمجھے جاتے تھے، اس لئے تحصیل علم کے لئے بار بار آپ کی نگاہ ان ہی اداروں کی طرف جاتی تھی، فن حدیث سے خصوصی مناسبت اور تعلیم کے ساتھ تربیت میں مظاہر علوم سہارنپور زیادہ ممتاز اور مشہور تھا اس لئے مظاہر علوم سہارنپور جانے کا بار بار تقاضا ہوتا تھا، نو سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، آپ کے بڑوں نے آپ کی رہنمائی کی چنانچہ اپنے بڑوں کی ہدایت اور ان کے مشورے کے مطابق آپ نے ۱۳۴۹ھ میں جس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔

(حیات ابرار بحوالہ آئینہ مظاہر علوم ص ۱۱۱)

واضح رہے کہ آج کی طرح اس زمانہ میں بہت زیادہ آرام دہ ٹرینوں کا نظم نہ تھا، بعض لحاظ سے آج کی بہ نسبت اس وقت سفر زیادہ مشکل تھا، پھر حضرت کم سنی کی حالت میں ایسے بڑے رئیس گھر کے، ناز ونعمت کے پروردہ، والدین کے دلارے خاندان اور وطن کی محبت علیحدہ، ان حالات میں علم دین کے خاطر ایسی مشقت برداشت کرنا اور ایسی بڑی قربانی دینا آسان نہ تھا، اس میں ایک طرف حضرت والا کی قربانی ہے تو دوسری طرف حضرت کے والدین کا بھی صبر وتحمل ہے، یوں کہنا چاہئے کہ بس اللہ ہی کی توفیق تھی جس نے یہ سارے مراحل آسان کر دیئے۔

مظاہر علوم سہارنپور میں مجاہدانہ زندگی

اب تک حضرت گھر میں سکون وراحت کے ساتھ گذر بسر کرتے تھے، رئیس گھرانوں میں جس طرح عیش وعشرت سے بچے پرورش پاتے ہیں حضرت کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھا، مکتب ومدرسہ میں تعلیم پانے کے باوجود راحت ونعمت کے ماحول میں ناز ونعمت کے پروردہ تھے، اب مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ کے بعد حضرت والا کو سخت مجاہدہ کا سامنا کرنا پڑا، مدرسہ کا محدود ماحول اور مطبخ کا مخصوص کھانا حضرت کے لئے بڑا صبر آزما تھا، لیکن حضرت نے سب برداشت کیا، اور محنت وجفاکشی کے ساتھ گذر بسر کر کے تعلیم حاصل کرتے رہے، لیکن بالآخر طبعی مزاج میں (جو کہ غیر اختیاری ہے) کیسے تبدیلی لا سکتے تھے، مطبخ کا کھانا موافق نہ آیا، وہاں کے مخصوص سالن سے حضرت کی طبیعت میں شدید گرانی ہونے لگی مجبوراً مدرسہ کا کھانا بند کر کے اپنا انتظام خود کرنا پڑا، اب حضرت ایک طرف محنت سے تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور دوسری طرف چھٹی کے اوقات میں جب پڑھ کر آتے تھے تو اپنے کھانے کا انتظام بھی خود فرماتے تھے، کبھی اپنے ہاتھ سے پکاتے اور کچی پکی کھا کر گذر بسر کرتے، کبھی ہوٹل سے خرید کر کام چلا لیتے۔ قاری امیر حسن صاحب کا بیان ہے کہ روٹی تو آپ مدرسہ سے لیتے تھے لیکن

بڑا گوشت کھانے کی عادت نہ تھی اس لئے سالن خود پکاتے تھے، اور روٹی کی خوراک مطبخ میں جمع فرماتے تھے، جو اس وقت ماہانہ تین آنہ تھی۔ ایک دو دن نہیں یہ سلسلہ مدتوں جاری رہا۔

زمانہ طالب علمی میں معمولات کی پابندی اور حق تعالیٰ کی نصرت وحمایت

ایک طرف اگر یہ صبر آزما حالات تھے تو دوسری طرف حق تعالیٰ کی خصوصی عنایتیں بھی شروع ہی سے آپ کو حاصل تھیں، جناب قاری امیر حسن صاحب سے احقر نے سنا فرمایا کہ مظاہر علوم سہارنپور میں اس وقت کسی کو علیحدہ کمرہ نہیں ملتا تھا یہ حضرت کی کرامت تھی اور آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ کے لئے تنہا کمرہ کا انتظام ہو گیا، آپ اس میں تنہا رہتے تھے، ہر چیز کا نظم ونسق، ہر سامان سلیقہ سے اپنی جگہ پر، ہر کام اپنے وقت پر، اسی وقت سے آپ کی عادت تھی۔

تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت کا اہتمام بھی اسی وقت سے آپ کو تھا، فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی اہتمام تھا خصوصاً تہجد کا، بقول حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے کہ اس وقت مظاہر علوم سہارنپور کا دربان اور چپراسی بھی صاحب نسبت اور اللہ اللہ کرنے والا ہوتا تھا، مظاہر کے طلبہ تو فرشتہ صفت انسان سمجھے جاتے تھے وہ فرشتہ صفت انسان حضرت مولانا ابرارالحق ہی جیسے طلبہ تھے۔ تہجد کی پابندی زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کے اندر ہو گئی تھی، اسی وقت آپ نے ایک کاپی میں روزمرہ کے معمولات لکھے تھے اس میں پہلا نمبر تہجد کے معمول ہی کا تھا، تہجد کے بعد کتابوں کے مطالعہ کا نمبر تھا۔

اخلاق کریمانہ اور آزاد طلبہ سے بے تعلقی

زمانہ طالب علمی میں ایک خاص عادت آپ کے اندر یہ تھی کہ طلبہ سے بلا وجہ ربط، سیر وسیاحت اور دوستی کا مزاج بالکل نہ تھا، اپنے معمولات اور علمی مصروفیات میں اس قدر

اشتغال وانہماک ہوتا تھا کہ کسی سے ربط ضبط اور دوستی کی فرصت ہی نہ ملتی تھی، ہاں ایک حد تک اگر تعلق تھا تو صرف محنتی اور پڑھنے والے طلبہ سے اور وہ تعلق بھی صرف پڑھنے پڑھانے کی حد تک محدود تھا، اس کے علاوہ سیر وسیاحت کی نوبت ہی نہ آتی تھی، حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے احقر سے بیان فرمایا کہ اس وقت طلبہ کی عادت تھی کہ ہفتہ بھر میں جتنا سبق پڑھتے تھے جمعہ کی رات کو اس کا اعادہ، تکرار و مذاکرہ کرتے تھے، اس غرض سے بسا اوقات رات رات بھر جاگنا ہو جاتا تھا۔

بس اس مقصد سے تو طلبہ اور درجہ کے رفقاء سے آپ کا ربط تھا، اور ایسے طلبہ جب آپ کے کمرہ آتے تو آپ ان کی قدر فرماتے تھے، بقول حضرت حکیم صاحب کے جب کمرہ میں آپ کے ساتھی آتے تو آپ فرماتے تم لوگ بیٹھو! میں چائے بناؤں گا، چنانچہ آپ خود اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر اخلاق کریمانہ کا برتاؤ فرماتے، اور چائے نوشی کے بعد پھر وہی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رہتا۔

علم حاصل کرنے کا شوق اور مسلسل جدوجہد

علم دین حاصل کرنے کا آپ کو اس قدر شغف اور ایسا شوق تھا کہ درجہ میں درسی کتابوں کے پڑھنے کے ساتھ خارج اوقات میں بھی آپ اپنے اساتذہ سے کتابیں پڑھتے تھے۔ آپ کے مشفق استاد حضرت اقدس مفتی محمود صاحبؒ کا بیان ہے کہ مولانا ابرارالحق صاحب نے کئی کتابیں خارج میں پڑھیں، درسی کتب میں فقہ کی مشہور کتاب قدوری، اور فن بلاغت کی مشہور کتاب مختصر المعانی کا ایک حصہ، اصول تفسیر میں الفوز الکبیر اور منطق وفلسفہ میں شمس بازغۃ، قاضی مبارک وغیر کتابیں سب خارج میں مجھ سے پڑھی ہیں۔

(مستفاد از حیات ابرار ص ۱۱۵)

حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف درجہ کی پابندی، سبق کا اہتمام اور اس کے ساتھ خارج

میں کتابیں پڑھنا اور اپنے طور پر کھانے کا بھی نظم کرنا کیسے ہوجاتا تھا، یہ ساری باتیں اسی وقت ہوسکتی ہیں جب اپنے اوقات کی پوری حفاظت کی جائے، تھوڑا وقت بھی ادھر ادھر ضائع ہونے سے بچایا جائے، حضرت اقدسؒ کی زمانہ طالب علمی ہی سے یہ عادت رہی ہے کہ ہر کام اصول و پابندی کے ساتھ اپنے وقت پر ہوتے تھے، اور اوقات کی پوری حفاظت ورعایت فرماتے تھے، اور تاحیات آپ اپنی اسی روش پر قائم رہے۔

زمانہ طالب علمی میں علمی و تحقیقی مزاج

حضرت اقدسؒ نے جن علوم کو بھی حاصل کیا پوری محنت اور جفاکشی کے ساتھ لیکن بعض علوم وفنون سے آپ کو خصوصی مناسبت شروع ہی سے رہی مثلاً احکام شرعیہ کی تحقیق وتدقیق جس کو فقہ کہتے ہیں، مسائل کی طرف خصوصی توجہ اور اس میں تحقیقی مزاج آپ کا شروع سے رہا ہے، اس کا اندازہ ایک استفتے سے لگایا جاسکتا ہے جس کو آپ نے زمانہ طالب علمی میں (جب کہ آپ سال سوم یعنی تیسری جماعت میں زیر تعلیم تھے) تحریر کیا تھا جس سے آپ کی شان تحقیق کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

’’کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسح لحیۃ فرض ہے یا غسل لحیۃ، ہر دوصورت میں ربع ہے یا ثلث یا کل؟ یا مسح مایلاقی البشر یا غسلہ؟ اور اس میں اگر ختلاف ہے تو مع ادلہ اور قول مختار کیا ہے تحریر فرمائیں۔　　(ابرارالحق متعلم مدرسہ ہذا، ۱۳۶۵ھ)

احکام ومسائل کی طرف خصوصی توجہ اور اس میں تحقیق وتدقیق کا یہ مزاج آپ کا تادم حیات قائم رہا جس کی کچھ مثالیں اور تفصیلات انشاء اللہ اپنے موقع پر پیش کی جائیں گی، یہاں تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں کس قدر محنت و جفاکشی کے ساتھ آپ تعلیم حاصل کرتے تھے اور اسی وقت سے کس قدر آپ کے اندر تحقیقی شان پائی جاتی تھی۔

فن قرأت سے خصوصی لگاؤ اور اس کے سیکھنے کی مجاہدانہ کوشش

عربی کے ہمارے تمام مدارس میں فن قرأت وتجوید کی طرف بھی خاص توجہ دی جاتی ہے چنانچہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہونے والے طالب علم کے لئے تیسواں پارہ تجوید کے ساتھ زبانی یاد ہونا ضروری ہوتا ہے، جس میں تجوید وقرأت کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اس کے بغیر ترقی روک دی جاتی ہے، وظیفہ میں بندش ہوجاتی ہے، داخلہ موقوف ہوجاتا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا الشاہ ابرالحق صاحب ماشاء اللہ جید حافظ تھے لیکن حضرت کو احساس تھا کہ فن قرأت اور تجوید میں جو مہارت ہونی چاہئے وہ نہیں ہے، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ نے ہردوئی کی انجمن کے ماتحت ایک مدرسہ میں حفظ کی تکمیل فرمائی تھی اور اس وقت اس پورے علاقہ میں تجوید کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی اور نہ ہی تجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کا رواج تھا۔ حضرت نے اپنے جن استاد سے حفظ قرآن کیا اس میں بھی وہ کمی باقی رہی، یہ احساس آپ کو مظاہر علوم میں ہوا، اس لئے آپ فکرمند تھے کہ کس طرح اس کمی کو پورا کیا جائے، اور کس طرح مجھے فن قرأت اور تجوید میں بھی مہارت اور خصوصی مناسبت ہو جائے، اللہ تعالیٰ کو آگے چل کر آپ سے چونکہ قرآن پاک کی عظیم الشان خدمت لینی تھی اس لئے آپ کے اندر اس کمی کو پورا کرنے کا اس قدر شدید داعیہ پیدا ہوا کہ آپ نے اس وقت کے بڑے ماہرین فن، جلیل القدر قراء سے مدرسہ کے اوقات کے علاوہ خارج میں اپنا قرآن پاک تجوید کے ساتھ سنانے اور سیکھنے کی درخواست کی، اس وقت کے ایک ماہر ومشہور قاری عبدالخالق صاحب تھے جو سہارنپور کی بڑی جامع مسجد کے امام وخطیب بھی تھے، حضرت والا نے ان سے بھی درخواست کی، لیکن یہ حضرات ماہرین فن ایسے تھے کہ سارا وقت ان کا گھرا ہوا تھا، اس لئے جناب قاری صاحب نے بھی وقت میں گنجائش نہ ہونے کا عذر کیا لیکن حضرت اقدس کے خلوص اور طلب کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ صرف فجر کے بعد متصلا تھوڑا سا وقت

مل سکتا ہے اس وقت اگر آسکو تو میں وقت نکال لوں گا، لیکن مظاہر علوم سہارنپور سے جامع مسجد کا فاصلہ معمولی فاصلہ نہیں ہے، تیز رفتار چلنے والا آدمی بھی دس پندرہ منٹ سے پہلے نہیں پہنچ سکتا، اور فجر بعد متصلاً حاضری دینے کا مطلب یہ ہوا کہ فجر سے پہلے چل کر فجر کی نماز بھی جامع مسجد میں پڑھی جائے تب ہی فجر کے بعد کا وقت ہاتھ آسکتا تھا، یہ تجویز اور اس کے مطابق عمل آسان نہ تھا لیکن حضرت نے اس کو بخوشی منظور فرمایا، تہجد میں اٹھنے کی عادت تو آپ کی تھی ہی، فجر سے پہلے آپ چل کر جامع مسجد تشریف لاتے اور جامع مسجد میں فجر کی نماز پڑھ کر قاری صاحب کو قرآن پاک سناتے اور فن تجوید سیکھتے۔ اور یہ معمول صرف ایک دو روز نہیں ایک عرصہ تک جاری رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فن سے بھی خصوصی مناسبت اور مہارت تامہ عطا فرمائی، بے شک اللہ تعالیٰ کو جس سے جو کام لینا منظور ہوتا ہے اس کے اندر پہلے ہی سے اس کے مطابق صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے اور اسی کے مطابق اسباب بھی مہیا فرما دیتا ہے۔

زمانہ طالب علمی میں اہل اللہ سے ربط اور ان کی خدمت میں حاضری

بزرگانِ دین اور مصلحین امت کی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو دینی خدمت کے لئے منتخب فرمایا اور جن شخصیات سے دین کی عظیم الشان خدمت لی ہے تقریباً وہ سب ہی ایسے گذرے ہیں جو اہل اللہ اور مشائخ وقت کی خدمت میں بار بار حاضری دیتے اور ان سے اصلاحی ربط رکھتے تھے، اور یہ داعیہ ان کے اندر قدرۃً منجانب اللہ شروع ہی سے پایا جاتا تھا۔

محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا، ایک طرف تو آپ کا علمی انہماک اس قدر تھا کہ کوئی وقت فارغ نہ ہوتا تھا، اور وقت میں اس کی

گنجائش نہ تھی کہ کسی کی خدمت میں پابندی سے حاضری دی جا سکے، لیکن اس کے باوجود آپ کسی طرح وقت نکال کر اپنے اساتذہ کی خدمت میں حاضری دیتے اور ان سے خصوصی ربط رکھتے تھے، خصوصاً حضرت اقدس مفتی محمود صاحبؒ سے اس نوع کا گہرا ربط تھا، خارج میں کئی کتابیں حضرت مفتی صاحب سے پڑھیں، اس کے علاوہ ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کی خدمت میں بھی حاضری دیتے تھے، نہ صرف حاضری بلکہ علمی استفادہ بھی فرماتے تھے، چنانچہ مختصر المعانی کا کچھ حصہ آپ نے حضرت مولانا عبدالطیف صاحب ہی سے بعد تہجد فجر سے قبل پڑھا تھا حضرت اقدس مفتی محمود صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ:

''مولانا (ابرارحق صاحبؒ نے) مختصر المعانی پڑھنے کو مجھ سے کہا تھا، میں نے فن ثانی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سے پڑھنے کا مشورہ دیا، انہوں نے حضرت سے عرض کیا حضرت ناظم صاحب نے منظور فرمالیا اور سبق کا وقت تہجد کا طے فرمایا، مولانا ابرارالحق صاحب قدس سرہ نے مجھ سے آ کر بتلایا، میں نے کہا منظور کرلو اور یہ شرط کرلو کہ اٹھانا آپ کے ذمہ ہوگا، اور فن ثالث مجھ سے پڑھ لو۔ (حیات ابرار ص ۱۱۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علمی شغف کے ساتھ حضرت مولاناؒ کا اپنے اساتذہ اور مشائخ وقت سے کس قدر گہرا رابطہ رہا اور رفتہ رفتہ اس تعلق نے اتنی ترقی کی کہ حضرت اقدس کو تھانہ بھون پہنچا دیا اور آپ نے شیخ وقت مصلح کامل مجدد اعظم حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔

آپ کے اساتذہ اور رفقائے درس

آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا انوار احمد صاحب انبیٹھوی، مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی، مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی، مولانا نور محمد صاحب، مولانا عبدالشکور صاحب، مولانا محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا زکریا صاحب قدوسی، مولانا صدیق احمد صاحب

کشمیری، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا عبداللطیف صاحب، مولانا منظور احمد خاں صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری کے نام ملتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ (علماء مظاہر علوم ۱/ ۴۸۷)

آپ کے رفقاء درس میں داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (امیر تبلیغی جماعت) اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ (امیر تبلیغ) جیسے حضرات تھے، چنانچہ اسی رفاقت اور مصاحبت کی بنا پر حضرت مولاناؒ کبھی کبھی دلی مرکز نظام الدین بھی تشریف لے جاتے، وہاں قیام بھی فرماتے، حسب موقع تبلیغ کے ارباب حل وعقد کے لئے کچھ ہدایات بھی فرماتے مشورے بھی دیتے، اس نوع کی کچھ تفصیلات انشاء اللہ نقوش ابرار کے دوسرے حصہ میں تبلیغ کے بیان میں ملیں گی۔

دورہ حدیث شریف اور فراغت کا آخری سال

۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں آپ نے مظاہر علوم میں دس سال کی عمر میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۵ھ و ۱۳۵۶ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی، تعلیمی جدوجہد کے نتیجہ میں آپ ہمیشہ اپنے درجہ میں ممتاز طلبہ میں شمار کئے جاتے اور امتحانوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے، آپ کی علمی قابلیت وصلاحیت کی شہادت آپ کے اساتذہ بھی دیتے تھے، آپ کا شمار ان طلبہ میں ہوتا تھا جو امتحانوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہونے کی بنا پر خصوصی انعام کے مستحق سمجھے جاتے تھے، دورہ حدیث شریف کے سال آپ کے رفقاء درس میں حضرت مولانا یوسف صاحب اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب جیسی اہم شخصیات تھیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ان سب کے استاد حدیث تھے، جنہوں نے اپنے ان چہیتے ممتاز ہونہار شاگردوں سے ششماہی امتحان کے موقع پر فرمایا کہ تمام جماعت میں جو اول نمبر سے پاس ہوگا اس کو بذل المجہود (پانچ جلدوں میں حدیث پاک کی شرح کی

بڑی کتاب) کا پورا سیٹ دوں گا، اللہ تعالیٰ کا فضل کہ پوری جماعت میں ممتاز طلبہ میں اول نمبر سے پاس ہونے والے اور اس عظیم انعام کے حاصل کرنے والے محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ ہی تھے۔ (روداد مظاہر ۵۶ھ)

لیکن اس کے بعد علمی انہماک اور کثرت محنت کی وجہ سے آپ علیل ہوگئے، شدت علالت اس درجہ کو پہنچ گئی کہ مجبوراً آپ کو علاج و استراحت کے لئے وطن واپس آنا پڑا جس کا آپ کو بہت قلق تھا، لیکن یہ سب منجانب اللہ قدرتی فیصلہ تھا اس لئے آپ اللہ کے فیصلہ پر راضی تھے، اس سال آپ کا دورہ حدیث ناقص رہا، اور آئندہ سال ۵۶ھ میں آپ نے پھر مظاہر میں دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا اور پوری محنت و جفا کشی سے علم حدیث حاصل کیا، گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی آپ امتحانوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے اور خصوصی انعام کے مستحق ہوئے، حق تعالیٰ کی قدرت اور تکوینی نظام کے تحت آپ کو دو سال اور دو مرتبہ دورہ حدیث شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی انعام ہی تھا۔

اس طرح ۱۳۴۹ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لے کر ۱۳۵۶ھ تک، نحو میر سے لے کر دورہ حدیث شریف تک سات سال میں آپ نے اپنی تعلیم مکمل فرمائی۔

تکمیل فنون

مظاہر علوم سہارنپور میں اس وقت ''تکمیل فنون'' کے نام سے ایک شعبہ قائم تھا جس میں فراغت کے بعد محنتی اور کامیاب طلبہ ہی داخلہ لے سکتے تھے، اس شعبہ میں تفسیر، حدیث، اصول فقہ، آداب افتاء منطق، فلسفہ، حکمت، عربی ادب، حساب، عروض کی بعض بڑی اہم کتابیں نصاب میں شامل تھیں، پورا کورس دو سال پر مشتمل تھا، چنانچہ آپ نے اس شعبہ میں داخلہ لے کر یہ کورس بھی مکمل کیا، پہلے سال ۱۳۵۷ھ میں آپ نے تفسیر بیضاوی شریف، تفسیر مدارک،

ترمذی شریف، شمائل ترمذی، سراجی، رسم المفتی پڑھیں، اور دوسرے سال ۱۳۵۸ھ میں اصول فقہ کی مشہور کتب مسلم الثبوت، التوضیح والتلویح اور حماسہ، خلاصۃ الحساب، شمس بازغہ، صدرا وغیرہ پڑھیں اور بفضلہٖ تعالیٰ علمی استعداد کی پختگی اور مسلسل محنت کے نتیجہ میں تکمیل فنون میں بھی اول نمبر سے کامیاب اور خصوصی انعام کے مستحق ہوئے۔ (حیات ابرار ۱۲۵)

حضرت کی علمی استعداد پر اکابر کی شہادت

آپ کی علمی قابلیت اور استعداد کی پختگی آپ کے اساتذہ کے مابین بھی مسلم تھی، اور اسی نظر سے آپ دیکھے جاتے تھے۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ''ایک صاحب میری نظر میں ہیں جو بہت دیندار ہیں اور ذی استعداد ہیں، مدرسین مظاہر علوم اور وہاں کے ناظم صاحب کو بھی جہاں تک میں نے سنا ہے ان کی استعداد پر پورا وثوق ہے اور ان کا نام مولوی ابرارالحق سلمہ ہے''۔ (حیات ابرار ص ۱۲۶)

اس خط پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بھی تصدیقی وتائیدی دستخط موجود ہیں۔

مظاہر علوم سہارنپور میں معین مدرسی

ہمارے دینی مدارس میں فارغ شدہ طلبہ کی تدریسی مشق کے لئے ایک شعبہ قائم کیا جاتا ہے معین مدرسی کا جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فارغ ہوتے ہی تعلیم وتدریس میں لگ کر یہ طالب علم اپنے اندر تدریسی صلاحیت پیدا کرلے، اس شعبہ میں داخلہ ہوجانا اور معین مدرسی کے لئے قبول کرلیا جانا آسان بات نہیں یہ شرف انہیں طلبا کو حاصل ہوتا ہے جن کی علمی صلاحیت اور استعداد کی پختگی اور ان کی دیانت وامانت پر پورا اطمینان ہو۔ ہمارے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس معیار پر پورے اترے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بڑوں کے مشورہ کے بعد

معین مدرسی کی درخواست دی اور ۱۳۵۸ھ میں معین مدرسی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہو گیا، یہ معین مدرسی تکمیل فنون کے ساتھ ہوتی تھی یعنی تکمیل فنون کے ساتھ کچھ گھنٹے پڑھانے کے بھی مقرر کر دیئے جاتے تھے۔ اس معین مدرسی کی مدت عام مدارس کی طرح یہاں بھی صرف دو سال کی تھی چنانچہ آپ نے اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی پورے دو سال تدریسی خدمات انجام دیں، اس مدت میں اکابر سے خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے آپ کا ربط برابر قائم رہا، معین مدرسی کے دو سال پورا کرنے کے بعد اب ضرورت تھی کہ آپ مستقل کسی مدرسہ میں مقرر کئے جائیں جہاں سے آپ کا فیض عام ہو، آپ اس وقت حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ سے اس قدر مربوط ہو چکے تھے کہ ان کی مرضی و حکم کے بغیر کوئی اقدام نہ فرماتے تھے، ان دنوں آپ ہر جمعرات کو تھانہ بھون تشریف لے جاتے تھے۔

باب۳

فراغت کے بعد

مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت اور تکمیل فنون اور معین مدرسی کے وقت آپ کی عمر اکیس سال کی تھی۔

اور یہ بھی ایک عجیب اور قدرتی وتکوینی نظام خداوندی ہے کہ اسلاف امت میں جو ہستیاں گذری ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی عظیم الشان خدمت کے لئے قبول فرمایا ہے مثلاً شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ماضی قریب میں حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ وغیرہم یہ سارے حضرات ایسے ہیں کہ علمی مراحل سے فراغت کے بعد جب انہوں نے دینی افادہ کے سلسلہ کا آغاز فرمایا اس وقت ان سب کی عمریں اکیس برس کے اردگرد گھومتی ہے، اسی عمر میں انہوں نے اصلاح امت کی فکر کی، تصنیفی تالیفی اور تدریسی کام کا آغاز فرمایا۔

تکوینی نظام کے تحت محی السنۃ حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ بھی اپنی عمر کے جب اکیسویں مرحلے پر پہنچے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دینی افادہ کا سلسلہ جاری فرمادیا۔

اس وقت آپ اپنے کو پورے طور پر اپنے بڑوں کے حوالہ کر چکے تھے اور آگے کی منزلیں انہیں کے اشارے پر طے کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے، آپ کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی غور فرما رہے تھے کہ ان کو کس مدرسہ میں بھیجا جائے۔

جامع العلوم پٹکاپور کانپور میں مدرسی کی تجویز

دین کے شعبے بہت سے ہیں اور دین کی خدمت اور دینی افادہ کے سلسلے اور طریقے بھی بہت ہیں اس میں کس سلسلہ اور کس طریق کو اختیار کیا جائے اس کے لئے کسی رہبر اور مربی کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ آدمی ٹھوکریں کھاتا ہے، آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے وابستہ ہو چکے تھے اور کوئی کام حضرت اقدس تھانویؒ سے پوچھے بغیر نہ کرتے تھے، اس موقع پر بھی حضرت والا کو حضرت تھانویؒ کے حکم کا انتظار تھا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی فارغ شدہ طلبہ کے لے ہمیشہ سے یہ رائے رہی ہے، اور ہمارے دیگر اکابر مثلاً حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی نیز خود حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کی بھی رائے یہی تھی کہ فراغت کے بعد چند سال کسی مدرسہ میں رہ کر مدرسی کرنا ضروری ہے، دین کے اگر کسی دوسرے شعبے میں کام کرنا بھی ہے تو چند سال کسی مدرسہ میں تدریسی کام کرنے کے بعد، تاکہ علمی استعداد پختہ ہو جائے اور مدرسہ کی لائن کے ہر نوع کے تجربات بھی اسکو ہو جائیں، فراغت کے بعد اگر کسی کو مدرسہ قائم کرنا ہو یا تصنیفی تالیفی کام میں مثلاً لگنا ہو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ فراغت کے بعد پہلے چند سال درس وتدریس کے ذریعہ یکسوئی کے ساتھ علمی استعداد پختہ کر لے اس کے بعد دوسرے کاموں میں لگے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اپنی بابت فرماتے ہیں کہ دین کی خدمت تو کانپور سے تھانہ بھون آنے کے بعد زیادہ ہوئی لیکن علمی استعداد کی پختگی اور اس سلسلہ کی محنت جو کانپور میں رہ کر ہوئی وہ بعد میں کبھی نہیں ہوسکی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت جو محنت کر لی وہی علمی استعداد ہمیشہ کام آئی، یہ حضرت تھانویؒ کا فرمان ہے۔

اس لئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور ہمارے دیگر اکابر کا نقطہ نظر یہی تھا کہ فراغت کے بعد جلد ہی ایک مدت کے لئے تدریسی کام میں اپنے کو لگا دینا چاہئے چنانچہ اسی

نقطہ نظر سے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی رائے یہ قرار پائی کہ مولانا ابرارالحق صاحب کو کسی مدرسہ میں تدریس کے لئے مقرر کردیا جائے تاکہ تدریسی خدمت کے ساتھ مدرسہ کی لائن کے تجربات بھی ان کو حاصل ہوجائیں۔

حسن اتفاق کہ جامع العلوم پٹکا پور کانپور جہاں خود حکیم الامت حضرت تھانوی نے تقریباً چودہ سال رہ کر تدریسی خدمات انجام دیں، اور پورے شہر واطراف میں آپ کا فیض جاری ہوا، آپ کی برکت اور کوشش سے مدرسہ جامع العلوم میں کافی ترقی ہوئی، شہر کانپور میں دینی فضا قائم ہوئی۔ لیکن آپ اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی ہدایت کے مطابق کہ ''جب کبھی کانپور سے دل برداشتہ ہونا تو کسی اور مدرسہ کا پڑھانے کے لئے رخ نہ کرنا بلکہ توکلاً علی اللہ خانقاہ تھانہ بھون کو آباد کرنا اللہ تعالیٰ آپکے ذریعہ مخلوق کو فیض پہنچائے گا'' چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق کانپور سے علحدہ ہونے کے بعد تھانہ بھون مقیم ہوگئے، لیکن جامع العلوم پٹکا پور سے ربط قائم رکھا، اہل کانپور حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ سے بڑی محبت وعظمت سے پیش آتے، ان کی محبت وخلوص کا تذکرہ حضرت تھانویؒ بھی اپنی مجالس میں فرماتے تھے، جامع العلوم سے علحدگی کے باوجود آپ نے ہمیشہ جامع العلوم کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی کا معاملہ فرمایا، اور گاہے بگاہے تشریف بھی لاتے رہتے تھے، اور مدرسہ جامع العلوم کی طرف سے فکرمند بھی رہتے تھے۔

حضرت اقدس تھانویؒ کے جامع العلوم سے آنے کے بعد بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا تھا، جواب تک پورا نہ ہوسکا تھا، وہاں کسی متقی جید عالم کی شدید ضرورت تھی، ارباب مدرسہ نے حضرت تھانویؒ سے ضرورت کا اظہار فرمایا، اس وقت حضرت اقدس تھانویؒ نے حضرت مولانا برارالحق صاحب کا نام تجویز فرمایا چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورہ سے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے جامع العلوم کے ناظم مولانا نظیف الرحمٰن کے نام ۲۲/ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ میں ایک خط ارسال فرمایا جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

''ایک صاحب میری نظر میں ہیں جو بہت دیندار ہیں اور ذی استعداد ہیں، مدرسین مدرسہ مظاہر علوم اور وہاں کے ناظم صاحب کو بھی جہاں تک میں نے سنا ہے ان کی استعداد پر پورا وثوق ہے اور ان کا نام مولوی ابرار الحق ہے''۔

علوم شرعیہ درسیہ کی تحصیل بڑی محنت سے مظاہر علوم میں کی ہے اور بحمد اللہ حافظ وقاری بھی ہیں اور تحصیل علم کے ساتھ تدریس کا فرض منصبی بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ طلبہ کو ان کا طریقہ پسند ہے، اور تقویٰ وطہارت علم وعمل میں اپنے ہمعصروں اور ہمسروں میں بہت ممتاز ہیں اگر آپ ان کو پسند کریں تو جلد از جلد جواب دیں تا کہ ان سے گفتگو کر کے جلد بھیج دوں''۔

اس خط کے اخیر میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے تحریر فرمایا:

''احقر اشرف علی بھی تحریر بالا میں لفظ بلفظ متفق ہے''۔ والسلام

۲۲/ذی قعدہ ۵۸ھ (حیات ابرار)

الغرض اس طرح حضرت اقدس تھانویؒ کے مشورہ سے آپ جامع العلوم کانپور میں بحیثیت مدرس تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس نے خود ارشاد فرمایا کہ:

''جب میں دورہ حدیث، پڑھ کر سہارنپور سے فارغ ہوا تو حضرت تھانویؒ کے مشورے کے مطابق جامع العلوم کانپور میں ۲۵ روپئے ماہانا تنخواہ پر مقرر ہو گیا''

(ضرب مومن ۳/جولائی ۲۰۰۵ء)

کانپور کے قیام کے زمانہ میں حضرتؒ کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں

حضرتؒ کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ جہاں بھی رہے اپنے طور پر دعوت وتبلیغ، وعظ و تذکیر کا کام انجام دیتے رہے، حضرت والاؒ کا شروع ہی سے یہ ایسا محبوب مشغلہ رہا کہ تدریسی ذمہ داریاں بھی اس میں رکاوٹ نہ بنتی تھیں، پھر جامع العلوم پٹکا پور کانپور میں حکیم الامت

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے آپ کو بھیجا ہی اسی لئے تھا کہ آپ کے فیض سے اہل کانپور مستفید ہوں چنانچہ حضرت والا خود بیان فرماتے ہیں:

''جب احقر کی تقرری کانپور میں مدرسی کے لئے ہوئی تھی تو حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا تھا، تم سے جب کوئی وعظ کے لئے کہے تو انکار مت کرنا، یہ سب اسی ارشاد کی برکت ہے اور اسی حکم کی تعمیل کے لئے توکلاً علی اللہ وعظ کی توفیق ہو جاتی ہے''۔ (مجالس ابرار ص ۵۹)

نیز فرماتے ہیں:

''اکابر کے سامنے وعظ سے طبعاً خوف ہوتا ہے ہمت نہیں ہوتی لیکن حضرت اقدس تھانویؒ کا حکم تھا کہ وعظ سے انکار مت کرنا بس اس پر عمل کر لیتا ہوں۔

نقل ارشادات مرشد میکنم ☆ آنچہ مردم میکند بوزینہ ہم
اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب ☆ نقل سے بھی ہووہی فیض اتم

ترے محبوب کی یار شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت تو اس کو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

(مجالس ابرار ص ۶۱)

چنانچہ حضرتؒ جب تک کانپور میں مقیم رہے اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فرمان کے مطابق شہر کانپور میں مختلف جہتوں سے دعوت وتبلیغ اور وعظ تذکیر میں سرگرم رہے۔

مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں تدریسی خدمات

فتح پور کا مدرسہ اسلامیہ ایک قدیم مدرسہ ہے جس کی ایک تاریخ ہے، جامع العلوم پٹکا پور کانپور کے بعد اس وقت اس پورے علاقہ میں سب سے بڑی دینی درسگارہ مدرسہ اسلامیہ فتح پور تھی جہاں درس نظامی کے مطابق باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی، اس مدرسہ کے بانی جناب مولانا

سیدظہورالاسلام ہیں۔

فتح پور کی سعادت اور خوش قسمتی سمجھئے کہ اس سرزمین میں بڑے بڑے جلیل القدر پایہ کے علماء تشریف لائے اور جتنے دن مقدر تھا اس شہر کو مسکن بنا کر لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ کسی زمانہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی بھی کسی ضرورت سے فتحپور تشریف لائے تھے اور مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں قیام بھی فرمایا تھا۔

استاذمحترم حضرت مولانا نفیس اکبر صاحب ہنسوی فتح پوری دامت برکاتہم نے احقر کے استفسار پر فرمایا کہ فتح پور میں ایک زنانہ اسپتال ہے جو آج بھی موجود ہے وہاں نسوانی امراض کا بہت کامیاب علاج ہوتا تھا، میں اس اسپتال گیا ہوں ایک بہت ماہر انگریز معالجہ تھی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اپنی اہلیہ کے علاج کے سلسلہ میں فتحپور تشریف لائے تھے اس وقت مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں بھی قیام فرمایا تھا۔

حضرت مولانا سراج الحق صاحب مچھلی شہری نیز حضرت مولانا عبدالحق صاحب کوٹی مولانا عبدالوحید صاحب فتحپوری (صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ) حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ کے دست گرفتہ اور خاص ربط رکھنے والے لوگوں میں سے تھے، حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے، غالبًا ان ہی حضرات کی فرمائش اور درخواست کی بنا پر کہ مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں ایک جید متدین عالم کی ضرورت ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورے سے حضرت مولانا ابرارالحق صاحب جامع العلوم کانپور سے فتح پور تشریف لے آئے۔

جامع العلوم کانپور سے مدرسہ اسلامیہ فتح پور تشریف لانے میں ایک خاص واقعہ

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بہت سے امور جو فی نفسہ مباح اور جائز بلکہ دوسروں کے حق میں طاعت اور نیکی شمار کئے جاتے ہیں لیکن مقرّبین کی شان کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں وہ بھی مکروہات وسیّئات شمار کر لئے جاتے ہیں اور اسی کے مطابق ان کے ساتھ تادیب وتنبیہ کا معاملہ بھی کیا جاتا ہے۔ حسنات الابرار سیأت المقربین۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ کی جامع العلوم کانپور سے فتح پور منتقلی کے وقت تنخواہ کے سلسلہ میں ایک قصہ پیش آیا تھا جس میں حضرت والا اپنے علم وفہم کے مطابق حق بجانب تھے اس لئے اس کا مطالبہ بھی کیا، حضرت اقدس تھانویؒ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے نصیحت کے ساتھ تنبیہ بھی فرمائی، یہ پوری تفصیل حکیم الامت حضرت تھانوی کے ملفوظات میں موجود ہے۔ چونکہ اہل علم کے لئے نہایت مفید ہے اس لئے موقع کی مناسبت سے اختصار کے ساتھ وہ ملفوظ یہاں نقل کیا جاتا ہے، یہ ساری تفصیل اس وقت کی ہے جب کہ حضرت اقدس تھانویؒ بسلسلہ علاج لکھنؤ تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت اقدس تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اس پورے ملفوظ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب اور ان کے والد ماجد سے کتنا گہرا ربط تھا اور حضرت والاؒ پر کیسی شفقت اور خصوصی توجہ تھی، حضرت اقدس تھانویؒ نے تادیب وتنبیہ میں وہ انداز اختیار فرمایا جو مشفق باپ بیٹے کے ساتھ اختیار کرتا ہے۔ حکیم الامت تھانویؒ نے جو کچھ فرمایا حضرت شاہ صاحب نے اس کے مطابق پوری زندگی عمل فرمایا، اب وہ ملفوظ ملاحظہ فرمائیے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ

ڈاک ختم ہونے کے بعد حضرت اقدس مدظلہم العالی سب سے اول ایک نوجوان عالم کی طرف متوجہ ہوئے جو پہلے ایک اور مدرسہ میں مدرس تھے اوراب فتحپور کے ایک مدرسہ میں مدرس ہیں۔ان کے والد ماجد کے ساتھ بھی حضرت اقدس کوخصوصی تعلق ہےاور تعلقِ تعلیم وتربیت مزید برآں ہے۔ بہت محبت اور شفقت کے لہجہ میں فرمایا کہ میاں فتح پور میں فتح بھی ہوئی ؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی حضرت ابھی تک تو کوئی خلاف بات پیش آئی نہیں۔فرمایا دونوں جگہ میں کیا فرق محسوس ہوا۔عرض کیا فتح پور کے طلبہ میں دینداری زیادہ دیکھنے میں آئی،اس پرحضرت اقدس نے بے ساختہ فرمایا الحمد للہ، پھرانہوں نے عرض کیا کہ وہاں کے ذمہ دار حضرات قواعد وضوابط کی پابندی زیادہ کرتے ہیں۔ پھرحضرت اقدس نے ان سے اس نزاع کے متعلق پوچھا جو گیارہ دن کی تنخواہ کے بارے میں اس مدرسہ کے اراکین سے ہورہی ہے جس میں وہ اس سے پہلے ملازم تھے۔اول حضرت اقدس نے اس نزاع کی تفصیل دریافت فرمائی معلوم ہوا کہ اس مدرسہ کے قواعد کی بناپر اراکین کے نزدیک رقم متنازع فیہا کا استحقاق ان مولوی صاحب کونہیں ہے۔حضرت اقدس نے فرمایا کہ اول تو اس مدرسہ کے قواعد کے خلاف یہ رقم معلوم ہوتی ہے۔دوسرے قطع نظر استحقاق وعدم استحقاق کے اہل علم کو کب زیبا ہے کہ وہ ایسے رکیک امور میں نزاع کریں ،کیسی ہلکی بات ہے کہ چند پیسوں یا روپیوں کے لئے اتنی نزاع اور اتنا اصرار کیا جائے ،اگر وہ لوگ ظلماً بھی آپ کا حق نہ دے رہے ہوں تب بھی میری یہی رائے ہےاور یہی مشورہ ہے کہ نزاع نہ کیا جاوے۔لیکن میں یہ مشورہ دے کر آپ کا حق تلف نہیں کرتا بلکہ آپ ان گیارہ دنوں کی تنخواہ مجھ سے لے لیں میں نہایت خوشی سے دیدوں گا کیونکہ اس میں دین کی اور علمائے دین کی عزت ہے،اورآپ کی مصلحت یہ ہوگی کہ ان لوگوں کی نظر میں آپ کی سبکی نہ ہوگی کہ اہل علم ہوکر ایسی چھوٹی چھوٹی رقم کے لئے اتنا

نزاع کرتے ہیں، بس آج ہی کارڈ لکھ دیجئے کہ جو قانون کی رو سے میرا ہو مجھے بتادیجئے اس سے زیادہ مجھے نہیں چاہئے۔ پھر فرمایا کہ یہ تو گیارہ دن ہی کی تنخواہ کا معاملہ ہے اگر ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو اس کو بھی لات مار دینا چاہئے تھا کیونکہ اس کے مقابلہ میں اپنی آبرو اور وضع کی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔ مجھ سے مشورہ تو کر لیتے آپ نے یہ ایسی بات کی ہے جس سے ان لوگوں کی نظر میں صاف آپ کا مقصود روپیہ کمانا معلوم ہوا ہوگا۔ آپ ساری دنیا میں بس تقویٰ بگھارتے پھرتے ہیں مگر اس کا خیال آپ کو کچھ نہ ہوا کہ یہ دنیا طلبی ہے جو اہل علم کی شان کے بالکل منافی ہے۔ آپ اس سے دونی تنخواہ مجھ سے لیجئے لیکن اس قصے کو ختم کیجئے، مجھے آپ کی اس بات سے رنج ہوا۔ ایسی حالت میں آپ سے کیا امید ہے کہ آپ علم کی وضع کو محفوظ رکھیں گے۔ جب حبِ دنیا کا مادہ اور منشاء آپ میں موجود ہے تو ہر جگہ اس کا ظہور ہوگا۔

بئس المطاعلم حين الذل تكسبها

فالقِد ر منتصب و القدر مخفوض

آپ نے قدِر (یعنی ہانڈی روپیہ پیسہ) کی تو حفاظت کی اور اپنے قدر کی حفاظت نہ کی۔ اللہ کے بندوں نے تو دین کی حفاظت کے لئے اور دین کی عزت کے لئے سلطنتیں چھوڑ دی ہیں اور آپ سے گیارہ دن کی تنخواہ بھی نہ چھوڑی گئی۔ یہ دین کی عزت کے مقابلہ میں چیز ہی کیا ہے۔ اجی ہم نے مانا کہ ان کے وہاں کا قانون ظلم ہے بلکہ یہ بھی مان لیا جائے کہ وہ لوگ اظلم الظالمین ہیں تو یہ ان کے ذمہ ہے آپ کو ان سے ایسی رکیک چیز کے لئے نزاع کرنا شان علم کے خلاف ہے۔ بزرگوں نے تو یہاں تک کیا ہے کہ مکان میں چور آئے اور ان کو خبر بھی ہوگئی لیکن وہ خود قصداً سوتے بن گئے تاکہ وہ اطمینان سے چوری کر لیں کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ بیچاروں کو احتیاج تھی جب ہی تو چوری کرنے آئے ہیں۔

اگر آپ کی یہ حرکت فتح پور والوں کو معلوم ہوگئی تو فتح پور کی ساری فتح ہزیمت سے بدل جائے گی۔ اب آپ فوراً سابق مدرسہ کے اراکین کو لکھ بھیجئے کہ میرا اب کچھ مطالبہ نہیں اور

یہ ظاہر نہ کیجئے کہ اشرف علی کے کہنے سے میں نے ایسا کیا۔ میری طرف منسوب نہ کیجئے گا ورنہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ مجبور ہوکر دست بردار ہوئے اور جو اثر ہونے والا ہے وہ نہ ہوگا۔ یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ اہل علم میں طبعی ہونی چاہئیں۔ وہ پیسے (روپئے) کے دن رہیں گے؟ اور یہ بات ہمیشہ رہے گی کہ دیکھئے آج کل کے علماء ایسے ہیں اور اگر کسی لیڈر کو خبر ہوگئی تو وہ اس بات کو اچھالیں گے کیونکہ وہ پہلے ہی علماء سے بدگمان ہیں۔ آپ اس بدگمانی کا منشا ان کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ اور لیڈروں کی بھی تو حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ آخر وہ بھی تو امت محمد یہ میں داخل ہیں۔

اس کے بعد حضرت نے ان مولوی صاحب کو خاص طور سے مکرر خطاب کر کے فرمایا کہ اب آپ کو اگر میری تقریر میں کوئی شبہ ہے تو اس کے پیش کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ یہ میری طالب علمانہ تقریر تھی اور آپ بھی تو طالب علم ہیں چونکہ آپ کا مجھ سے تعلیم و تربیت کا بھی تعلق ہے اس لئے درویشی کی حیثیت سے تو مجھے حق ہے کہ میں ایسے امور کے متعلق آپ کو متنبہ کروں اور آپ سے یہ نہ کہوں کہ اگر میری اس تنبیہ میں آپ کو کوئی شبہ ہو تو اس کو آپ مجھ سے رفع کر لیں مگر چونکہ آپ طالب علم بھی ہیں اس لئے طالب علم کی حیثیت سے آپ کو چون و چرا کرنا چاہئے اور اپنے شبہات رفع کر لینا چاہئے میں اس کا جواب دوں گا میں آپ سے زبردستی نہیں منواتا۔

اس پر ان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بالکل سمجھ میں آ گیا اور حقیقت بالکل واضح ہوگئی اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ بس جب حقیقت واضح ہوگئی تو اب آپ آج ہی کارڈ لکھ بھیجئے کہ پہلے میں نے تامل نہیں کیا تھا اب تامل کے بعد شرح صدر ہوگیا۔ میں یوں بھی نہیں کہتا کہ آپ اس اطلاع میں اپنے نقص کا اظہار کریں کیونکہ اس میں آپ کی اور اہل علم کی اہانت ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے جب سے سنا تھا قلب پر بہت گرانی تھی اس لئے میں نے نہ

اس وقت مجمع کی پرواہ کی نہ آپ کے والد کی پرواہ کی کہ وہ سنیں گے کیونکہ وہ بھی اس وقت یہاں موجود ہیں اور سنانے کیلئے ہی تو میں نے یہ بات کہی تھی۔ یہ سب تعلیمات فقط بزرگوں کی برکت ہے ورنہ میں کیا چیز ہوں۔

اس تنبیہ کے بعد حضرت اقدس نے غالباً ان کو کچھ منشرح کرنے کی غرض سے مزاحاً فرمایا کہ سنا ہے کہ چھوٹے قد کے آدمی بڑے عقلمند ہوتے ہیں۔ آپ کا قد بھی چھوٹا ہے اور پھر بھی عقلمندی کے خلاف بات کی۔ پھر فرمایا کہ خیر آپ کی بدولت دوسرے لوگوں کو بھی دین کے علم کا نفع ہوگیا۔ میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ غیر واجبات مثلاً ترکِ حق واجبات ہو گئے لیکن بعض غیر واجبات مستحبات تو ہیں چنانچہ یہ باتیں جن کی میں ترغیب دے رہا ہوں مستحبات و مستحسنات ہیں۔ مگر مستحبات عوارض کی وجہ سے واجب ہی کے قریب ہوجاتے ہیں اور یہ میں حدیث سے ثابت کر ہی چکا ہوں کہ محض سببیتِ خیر سے بدون مباشرت اور نیت کے بھی اجر ملتا ہے۔ پس یہاں بھی گو اس ترک میں نیت اجر کی نہ ہو مگر یہ جب سبب بن گیا اعزاز دین کا تو اس اعزاز کا ثواب اس کو ملے گا۔ پس ہم تو کیا چیز ہیں کہ قابل عزت ہوں مگر دین کی عزت کے خیال سے ہم لوگوں کو ایسی وضع اختیار کرنی چاہئے کہ جس سے اہل علم کے متعلق لوگوں کو سوءِ ظن پیدا نہ ہو بلکہ یہ دیکھ لیں کہ علماء ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا یہ مذہب ہے ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی
بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

پھر حضرت اقدس حکیم الامت نے کچھ دیر توقف فرما کر انہیں مولوی صاحب سے جو اس طویل تقریر کے مخاطب تھے فرمایا کہ اگر یہ تقریر پسند ہو تو اس کو عمر بھر ہی کے واسطے پلے باندھ لیجئے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ غالب احوال میں تو دنیا بھی ملے گی اتنی کہ سمیٹے نہیں سمٹے گی اور نہ بھی ملے تو کیا ہے۔ یہ تو اس حال میں بھی ناکام نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انگریزی خوانوں کو تو معاش نہ ملنے پر بھی حسرت ہے کہ ڈپٹی نہ ہوئے منصف نہ ہوئے کیونکہ ان کا اصل مقصود یہی

تھا جس کے نہ ملنے پر حسرت لازم ہے۔ بخلاف مولوی کے کہ اس کو کوئی حسرت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اسے کوئی اس قسم کی امید ہی نہ تھی اس نے محض دین کے واسطے علم دین حاصل کیا جو ہر حال میں اس کو مل گیا، اس لئے اس کو اگر ایک پیسہ بھی نہ ملے تو جو اس کا اصل مقصود تھا اس سے تو محرومی نہیں یعنی دین تو ہے اسے پھر حسرت کہاں اس لئے اگر دنیا نہ بھی ملے تب بھی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہئے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

زرد نقرہ چیست تامفتوں شوی

چیست صورت تاچنیں مجنوں شوی

پھر فرمایا کہ میں تو علماء کے لئے دنیا طلبی کو یہاں تک ناپسند کرتا ہوں کہ یہ جو تقرر کے وقت تنخواہ کی مقدار میں کمی بیشی کی گفتگو ہوتی ہے یہ بھی علم کی شان سے گری ہوئی بات معلوم ہوتی ہے، اگر تنخواہ اتنی کم ہو کہ اپنی گذر نہ ہو سکے تو بجائے اس کے کہ تنخواہ بڑہانے پر اصرار اور قیل وقال کی جائے خاموشی اختیار کرے اور عذر کر دے، لیکن اس قیل وقال کو بھی ناپسند کرتا ہوں۔

اور حقیقت میں تعلیم دین کی خدمت تو خود ہمارے ذمہ ہے یہ عوام کا احسان ہے کہ تعلیم دین کی خدمت کا معاوضہ بھی وہ دیتے ہیں اگر خدا دے تو ہمیں خود روپیہ دے دے کر دوسروں کو تعلیم دینا چاہئے، نہ کہ ان سے ذرا ذرا سے مطالبات پر جنگ کرنا یا تنخواہ کے تعین پر قیل وقال کرنا، اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہر شئی میں ایک خاصیت ہے استغناء عن الدنیا کے اظہار میں چاہے دنیا طلبی ہی کی نیت سے ہو یہ خاصیت ہے کہ اس سے دنیا دوڑ کر اس کی طرف آتی ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا میں کبھی کسی کو خطاب خاص نہیں کیا کرتا لیکن چونکہ ان سے علاقہ اولاد کا سا ہے اس لئے میں ان سے جو کچھ کہنا چاہتا تھا بے تکلف کہہ دیا۔

(ملفوظات حکیم الامت ص ۳۰۲ تا ص ۳۱۲ مختصراً ج ۴ قسط ۳)

فتح پور مدرسہ اسلامیہ کی نوعیت

اور حضرت والا کا اصلاحی کارنامہ

مدرسہ اسلامیہ فتح پور کی نوعیت عام دینی مدارس سے کچھ مختلف تھی، یہاں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کا نظام بھی کالج کی شکل میں تھا اور وسیع پیمانہ پر تھا گویا دین کے ساتھ دنیاوی تعلیم کا بھی نظام تھا، لیکن بدقسمتی سے دنیاوی تعلیم دینی تعلیم پر اور کالج مدرسہ پر غالب آرہا تھا، خالص دینی مدرسہ کی جو شان اور اس کے جو اوصاف وامتیازات ہوا کرتے ہیں رفتہ رفتہ ان میں کمی آتی جارہی تھی اور غیر شعوری طور پر کالج اور اسکول کی تہذیب دینی مدرسہ کی اسلامی تہذیب اور سادگی پر غالب آتی جارہی تھی، اس خطرہ کا احساس اور اس کا نقصان اس وقت کے بعض اہل علم کو پوری طرح ہو چکا تھا جس کے لئے وہ فکرمند تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے خلیفہ جناب مولانا عبدالحق صاحب کوٹی اس وقت مدرسہ میں استاد تھے اور اصلاحی کوششیں بھی ان کی طرف سے برابر جاری تھیں لیکن معاملہ اتنا آگے بڑھ چکا تھا کہ قابو میں نہ آسکا اور ان کی وہ اصلاحی تدابیر پورے طور پر مؤثر نہ ہوسکیں۔ حضرت مولانا سراج الحق صاحب مچھلی شہری بھی اس وقت فتح پور شہر میں مقیم تھے اور وہ بھی اس سلسلہ میں فکرمند تھے۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ کے تشریف لانے کے بعد درس نظامی کی بعض بڑی کتابیں شرح وقایہ وغیرہ آپ کو پڑھانے کے لئے دی گئیں، ایک طرف آپ طلبۃ کو علم دین پڑھاتے تھے دوسری طرف ان کی تربیت کی طرف خاص نگاہ رکھتے تھے، بعض عادتیں اور تہذیبیں جو اس وقت کالج کے قرب وجوار اور اس کے اثر سے مدرسے میں آگئیں تھیں حضرت والا نے ان کی اصلاح فرمائی، کالج کے طرز پر میز کرسی پر درس نظامی کی تعلیم ہوتی تھی مولانا

عبدالحق صاحب کوٹی جس کی اصلاح میں لگے ہوئے تھے اور اب تک اس میں ناکامی تھی حضرت والا کی تشریف آوری کے بعد بہت جلد اس کی اصلاح ہوگئی اور مدرسہ کی سادی معاشرت کے مطابق نیچے بیٹھ کر تعلیم ہونے لگی۔غالبًا یہی وہ زمانہ ہے جس کی بابت مشہور ہے کہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی بیماری کی وجہ سے درمیان سال میں مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے آئے تھے اور کچھ دنوں کے لئے حضرت مولانا ابرارالحق کے درس میں سماعت کی غرض سے فتحپور تشریف لائے تھے۔

حضرت والا اس وقت بھی اپنے مزاج کے مطابق بہت سے منکرات پر نکیر اور سنتوں کی ترویج کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے تھے۔غلط باتوں پر روک ٹوک بھی کرتے تھے، بہت سی باتیں اور انداز لوگوں کو ناگوار بھی گذرتا تھا لیکن آپ اس کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔

فتح پور اور اس کے اطراف میں حضرت کی اصلاحی وتبلیغی کوششیں

ہمارے جتنے اکابر گذرے ہیں عموماً وہ سب ایسے تھے کہ مدارس سے متعلق ہونے کے باوجود امت کی اصلاح کی طرف سے غافل نہ رہتے تھے،ضرورت وحالت کے مطابق مدارس سے منسلک رہنے کے ساتھ دین کی دوسری خدمات بھی انجام دیتے تھے وہ مدرسہ کو جزیرہ نہیں بنانا چاہتے تھے۔

محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ کا معاملہ بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھا ایک طرف تو آپ مدرسہ میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے،لیکن اس کے ساتھ امت کا درد بھی دل میں تھا اوران کی اصلاح کی طرف سے آپ برابر فکر مند رہتے تھے اور مناسب اصلاحی اور تبلیغی کوششیں بھی فرمایا کرتے تھے،آپ مختلف علاقوں اور اطراف کے دیہاتوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے،لوگوں کی دعوتوں کی بناپر پروگرام میں بھی شریک ہوتے،قرب وجوار کی مساجد اور محلوں کا گشت بھی فرماتے الغرض تبلیغی واصلاحی مزاج حضرت کا اس وقت بھی تھا۔

احقر کے استاد حضرت مولانا سید نفیس اکبر صاحب ہنسوہ فتح پور کے رہنے والے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ''میں جب مدرسہ اسلامیہ فتح پور پڑھنے گیا تھا اس وقت مولانا مدرسہ سے جا چکے تھے البتہ ان کے تذکرے اور کارنامے سنا کرتا تھا مجھے یاد ہے کہ فتح پور سے ہنسوہ دینی پروگرام کے تحت حضرت تشریف لائے تھے۔ تقریر بھی فرمائی تھی میں اس میں شریک تھا لیکن لوگوں میں بد دینی اور خودداری کا اس قدر غلبہ تھا کہ لوگ حضرت کے وعظ میں شریک نہ ہو سکے بہت تھوڑے لوگ تھے''۔

الغرض تعلیم وتدریس کے ساتھ حضرت والا کی تبلیغی کوششیں مدرسہ اور شہر واطراف میں جاری تھیں، اور حضرت اپنے مزاج کے مطابق اس وقت بھی منکرات پر نکیر فرماتے تھے جو بعضوں کو گراں بھی گذرتا تھا لیکن حضرت اس کی پرواہ کئے بغیر اپنا کام کئے جاتے تھے۔ اور حکیم الامتؒ کے فرمان کے مطابق وعظ وتقریر اور تبلیغ وتذکیر کا سلسلہ حسب معمول کانپور کی طرح فتح پور میں بھی جاری رہا۔

حضرت اقدسؒ کے شاگرد جناب قاری ظہیر الاسلام نے احقر کے استفسار پر فرمایا کہ ''حضرت مولانا نے پورے شہر کو دعوت وتبلیغ کا میدان بنایا، محلّہ محلّہ اور گھر گھر جا کر وعظ فرماتے تھے، گھروں میں عورتوں میں اصلاحی بیانات آپ کے کثرت سے ہوتے تھے، چنانچہ رسومات کی اصلاح میں حضرت مولانا کے بیانات کا بڑا دخل ہے''۔

ایک بڑا کارنامہ

ایک بہت بڑا کارنامہ حضرت مولاناؒ کا یہ ہے کہ پورے شہر فتح پور کو مولانا نے تجوید کے مطابق قرآن پاک پڑھنے کی طرف توجہ دلائی، مولانا کی تشریف آوری سے قبل پورے علاقہ اور خود مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں بھی قرآن پاک تجوید کے مطابق پڑھنے کا رواج نہ تھا، الا ماشاء اللہ آپ نے اس سلسلہ میں بڑی کوشش فرمائی، آپ کی مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں نہ

صرف مدرسہ اسلامیہ فتحپور بلکہ مدرسہ کے واسطے سے پورے علاقہ میں تجوید کے مطابق قرآن پاک پڑھنے کا رواج ہوگیا، آپ کی محنت کے نتیجہ میں مدرسہ اسلامیہ کے پڑھے ہوئے طلبہ جس مدرسہ اور جن مساجد کے ذمہ دار اور امام مقرر ہوئے وہ سب بھی تجوید کے مطابق قرآن پاک پڑھنے والے تھے، اسی وقت سے علاقہ کی مساجد میں صحیح قرآن پاک پڑھنے والے اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہونے لگی، یہ مولانا کی دین ہے کہ آج مدرسہ اسلامیہ فتحپور اور شہر کے تمام علماء اور مساجد کے ائمہ ومؤذنین اور مدرسوں کے مدرسین تجوید کے مطابق قرآن پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، آج جو قرآن شریف صحیح پڑھا جارہا ہے یہ سب مولانا ہی کا طفیل ہے۔ حضرت مولانا عبدالوحید صاحبؒ صدر مدرس اسلامیہ فتحپور اپنی کتاب حیات ظہورالاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

''تعلیمی نظام بھی اللہ نے درست فرمادیا، پہلے حضرت مولانا عبدالحق صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ کئی سال رہے، پھر بحرین جانے کی وجہ سے یہاں سے تشریف لے گئے تو ان کی جگہ پر حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ تشریف لے آئے کئی سال تک ان کا فیض جاری رہا، قرآن پاک کی صحت کا انہوں نے خاص اہتمام فرمایا اور ان کی توجہ سے یہاں قرآن پاک صحیح پڑھا جانے لگا۔ فتحپور ہی کے دوران تعلیم ان کو حضرت مولانا تھانویؒ سے خلافت ملی، اور یہیں کے قیام کے زمانہ میں حضرت تھانویؒ کا وصال ہوا، اپنے والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد انہوں نے مدرسہ سے علحدگی اختیار کرلی اور مستقل قیام ہردوئی میں فرمایا اور اب ان کا فیض وہاں سے جاری ہے، اللہ تعالیٰ باقی رکھے'' آمین۔ (حیات ظہورالاسلام ص ۴۴۸)

مدرسہ کے بعض ذمہ داروں نے احقر کے استفسار پر دفتر سے تحقیق کے بعد فرمایا کہ مولاناؒ نے مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں تین سال کا وقت گذارا ۱۹۴۱ء ۱۹۴۲ء ۱۹۴۳ء تین سال کے عرصہ میں فتحپور میں حضرت کا بہت فیض ہوا۔

باب ۴

اشرف المدارس کا قیام

مدرسہ اسلامیہ فتح پور سے علیحدگی اور اشرف المدارس کے قیام کے تکوینی اسباب

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ اپنے شیخ مربی کے مشورہ کے مطابق اب تک مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں تدریسی خدمت انجام دینے کے ساتھ اپنے خصوصی مزاج کے مطابق اصلاح وتربیت کا بھی کام انجام دیتے رہے، معروفات کی ترغیب، منکرات پر نکیر، مسائل کی تحقیق سنتوں کی ترویج کی فکر شروع ہی سے آپ کو رہی چنانچہ مدرسہ اسلامیہ فتح پور کے قیام کے زمانہ میں کتنی نامناسب باتوں کی طرف آپ نے توجہ دلائی، اسی وقت حضرت کے دل میں یہ داعیہ بھی پیدا ہوا کہ اپنے وطن شہر ہردوئی میں چھوٹا سا ادارہ قائم کروں جس میں پوری آزادی کے ساتھ تعلیم کے ساتھ تبلیغ اور اصلاح وتربیت کا کام کرسکوں، اس کے بغیر پوری آزادی سے کام کرنا مشکل ہے۔ اسی مدت میں حضرتؒ کے والد ماجد اس دار فانی سے رحلت فرما گئے اور تکوینی طور پر ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ آپ نے فتحپور سے علحدہ ہوکر وطن میں مدرسہ قائم کرنے کو ترجیح دی۔

مدرسہ اسلامیہ شہر فتح پور کی واقعی خوش قسمتی سمجھئے کہ اس سرزمین کو حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ اور مولانا صدیق احمد صاحب باندوی جیسی شخصیتیں نصیب ہوئیں، ایک عرصہ تک حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی نے بھی اسی مدرسہ میں رہ کر شہر فتح پور کو اپنا

مسکن بنا کر یہاں کے لوگوں کو فیض پہنچایا ہے۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کی شخصیت بلاشبہ اہل فتح پور کے لئے نعمت عظمیٰ تھی لیکن اس خوش قسمتی کے ساتھ یہ بدنصیبی کہئے کہ ان اولیا و مصلحین امت کی جیسی قدر کرنی چاہئے نہیں کر سکے، نعمت کی ناقدری کا وبال اور نتیجہ جو ہوا کرتا ہے کہ ناقدری کے نتیجہ میں نعمت چھین لی جاتی ہے۔ قدرۃً وہ نتیجہ یہاں بھی سامنے آیا، اور اس وقت یہ مصلحت بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ چونکہ اللہ رب العالمین کو آپ کی ذات سے بہت بڑا کام لینا تھا اور اللہ تعالیٰ کو جس سے جو کام لینا ہوتا ہے اسی کے مطابق اسکے اندر صلاحیت بھی پیدا فرما دیتا ہے۔ اس مصلحت و حکمت سے تکوینی نظام کے تحت منجانب اللہ آپ کو مختلف مدارس کی سیر کرائی گئی، مختلف المزاج لوگوں سے اور نااہلوں سے بھی آپ کا سابقہ پڑا، تا کہ ہر نوع کے آپ کو تجربے ہو جائیں اور مدارس کے لائن کی کافی بصیرت آپ کو حاصل ہو جائے، اور لوگوں کی بداطواریاں و بدعنوانیوں کا بھی پتہ چل جائے، اور اس ضمن میں آپ کے نفس کی اصلاح بھی ہو جائے۔ صبر و حلم کظم غیظ اور تواضع جیسی صفات راسخ اور پختہ ہو جائیں جو ایک دینی کام کرنے والے کے اندر ہونا ضروری ہے۔

اشرف المدارس کے قیام کے وقت ہردوئی واطراف کی حالت

شہر ہردوئی قدیم آبادی ہے لیکن یہاں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے، پورے شہر میں اس وقت گنتی کی چند مسجدیں تھیں۔ جب کہ ماشاءاللہ آج کثیر تعداد میں ہیں اور کسی مسجد میں باطل کا زور نہیں۔ حضرت اقدسؒ کی تشریف آوری کے وقت یہ چند مساجد بھی ہدایت سے خالی اور مصلین سے ویران تھیں، پورے علاقہ میں جہالت و بدعت کا غلبہ تھا، دین صرف چند رسوم کا نام رہ گیا تھا، ان مساجد کے ائمہ و مؤذنین کی ظاہری دینداری عرف و رواج کے مطابق

تیجہ چالیسواں تک محدود تھی اوران کا مقصود بھی معمولی تنخواہ اورمخصوص نذرانوں کے سوا کچھ نہ تھا، کتاب وسنت کی بات صحیح معنی میں نہ کوئی سننے والا نہ سنانے والا، مدرسہ اسلامیہ انجمن میں بچوں کی دینی تعلیم کا نظام ضرور قائم تھا لیکن کامل تجوید کے مطابق نہ تھا،تھوڑا بہت قرآن پاک روانی سے پڑھ لینے کولوگ بہت کافی اور بڑی معراج سمجھتے تھے، زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق اتباع سنت واحیاء سنت کا تو کوئی چرچا ہی نہ تھا ، یہ تھی اس وقت شہر ہردوئی واطراف کی عمومی حالت ۔

اشرف المدارس کا قیام

حضرت اقدس تھانویؒ کے مشورے کے مطابق ۱۳۶۲ھ میں آپ نے ہردوئی میں اشرف المدارس کی بنیاد ڈالی، اس میں سب سے زیادہ قابل لحاظ حضرت کے نزدیک یہ بات تھی کہ یہاں پر پوری آزادی کے ساتھ کام کرسکوں گا، آپ کے پیش نظر صرف تعلیم وتدریس ہی نہیں تھی بلکہ آپ تعلیم وتدریس کے ساتھ تبلیغ اور دعوۃ الحق کا باقاعدگی سے کام کرنا چاہتے تھے، وہ دعوۃ الحق جس کی تشکیل حضرت اقدس تھانویؒ فرما چکے تھے،آپ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق اس کام کوآگے بڑھا کراس کوفروغ دینا چاہتے تھے۔

چند سال کے عرصہ میں مختلف مدارس میں رہ کر مختلف قسم کے لوگوں سے آپ کا سابقہ پڑچکا تھا،طلبہ کی بے راہ روی، قرآن پاک کے سلسلہ میں ہونے والی مختلف کوتاہیاں لوگوں کی سنن نبویہ سے دوری اور بیزاری آپ کے سامنے تھی اسلئے آپ ایک ایسا ادارہ قائم کرنا چاہتے تھے جس میں قرآن پاک کواس کے حقوق کی پوری رعایت اور تجوید کے ساتھ پڑھایا جائے ،تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت اوران کی وضع قطع پر خاص نگاہ رکھی جائے، ان کو سنن نبویہ کا عادی بنایا جائے ۔لیل ونہار اور مختلف اعمال واوقات کی سنتیں ان کو یاد کرائی جائیں، اس طرح سنن نبویہ کا عام چلن اوراس کا احیاء ہواوراس کے ساتھ ساتھ وہ آپ کا تعلیمی ادارہ طالبین ومسترشدین کے لئے ایک آباد خانقاہ بھی ہوجس کے چشمہ فیض اشرف

سے لوگ سیراب ہوں۔

آپ صرف محدود پیمانہ پر ایک مکتب اور مدرسہ نہیں قائم کرنا چاہتے تھے بلکہ عمومی اصلاح کے لئے آپ پورے علاقے کے لئے ایک ایسا دینی علمی تبلیغی اصلاحی مرکز قائم کرنا چاہتے تھے جس سے مندرجہ بالا مقاصد اچھی طرح پورے ہوسکیں، ان مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ آپ ہردوئی میں قائم شدہ انجمن جس میں ایک مکتب بھی چل رہا تھا اس میں دخل اندازی کی کوشش فرماتے اور اسی انجمن کو اپنا مرکز بنا کر جملہ مقاصد کی تکمیل فرماتے، اور یہ مشکل بھی نہ تھا کیونکہ اس انجمن کے ذمہ دار اور صدر حضرت اقدس کے والد ماجد ہی تھے اور حضرت والا کی شخصیت آپ کا تقوی وتدین اور سلامتی طبع سب پر عیاں تھی جس کی وجہ سے اس کے حصول میں کوئی دشواری بھی نہ ہوتی، لیکن اس کے باوجود آپ نے اس کو ترجیح نہ دے کر اپنا مستقل ادارہ قائم کرنے کو ترجیح دی جس میں اپنا ہی پورا اختیار ہو کسی اور کے عمل دخل کی گنجائش نہ ہو، اللہ کی طرف سے آپ کے دل میں اسی بات کا القاء کیا گیا تھا۔

نقطۂ عروج

قیام مدرسہ کے سلسلہ میں آپ کا نقطۂ نظر اور نقطۂ عروج وہی تھا جس کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک بڑے عالم دین حضرت مولانا سید صدیق احمد کی وفات پر تعزیتی جلسہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ:

’’پھر اس کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر انہوں نے اپنے وطن ہی کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا اور مدرسہ قائم کیا: صرف قائم ہی نہیں کیا، بلکہ مدرسہ کے ساتھ انہوں نے عام مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کی اصلاح وتربیت اور اس کی دعوت کو اپنا فرض سمجھا اور یہی مدارس کی حقیقت اور ان کا اصل فریضہ ہے اور یہی مدارس کے نظام میں شامل ہے کہ مدارس جزیرہ نہیں بن سکتے، جو مدارس جزیرہ بن جاتے ہیں وہ ڈوب جاتے ہیں۔ مدارس کے لئے ضروری ہے کہ وہ باہر

سے اپنا تعلق رکھیں اور یہ سمجھیں کہ باہر کی فضا اور باہر کا ماحول اگر ٹھیک نہ ہوا تو ان مدارس کا بھی قائم رہنا مشکل ہوگا، ایک جزیرہ بن کے نہیں رہ سکتے، کوئی بھی چیز دنیا میں جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتی، جب تک کہ وہ اپنے اثرات کو پھیلائے نہیں اور ایسا ماحول نہ پیدا کریں جو اس کے لئے مناسب ہو، اس کے لئے مفید ہو۔

حضرت مولانا کی بصیرت وشرح صدر اور توفیق الٰہی کی بات تھی کہ انہوں نے دونوں کام ایک ساتھ شروع کیے، ایک طرف مدرسہ اور دوسری طرف آس پاس کی بستیوں سے، اس کے شہروں سے رابطہ قائم کرنا اور بار بار جانا اور دعوت کا کام کرنا اور دینی جلسوں میں شریک ہونا اور ان کو صحیح عقیدہ اور اصلاح نفس کا پیغام دینا۔'' (حیات صدیق ص ۱۱۳)

بس اسی نقطہ نظر اور اسی فکر اور لگن کے ساتھ آپ نے اشرف المدارس کی ابتداء فرمائی۔ جس میں ایک طرف تو یہ مقصد آپ کے پیش نظر تھا کہ قرآن پاک کی صحیح تعلیم جو تجوید کے موافق ہو، اس کو عام کیا جائے، اور طلبہ کی تعلیم کے ساتھ صحیح تربیت بھی ہو اور اس کے ساتھ دعوت وتبلیغ اور اصلاح وارشاد کا بھی سلسلہ جاری رہے چنانچہ الحمدللہ اپنے مقصد میں آپ کامیاب رہے، ایک طرف تو آپ نے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مکتب اور درجہ حفظ کا شعبہ قائم فرمایا دوسری طرف اس کے ساتھ دعوۃ الحق کی بنیاد ڈالی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، اور مدرسہ کو جزیرہ نہ بنا کر اور خود گوشہ نشینی نہ اختیار فرما کر پورے علاقہ میں گاؤں گاؤں، قصبات اور شہروں میں گھوم پھر کر دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا۔

علاقہ میں آپ نے کس طرح کام کیا

ایسے ماحول میں جب کہ چاروں طرف جہالت وبدعت کا بازار گرم تھا، ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ایسے وقت میں آپ نے بڑی حکمت عملی اور دور اندیشی سے کام لیا، پہلے آپ نے پورے علاقہ کا جائزہ لیا، حالات پر نظر ڈالی اور غور فکر کیا کہ ان حالات میں کس طرح

کام کیا جا سکتا ہے اور کس نہج پر کام کر کے پورے علاقہ میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔
آپ کا سابقہ جاہلوں بددینوں اور بدعتیوں سے پڑا تھا جو نہ آپ کے معتقد تھے نہ حسن ظن رکھتے تھے نہ محبت کرتے تھے، ایسے ماحول میں کام کرنا واقعی بڑی دور اندیشی اور حکمت عملی کا تقاضہ کرتا ہے، چنانچہ اس کے لئے سب سے پہلے آپ نے تعلق مع اللہ، انابت الی اللہ اور دعاء وابتہال کا سہارا لیا، اللہ تعالیٰ سے خوب خوب دعائیں کیں اور پورے اخلاص وہمت کے ساتھ رضاء حق کے واسطے آگے قدم بڑھایا اور مثبت انداز میں حسن اخلاق وتواضع کے ساتھ اپنے کام کا آغاز فرمایا، حق بات پہنچانے اور سنت کو عام کرنے کے لئے آپ نے نرمی سے یہ تو فرمایا کہ یہ طریقہ سنت ہے اس کو اختیار کرنا اور رواج دینا چاہئے، اس کے خلاف جو طریقہ ہے وہ سنت نہیں بلکہ خلاف سنت ہے، اس کو آپ نے بدعت، ناجائز اور حرام کہنے سے احتراز فرمایا، کبھی آپ نے کسی کے انفرادی یا اجتماعی عمل کو یا کسی ادارہ وتنظیم کو طعن وتشنیع اور تنقید کا نشانہ نہیں بنایا، نہ ہی کبھی بحث مباحثہ میں اپنا وقت ضائع فرمایا، نہ مناظرانہ انداز اختیار فرمایا بلکہ ہمیشہ مثبت انداز میں بات پہنچانے کی کوشش کی، مخالف سے قیل وقال بحث ومباحثہ اور مناظرۃ سے ہمیشہ احتراز کیا، پوری زندگی میں ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے مروجہ طریقہ کے مطابق اپنے مخالفین سے مباحثہ یا مناظرہ کا انداز اختیار فرمایا ہو، مخالفت کے ماحول میں بھی آپ نے مثبت انداز میں اپنی بات پہنچا کر ہمیشہ صبر وسکوت کو اپنا معمول بنایا۔

محلوں کے گشت اور گوشہ نشینی سے احتراز

ہردوئی اور اس کے اطراف میں جب آپ نے کام شروع کیا ہے اس وقت آپ کے قویٰ مضبوط تھے، صحت بھی اچھی تھی، پیدل سفر کرنے کے خوب عادی تھے آپ نے مدرسہ وخانقاہ قائم کر کے مدرسہ کو جزیرہ بنا کر گوشہ نشینی اختیار نہ فرمائی تھی، بے شک یہ بھی ممکن تھا کہ خانقاہ آباد کر کے آپ شیخ وقت بن کر مسند مشیخت پر جلوہ افروز ہو کر مرجع خلائق بن جاتے کیونکہ بہرحال

آپ حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کے آخری خلیفہ ومجاز بیعت تھے، قرب جوار کے نہیں دور دراز سے لوگ استفادہ کی غرض سے جوق در جوق حاضر ہوتے، لیکن آپ کے دل کو تو کچھ اور لگی ہوئی تھی، آپ تو تمام مساجد کو ہدایت سے آباد اور سنتوں سے منور کرنا چاہتے تھے، آپ لوگوں کو بدعت اور جہالت کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت وسنت کی روشنی میں لانا چاہتے تھے، آپ تجوید کے مطابق قرآن پاک کی تعلیم کو عام کرنا چاہتے تھے، آپ بھٹکے ہوئے لوگوں اور بہکے ہوئے قلوب کو راہ راست پر لانا چاہتے تھے، آپ پیغام حق کی صدا مدرسہ کی چہار دیواری سے آگے گھر گھر در در پہنچا کر اسے عام کرنا چاہتے تھے، اس کے لئے آپ نے محنتیں کیں مشقتیں برداشت کیں، بھوکے پیاسے رہے سائیکل چلا کر بھی محلوں کا گشت کیا اور پیدل چل کر بھی مختلف مساجد میں جا کر اپنی بات پہنچائی۔

مختلف مساجد میں پروگرام

آپ نے شہر کی ساری مسجدوں سے رابطہ رکھا اور بغیر کسی کی دعوت کے آپ خود مسجدوں میں تشریف لے جاتے تھے، اور بغیر کسی پروگرام کے آپ خود ہی پروگرام بنا لیتے تھے، نماز کے بعد تھوڑی دیر لوگوں کو روک لیتے اور دین کی باتیں سنا کر چلے آتے، لوگوں سے ملاقاتیں بھی کرتے تھے ملاقات اور آمد ورفت کی کثرت سے لوگ بھی مانوس ہوگئے اور حضرت اقدس سے ربط رکھنا شروع کیا، مدرسہ سے تعلق بڑھایا اپنے بچوں کو مدرسہ میں پڑھنے کے لئے بھیجنا شروع کر دیا۔

حضرت اقدس کا مختلف مساجد میں تشریف لے جانے کا معمول برابر رہا، ہر جگہ کے حالات موافق ہی نہیں ہوتے بعض موقعوں پر ناخوشگوار حالات بھی پیش آتے لیکن آپ صبر وسکوت سے برداشت کرتے، مباحثہ ومناظرہ ہرگز نہ فرماتے، مساجد میں جاتے تو بڑا بننے، اور امام بننے کی خواہش ہرگز نہ فرماتے، بلکہ مقررہ امام نماز پڑھاتا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھتے اور نماز کے بعد دین کی مختصر بات کہہ کر واپس آجاتے۔

ایک واقعہ

ایک مرتبہ ایک مسجد میں تشریف لے گئے امام مسجد نے خطرہ محسوس کر کے فوراً مصلیٰ کی جگہ سنبھال لی کہ کہیں یہ مولوی صاحب مصلےٰ پر قابض نہ ہوجائیں، حضرت نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، امام صاحب نے اس کی کوشش کی کہ حضرت والا تقریر بھی نہ کرسکیں، حضرت والا نے اس پر بھی اصرار نہیں کیا بلکہ امام صاحب سے خندہ پیشانی سے ملاقات کی مصافحہ کیا اور حمد وصلوٰۃ یعنی خطبہ کے بغیر ہی باتوں باتوں میں تھوڑی دیر دین کی بات فرمادی اور چلے آئے اور فرمایا کہ دین کی بات پہنچانے کے لئے تقریر کرنا ضروری نہیں، اس طرح بھی دین کی بات پہنچائی جاسکتی ہے۔ آپ کا سابقہ موافق ومخالف ہر ایک سے تھا آپ حکمت عملی کے ساتھ ہر ایک سے ملتے اور اس کی دعوت پر جہاں بلا تا تشریف لے جاتے اور اس کے بلانے کو غنیمت سمجھتے۔

ایک اور واقعہ

ایک مرتبہ ایک شخص آیا کہ مولوی صاحب ہمارے گھر چلو فاتحہ دے دو، آپ نے انکار نہیں فرمایا اس کی دعوت پر آپ تشریف لے گئے اور فاتحہ خوانی سے پہلے آپ نے فاتحہ کی حقیقت اور مسئلہ کی وضاحت اچھے انداز سے فرمائی، آپ نے مثال دے کر سمجھایا کہ دیکھئے اگر آپ کو ڈاکخانہ کے ذریعہ کوئی خط کسی کے پاس بھیجنا ہو، منی آرڈر کے ذریعہ ڈاک کے واسطہ سے پیسے بھیجنا ہوا گر پتہ غلط ہوگا تو کیا پیسے پہنچیں گے؟ ہرگز نہیں پتہ صحیح ہونا چاہئے ورنہ پہنچیں گے ہی نہیں، اسی طرح ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ میت کو ثواب پہنچایا جاتا ہے اگر وہ طریقہ نہ اختیار کر کے غلط طریقہ سے ثواب پہنچایا جائے تو ثواب نہیں پہنچے گا پھر آپ نے صحیح طریقہ کی تفصیل بیان فرمائی اور ایصال ثواب کر کے واپس تشریف لے آئے۔

الغرض شہر ہردوئی میں اس طرح آپ نے کام کا آغاز فرمایا، ہر وقت کام کی دھن آپ پر سوار تھی جس کے خاطر آپ در بدر مارے مارے پھرتے۔ باعزت مشہور شخصیت کے

بیٹے تھے لوگ تعجب بھی کرتے تھے کہ اتنے بڑے رئیس اور ایسے بڑے نامور وکیل کا بیٹا مارا مارا پھرتا ہے اور اس نسبت کی وجہ سے لوگ ایک حد تک لحاظ بھی کرتے تھے، بڑے باپ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے خوش دلی سے ملاقات کرتے اور ان کی بات کو غور اور توجہ سے سنتے ،تکوینی طور پر آپ کی قبولیت میں اس کو بھی تھوڑا بہت دخل تھا،مختلف مساجد میں جانے اور دین کی بات سنا نے کا نظام آپ کا آخر عرصہ تک رہا، جب آپ کے قوی ایسے نہ رہے اور مصروفیات بڑھ گئیں تو آپ اپنے مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ کو مختلف مساجد میں بھیجتے تھے،حضرت کے ساتھ مختلف مساجد میں جانے کا اتفاق اور سعادت احقر کو بھی کئی مرتبہ حاصل ہوئی ہے،آئندہ صفحات میں انشاءاللہ اس کا تذکرہ آئے گا۔

مختلف مساجد سے ربط رکھنے اور ان میں جانے کی برکت اور اس کا ثمرہ تھا کہ تمام مساجد میں اہل حق کا غلبہ رہا اور کسی مسجد میں باطل فرقوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوسکا، یہ حضرت کی بڑی کامیابی اور بڑا کارنامہ ہے۔

علاقہ واطراف کے لوگوں پر محنت

کام شروع کرنے کے بعد آپ کی محنت کا میدان شہر ہردوئی کے علاوہ قرب جوار کے علاقے اور قصبات بھی تھے، دور دراز علاقوں دوسرے صوبوں اور ملکوں کے اسفار تو اس وقت تصور اور خیال میں بھی نہ ہوں گے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم نے بیان فرمایا کہ:

''حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ واطراف کے دورے کئے ہیں۔رومال میں روٹی باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے،لوگوں سے ملاقات کرتے تقریر کرتے ضرورت ہوتی تو رات میں قیام کرتے ورنہ واپس آجائے۔کھانا اپنا کھاتے ،اس طرح علاقہ میں مولانا نے کام کیا ہے''۔

قائم کردہ مدرسہ میں بھی آپ نے اپنے علاقہ اور اطراف کے لڑکوں کو داخل کرنے کی کوشش زیادہ فرمائی ورنہ عموماً مدارس میں دیکھا جاتا ہے کہ دور دراز علاقوں کے طلبہ تو فائدہ اٹھاتے ہیں اور اطراف اور اس قصبہ کے لڑکے محروم رہتے ہیں اور اہل مدرسہ ان کو اپنی محنت کا میدان کم بناتے ہیں لیکن حضرت اقدسؒ نے زیادہ تر علاقہ ہی کے لڑکوں کو اپنی محنت کا میدان بنایا یہی وجہ ہے کہ دوسرے صوبوں اور دور دراز علاقہ کے طلبا آپ کے مدرسہ میں کم داخل ہوتے تھے لیکن تکوینی نظام کے تحت اللہ کو منظور یہی تھا کہ حضرت کے مدرسہ کا فیض دور دراز علاقوں اور دوسرے ملکوں تک پہنچے چنانچہ منجانب اللہ کشش کے نتیجہ میں بعد میں گجرات، حیدرآباد، افریقہ، لندن، کے طلبہ بھی آپ کے مدرسہ سے بکثرت فیضیاب ہوئے۔

علاقہ واطراف میں حضرت کے دورے

جن حضرات نے حضرت اقدس کو صرف دور سے یا حضرت والا کا صرف اخیر دور دیکھا ہے بے شک ان کے علم میں صرف اتنی ہی بات ہوگی کہ حضرت اصول وضوابط کے اور اپنے معمولات واوقات کے بڑے پابند تھے، حدود وقیود کی بندش اور شرائط کی پابندی اس درجہ تھی کہ کسی علاقہ میں حضرت کو جلسہ یا دینی پروگرام میں بلانا آسان نہ تھا، لیکن جن حضرات کے پیش نظر حضرت کا ابتدائی دور بھی ہے یا حضرت کو قریب سے دیکھنے سننے اور سمجھنے کا موقع ملا ہے ان کے لئے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ ابتدائی دور میں آپ دعوت وتبلیغ کی غرض سے بکثرت قرب جوار کی بستیوں اور دیگر قصبات میں تشریف لے جاتے تھے، وہاں نہ حدود وقیود کی شرط تھی اور نہ معمولات وشرائط کی پابندی، بلکہ حضرت اقدس مختلف علاقوں اور دیہاتوں میں لوگوں کی دعوت کے بغیر ازخود پہنچ جاتے تھے، اپنے خرچ سے اپنی سواری سے چلے جاتے تھے، اپنے کھانے پینے کا انتظام خود کرکے جاتے دوسروں پر بار نہ ڈالتے تھے، جا کر لوگوں سے ملاقات کرتے، مسجد میں قیام فرماتے، دین کی بات سنا کر واپس تشریف لے آتے، اس طرح

علاقہ کی بکثرت بستیوں اور قصبات میں حضرت کا جانا ہوا ہے، اور اس نسبت پر سفر کرنے میں حضرت اقدس نے بڑی مشقتیں جھیلیں ہیں، راحت دہ سواری کے انتظامات تو بعد میں میسر ہوئے، اللہ کی نعمتوں کی بارش اور فتوحات کے دروازے تو اخیر زمانہ میں کھلے ہیں ورنہ ابتدائی دور حضرت کا بھی بڑی محنت ومشقت کا گذرا ہے، چنانچہ دعوت وتبلیغ کی نسبت پر جو آپ کے اسفار ہوتے تھے پیدل سائیکل کے علاوہ کبھی موٹر سائیکل اور کبھی بیل گاڑی پر بھی ہوئے ہیں۔ ہردوئی کے اطراف کے متعدد قصبات میں احقر کا جانا ہوا، استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ بکثرت ایسا ہوا کہ حضرت ازخود تشریف لے آتے تھے، بعد میں جب حضرت کا فیض عام ہوا مدرسہ کی شاخیں قائم ہوگئیں اس نسبت سے بھی حضرت اقدس ان شاخوں اور مکاتب کے جائزے اور معائنہ کے لئے ازخود پہنچ جاتے تھے۔

اور یوں بھی حضرت کا معمول تھا کہ جب کسی علاقہ سے گذرنا ہوتا اور درمیان میں مسلمانوں کی بستی یا مدرسہ ومسجد پڑتی تو آپ پہلے سے مطلع فرمادیتے کہ فلاں وقت فلاں گاڑی سے گذرنا ہوگا اتنے بجے پہنچوں گا ان حضرات کے لئے حضرت تھوڑا وقت فارغ فرمالیتے، اس علاقہ اور بستی کے لوگ پہلے سے وقت مقررہ پر موجود رہتے اور حضرت مدرسہ یا مسجد میں تھوڑی دیر قیام فرما کر کچھ نصیحتیں اور ہدایتیں فرما کر تشریف لے جاتے، اگر کسی شہر سے گذرنا ہوتا تو متعلقین اہل شہر کو مطلع فرمادیتے کہ فلاں گاڑی سے فلاں وقت پہنچوں گا لوگ اسٹیشن پہنچ جاتے اور حضرت تھوڑی دیر میں بڑی قیمتی اور کام کی باتیں اور مختلف نصیحتیں وہدایتیں فرماتے۔

ایک مرتبہ لال گنج رائے بریلی سے گذرنا ہوا دریافت کیا کہ یہاں کوئی مسجد ہے؟ معلوم کرکے ازخود تشریف لے گئے نام سن کر لوگ جمع ہوگئے حضرت نے تھوڑی دیر بات کی لوگ ناشتہ لے آئے حضرت نے معذرت فرمائی اور آگے تشریف لے گئے لیکن اس کے بعد سے حضرت کی برکت سے وہ مسجد کافی آباد ہوگئی۔

بعض ثقہ احباب نے احقر سے بتایا کہ سائیکل حضرت والا خود چلا کر جاتے تھے چنانچہ بکثرت سائیکل پر سوار ہو کر حضرت نے علاقہ اور اطراف کے دورے کئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بعد میں جیپ گاڑی کا انتظام فرما دیا، آپ نے گاڑی چلانا سیکھا اور اس گاڑی سے اطراف کے دورے ہوا کرتے تھے، جس میں کچھ طلبہ بھی آپ کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے۔

علاقے کے دوروں کی نوعیت

جناب مولانا افضال الرحمٰن صاحب نے احقر سے بیان فرمایا کہ حضرتؒ خود جیپ چلا کر لے جایا کرتے تھے اور بکثرت میرا بھی حضرت کے ساتھ جانا ہوا ہے، حضرت کے مزاج میں انتظام غالب تھا اس لئے جیپ گاڑی میں کھرپی اور پھاوڑا بھی حضرت اس غرض سے رکھتے تھے کہ اطراف اور دیہات کے اسفار میں شاید راستہ نالی وغیرہ کھودنے اور برابر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس وقت کوئی پریشانی نہ ہو اپنے پاس سارا سامان موجود ہو، بعض طلبہ حضرت کے ساتھ ہی سفر میں رہتے تھے، حضرت طلبہ کو گاڑی میں ساتھ لے جاتے اور کسی بھی وقت جہاں مناسب ہوتا اسباق پڑھا دیا کرتے تھے، تبلیغی اسفار کی وجہ سے طلبہ کے اسباق کا ناغہ نہ فرماتے تھے، کبھی طلبہ ساتھ نہیں ہوتے تو حضرت مدرسہ تشریف لا کر طلبہ کو اسباق پڑھاتے تھے، چنانچہ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ کبھی عصر بعد کبھی مغرب بعد کبھی بعد عشاء بھی آپ اسباق پڑھا دیتے تھے اور طلبہ شوق سے پڑھتے تھے، جو اسباق رہ جاتے اور سفر کا وقت آ جاتا تو حضرت اس جماعت کے طلبہ کو ساتھ ہی گاڑی میں بٹھا کر چل دیتے اور راستہ میں کسی جگہ میدان یا مسجد میں پڑھا دیتے، جناب مولانا افضال الرحمٰن صاحب نے بیان فرمایا کہ احقر نے بھی سفر میں حضرت سے اس طرح کئی اسباق پڑھے ہیں اور ساتھ میں جانے کا اتفاق تو کثرت سے ہوا ہے۔''

ایک مرتبہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ باندوی نے گاڑی چلانے کی اہمیت کو

بتلاتے ہوئے فرمایا کہ:

''حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے بھی گاڑی چلانا سیکھا ہے اور بہت اچھی گاڑی چلاتے تھے'' اس سلسلہ میں لوگوں نے حضرت کی کرامت کے بہت سے واقعات بھی نقل کئے ہیں کہ گاڑی اچانک خراب ہوگئی اور خرابی بھی ایسی کہ اس کو اب اسٹارٹ ہی نہ ہونا چاہئے تھا لیکن حضرت کی کرامت گاڑی اسٹارٹ ہوئی چلی ایک منزل تک پہنچی، مستری حیرت زدہ کہ گاڑی اسٹارٹ کیسے ہوگئی، اور چلی کیسے۔

الغرض ایک عرصہ تک حضرت نے اس انداز سے علاقے کے دورے فرمائے ہیں، بعد میں حضرت کے مشفق استاد جناب حضرت اقدس مفتی محمود گنگوہی ؒ نے حضرت اقدس کو احتیاطی تدبیر کے تحت گاڑی چلانے سے منع فرمادیا تھا چنانچہ اپنے استاد کی ہدایت کے مطابق آپ نے گاڑی چلانا موقوف فرمادیا، اللہ پاک نے اپنے فضل سے عمدہ گاڑی اور ڈرائیور کا انتظام فرمادیا۔

مختلف محلوں اور گھروں میں دین پہنچانے کی تدبیر

شہر کے مختلف حصوں اور محلوں نیز اطراف کے مقامات میں تو خود حضرت جا جا کر تبلیغ فرماتے، مختلف بہانوں سے لوگوں سے ملاقات کرتے اور دین کی طرف راغب کرتے، حالانکہ آپ نہ مقرر شیریں نہ خطیب بلیغ نہ خوش الحان واعظ تھے لیکن اللہ نے جیسی بھی آپ کے اندر صلاحیت رکھی تھی بلا کسی تکلف کے سادے انداز سے مختصر دین کی باتیں آپ لوگوں کو سنادیا کرتے تھے، حسب ضرورت اپنے مدرسہ کے اساتذہ کو بھی آپ وقتاً فوقتاً بھیجتے رہتے تھے مردوں میں دین کی بات پہنچانے اور احیاء سنت کا تو آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا۔

لیکن آپ تو مساجد کے علاوہ گھروں میں بھی دین پہنچانا چاہتے تھے اور مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی بلکہ پورے ماحول اور معاشرہ کو دینی بنانا چاہتے تھے، یہ یقینی بات ہے کہ ماحول و معاشرہ کی اصلاح و تبدیلی میں عورتوں کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ اور معاشرہ میں جس

طرح عورتیں اثر انداز ہوتی ہیں مردان سے بہت پیچھے ہوتے ہیں۔ اسلئے عورتوں کی اصلاح کی طرف بھی آپ نے خصوصی توجہ کی اور ایک تدبیر اختیار فرمائی جو ہم سب مدرسہ والوں کے لئے قابل تقلید ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنے مدرسہ کے چھوٹے نابالغ بچے جن کی عمر ۱۰/۱۲ سال سے کم ہوتی چند بچوں کی مختلف ٹولیاں اور جماعتیں بناتے، اور ان بچوں کو محلّہ کے مختلف گھروں اور دوسرے محلوں میں بھیجتے، وہ بچے گھر جاتے جا کر امی جان آپا جان کہہ کر سلام کرتے اور کہتے کہ ہم مدرسہ سے آئے ہیں آپا جان ہمارا کلمہ اور الحمد وغیرہ......سن لیجئے بچے بعد میں کہتے آپا جان، امی جان، دادی جان، آپ بھی سنا دیجئے ...... جو غلطی ہوتی اس کو بتادیتے اس طرح عورتوں میں تھوڑی دیر دین کی باتیں اور دینی مذاکرہ ہو جاتا تھا، بچے سلام کر کے واپس ہو جاتے، ان بچوں کو ہدایت اور سخت تاکید تھی کہ خبردار کوئی کتنا ہی اصرار کرے کھانے اور چائے پانی کو پوچھے ہرگز نہ کھانا نہ پینا، اس طرح پورے استغناء کے ساتھ معصوم بچے معصومانہ انداز اور بھولی زبان سے کلمہ طیبہ اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں اور چھوٹی چھوٹی سورتیں جب پڑھ کر سناتے اور اپنی ماؤں بہنوں سے سنتے تو اس کا ان پر خاص اثر ہوتا دوسرے تیسرے ہفتے پھر بچے پہنچ جاتے اس طرح رفتہ رفتہ بے شمار عورتوں کا کلمہ نماز اور سورتیں درست ہو گئیں اور ان میں دینی جذبہ بھی پیدا ہو گیا۔

شہر کی جملہ مساجد اور پورے علاقہ پر حضرت کی گرفت

حضرت اقدسؒ مدرسہ میں دن ورات طلبہ کی تعلیم وتربیت اور ان کی پوری نگہداشت فرماتے لیکن اس کے ساتھ پورے علاقہ اور شہر پر آپ کی پوری نظر تھی، بعض قریبی تعلق رکھنے والوں نے بتایا کہ حضرتؒ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو قرب وجوار کے کسی نے کسی خطہ اور گاؤں آپ ضرور تشریف لے جاتے تھے، اور دین کی باتیں سنا کر واپس چلے آتے، اس طرح آپ نے پورے علاقہ کا دورہ کیا اور شہر کی جملہ مساجد کو بھی آپ نے اپنی محنت کا محور ومرکز بنایا تھا، چنانچہ شہر

بھر کی جملہ مساجد میں آپ کا اثر تھا اور کوئی مسجد ایسی نہ تھی جو آپ کے دست گرفت سے باہر ہو، رمضان شریف میں آپ اس کا بھی انتظام فرماتے تھے اور کوشش فرماتے تھے کہ شہر کی تمام مساجد میں تجوید کے ساتھ صحیح قرآن سنانے والے حافظ کا نظم کیا جائے ، اس کے لئے آپ خود اپنے مدرسہ کے طلبہ کو مساجد میں بھیجتے تھے، ملک میں آئے دن فسادات ہوتے رہتے ہیں سنگین حالات کے موقع پر آپ اپنے طلبہ کو شہر کی تمام مساجد میں جمعہ کے دن بھیجتے، وہ سب حضرت کا پیغام اور اس وقت کے مناسب ضروری ہدایات لوگوں کو سناتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ شہر ہردوئی میں کبھی ایسے فسادات کی نوبت نہیں آئی جیسا کہ دوسرے شہروں میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔

بسا اوقات حضرت کوئی مضمون تحریر فرماتے تھے جس میں سنگین حالات کے متعلق خصوصی ہدایات ہوتی تھیں کہ ایسے موقع پر مسلمان یہ معمول بنائیں اور جان و مال کی حفاظت کے لئے یہ دعاء اور وظیفہ پڑھیں، لڑائی جھگڑے اور نعرے بازی سے پرہیز کریں، طلبہ کے واسطہ سے شہر کی تمام مساجد میں جمعہ کے دن یہ ہدایات پڑھ کر سنادی جاتیں، پورا شہر اسی کے مطابق عمل کرتا، اسی کا اثر تھا کہ پورے شہر میں سنگین حالات میں بھی امن وامان برقرار رہا، شہر کے حکام کلکٹر ڈی ایم، ایس پی وغیرہ بھی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے چنانچہ جب کوئی ایسی صورتحال پیش آتی تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور امن امان کو برقرار رکھنے کے لئے حضرت سے درخواست کرتے، الغرض اسطرح پورے شہر اور شہر کی تمام مساجد حضرت کے زیر اثر تھیں اور سب حضرت کے حکم کے منتظر اور اشاروں پر چلنے والے تھے، اور یہ بات حضرت کو ایک طویل مسلسل محنت ومجاہدہ کے بعد حاصل ہوئی۔

ظاہری تعمیر کے بجائے باطنی تعمیر کی طرف خصوصی توجہ

مدرسہ قائم کرنے کے بعد حضرت نے اس کی ظاہری عمارت کی طرف بہت زیادہ توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہی زیادہ بڑا مدرسہ بنانے کی اور طلبہ کی بھیڑ جمع کرنے اور تعداد بڑھانے

کی کوشش فرمائی بلکہ تعمیر کے سلسلہ میں ضرورت اور راحت کو پیش نظر رکھا اور استطاعت سے زیادہ یا قرض لے کر کام کرنا پسند نہیں کیا، عمارت ناقص ہے تو ناقص رہنا ہی پسند کیا لیکن حیثیت سے زیادہ اپنے اوپر مشقت ڈالنے کو ناپسند کیا۔

مجھے یاد ہے ایک عالم مفتی صاحب نے احقر کے واسطے سے اپنے مدرسہ کیلئے تعمیری کام کے سلسلہ میں دعاء کی درخواست کرائی، اور ایک منصوبہ بنا کر حضرت کے سامنے اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کیا، حضرت نے فرمایا کہ پہلے سے یہ منصوبہ کیوں بناتے ہیں کہ ایسی عمارت ہونی چاہئے، میرے یہاں بعض کمرے تعمیر ہوئے بغیر پلاسٹر کے کام چلتا رہا بارہ سال بعد ان پر پلاسٹر کرانے کی نوبت آئی تھی، آپ وسائل سے زیادہ مقاصد پر نگاہ رکھتے تھے اور اس میں بھی حیثیت واستطاعت سے زیادہ بوجھ نہ لادتے تھے، جتنی گنجائش ہوتی اتنے طلبہ کا داخلہ لیتے ورنہ واپس فرمادیتے کہ اب گنجائش نہیں۔ حضرت کے مدرسہ کی بعض عمارتیں بالکل خستہ حالت میں نظر آتی ہیں اور حضرت والا کو اللہ نے ایسے وسائل عطا فرمائے تھے کہ ایک اشارہ سے مدرسہ ومسجد کی از سر نو شاندار تعمیر بآسانی ہوجائے، لیکن اخیر اخیر تک حضرت نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ضرورت اور راحت کو پیش نظر رکھا، چونکہ راحت کے ساتھ ضرورت پوری ہورہی تھی کام چل رہا تھا اسلئے کبھی آپ نے بلاضرورت پرانی عمارت کو توڑ کر شاندار عمارت بنانے کا خیال نہیں فرمایا۔

حضرت کی مسجد بھی قدیم انداز کی بنی ہوئی ہے جس کے فرش میں اینٹیں بچھی تھیں درودیوار بھی پرانے انداز کے، حضرت چاہتے تو آسانی سے از سر نو تعمیر فرما کر اس میں سنگ مرمر جڑوادیتے اور حضرت کے لئے کوئی مشکل نہ تھا چنانچہ دیگر مدارس مکاتب اور احباب کو حضرت ہزاروں کی مقدار میں رقمیں تقسیم بھی فرمایا کرتے تھے لیکن اس کی طرف حضرت نے توجہ نہ فرمائی، اور جو حضرات عمارت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس میں اسراف سے کام لیتے ہیں حضرت اس کو ناپسند فرماتے اور ناراض ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی خرچ میں بجائے

ایک کے تین مدرسہ اور تین مسجدیں تعمیر ہوسکتی تھیں، الغرض ظاہری عمارت کے بجائے باطنی عمارت اور اصل مقصود یعنی تعلیم وتربیت کی طرف آپ کی توجہ زیادہ رہتی تھی۔

مدرسہ توکل کی بنیاد پر

حضرت نے اشرف المدارس کی بنیاد اپنی ہی زمین میں ڈالی جو ارض موقوفہ ہے حضرتؒ کے داماد وخلیفہ جناب حکیم کلیم اللہ صاحب نے احقر کے استفسار پر فرمایا کہ ''حضرتؒ کے والد صاحب نے اس پوری زمین کو وقف علی الاولاد فرمایا، جس میں ذکور واناث سب شامل ہیں، اس وقف نامہ میں اس کی صراحت ہے کہ میری اولاد ذکور واناث میں جب تک کوئی باقی رہے گا وہ اس کا مصرف ومستحق ہوگا، جب کوئی نہ باقی رہے اس وقت یہ وقف'' دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور'' اور کچھ حصہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے ہوگا چنانچہ اس وقف علی الاولاد کے مطابق اس زمین کی جتنی آمدنی اور کرایہ آتا ہے وہ سب باقاعدہ حساب کے مطابق تقسیم ہوتا ہے، یہ مدرسہ حضرت اقدسؒ نے اسی موقوفہ زمین میں قائم فرمایا ہے جس کا کرایہ وصول ہوتا ہے یعنی مدرسہ وقف کی زمین میں اجرت کے ساتھ قائم ہے اور مدرسہ وہ اجرت موقوف علیہم کو دیتا ہے جو ان کے مابین تقسیم ہوتی ہے اللہ وعلم۔

عام مدارس کی طرح اس مدرسہ کا چندہ نہ اس وقت ہوا اور اب تک نہیں ہوتا، محض توکلاً علی اللہ کام شروع کردیا گیا، چندہ کی اپیل اور عمومی انداز میں چندہ کرنے سے گریز کیا گیا اور اگر کوئی مخلص ازخود تعاون کرتا تو اس کو قبول کرلیا جاتا، البتہ مدرسہ کے حالات اور اس کی ضروریات کی اطلاع عمومی انداز میں کردی جاتی تھی، چندے کے لئے مستقل سفیر نہ رکھے گئے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ مدرسہ بکثرت مالی بحران کا شکار بھی ہوجاتا، اور اس نوع کی آزمائش سے بار بار اس کا سابقہ پڑتا تھا، حضرت اقدسؒ جب کسی استاد کا تقرر فرماتے تو تنخواہ کی تعیین کے ساتھ یہ بھی وضاحت فرمادیتے کہ یہ وعدہ نہیں ہے حسب استطاعت وگنجائش ہے۔ انتظام نہ ہونے کی صورت میں مطالبہ کا حق نہیں۔

ملک میں افراتفری اور مدرسہ خطرات سے دوچار

ملک کی آزادی کے وقت چاروں طرف ملک میں حالات پُر خطر ہو گئے تھے، کتنے مسلمان ہجرت کر کے پاکستان جا چکے تھے اور کتنوں کے بستر باندھے جا رہے تھے، چاروں طرف سے ہنگامے اور فسادات کی خبریں سننے میں آ رہی تھیں، مسلمانوں کی جان و مال اور ان کی املاک سب غیر محفوظ، مساجد اور مدارس سب خطرے اور سخت نرغے میں تھے، افراتفری کے اس ماحول میں بعض متعصب غیر مسلموں اور حاسد ہندوں کو موقع ملا تھا اور وہ کسی وقت بھی مدرسہ اور مدرسہ کے طلبہ کو نقصان پہنچا سکتے تھے، مدرسہ کے قریب لالہ جی کاشی ناتھ قَدْ بَدَأَتِ البَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ أكْبَر (واقعی بغض ان کے منھ سے ظاہر ہو پڑتا ہے، اور جو ان کے دلوں میں ہے وہ بہت کچھ ہے) کا مصداق بنا ہوا تھا۔

اس کو موقع ملا تھا حسد کی آگ بجھانے اور پرانی عداوت کا انتقام لینے کا، وہ شہر کا وجیہ اور صاحب اقتدار رئیس تھا اس کے اشاروں پر لوگ چلتے تھے، وہ مسلمانوں کا پکا دشمن اور مدرسہ کا بدخواہ حضرت اقدس کا بڑا حاسد تھا، اور حسد کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص چونکہ نہایت بارعب اثر رسوخ والا تھا، حضرت اقدس کے والد ماجد جو وکالت کے بعد جج کے منصب پر فائز تھے، ایک مقدمہ میں جو لالہ جی کے متعلقین ہی میں سے کسی کا تھا حضرت اقدس کے والد ماجد نے انصاف کے مطابق فیصلہ کیا جو اتفاق سے لالہ جی کے بالکل خلاف تھا جسکی اس کو توقع بھی نہ تھی بس اسی وقت سے وہ حضرت کے والد ماجد اور پورے خاندان کا دشمن بن گیا، مسلمانوں کے خلاف دوسری قوموں اور پارٹیوں کو ورغلانے فتنہ بھڑکانے کا اور طرح طرح کی اسکیمیں بنانے میں بڑا سرگرم تھا، خاص طور پر مدرسہ اور حضرت کا خاندان اس کا نشانہ تھا، اور اس موقع پر افراتفری کے ماحول سے وہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا، ان خطرات کو محسوس کر کے حضرت نے مدرسہ اور طلبہ کی جان و مال کی حفاظت کے خاطر ہجرت کر جانے کا خیال ہونے لگا۔

حضرت اقدس کا مدرسہ بھی وسط کفرستان میں آباد تھا، پرخطر حالات میں اندیشہ تھا کہ مدرسہ اور مدرسہ کے طلبہ کسی وقت بھی کسی حادثہ کا شکار نہ ہوجائیں، والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا والدہ کی دعائیں ساتھ تھیں، ان پرخطر حالات میں بہت سے محبین ومخلصین نے رائے دی کہ مدرسہ یہاں سے منتقل کرلیا جائے، حضرت کے بعض قریبی اعزا پاکستان میں تھے جو حضرت کے لئے ہر نوع کی قربانی دینے اور ایثار کرنے کو تیار تھے، اور خواہشمند تھے کہ ہردوئی کا پورا مدرسہ اشرف المدارس اٹھ کر پاکستان پہنچ جاے، حضرت اقدس بھی تذبذب میں تھے ایک قدم آگے بڑھاتے تو دوسرا پیچھے، حالات کی کشمکش سے دوچار تھے۔ غالبًا انہیں حالات سے دوچار ہوکر نیز بعض دیگر اسباب کی بناپر خطرات کو محسوس کرتے ہوئے حضرت قاری امیر حسن صاحب کے فرمان کے مطابق حضرت نے مدرسہ کچھ دنوں کے لئے ہردوئی سے سندیلہ منتقل فرمادیا، چنانچہ حضرت اقدس مدرسہ کے طلبہ کو لے کر سندیلہ تشریف لے گئے اور چندروز سندیلہ کی سرزمین میں مدرسہ اشرف المدارس کا فیض جاری رہا لیکن حالات وہاں بھی سازگار نہ ہوسکے، سندیلہ کی سرزمین ایسی نیک بخت ہستی کا تحمل نہ کرسکی اور وہاں سے بھی منتقلی کے اسباب پیدا ہوئے اور بجائے سندیلہ کے بلگرام مدرسہ منتقل کرنے کی تجویز ہوئی چنانچہ یہ چلتا پھرتا مدرسہ ہردوئی کے بعد سندیلہ سے اٹھ کر بلگرام کی سرزمین میں منتقل ہوا، اور کچھ عرصہ یہاں بھی مدرسہ کی نسبت سے حضرت کا فیض جاری رہا، لیکن ظاہر بات ہے کہ تعلیم وتعلم درس وتدریس سکون اور اطمینان قلبی کے طالب ہوتے ہیں، اور وہ اس وقت میسر نہ تھا، اندازہ لگائیے اس وقت حضرت کی فکر وپریشانی کا اور سخت مجاہدہ اور انابت الی اللہ کا، سندیلہ وبلگرام کی سرزمین میں بھی حضرت کی خاطر خواہ انتظام نہ ہوسکا، ادھر پاکستان کے احباب کا اصرار بڑھتا جارہا تھا چنانچہ حضرت نے ارادہ بھی فرمالیا اور اس کے مطابق پاکستان جانے کی تیاریاں بھی شروع ہوگئیں، بعض مخلص احباب نے سامان منتقل کرنے کے لئے سواریوں کی پیش کش کی، حضرت بالکل آمادہ ہوگئے لیکن مشیت الٰہی اس کے موافق نہ تھی، قدرت کو یہی

منظور تھا کہ حضرت والا کا فیض اسی ہند کی سرزمین سے سارے عالم میں جاری ہو، چنانچہ سارے وسائل اور اسباب مہیا ہونے اور حضرت کے بھی تیار ہوجانے کے باوجود حضرت اقدس کی والدہ ماجدہ کو انشراح قلبی نہ ہوا، اس لئے ان کی رائے نہیں ہوئی، والدہ ماجدہ کی توجہ اور دعائیں حضرت کے ساتھ تھیں، ان کا کہنا تھا کہ میری پوری عمر اسی سرزمین میں گذری، پورا خاندان یہیں موجود ہے ہمارے آباد واجداد یہیں مدفون، میرے سردار شریک حیات یہیں سپرد خاک ہیں ان سب کو چھوڑ کر میں کہا جاؤں، میں بھی یہیں سپرد خاک ہونا پسند کرتی ہوں، چنانچہ والدہ ماجدہ کی رائے کے مطابق حضرت اقدس نے اپنے ارادہ کو فسخ کردیا، والدہ کی اطاعت اور اپنی رائے کو ان کی رائے کے تابع کردینے کی برکت اور خود والدہ ماجدہ کی دعاؤں کا اثر یہ ہوا کہ بہت جلد حالات سازگار اور پرسکون ہوگئے۔

والدہ کی اطاعت کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے غیبی مدد آئی اور اچانک اس کا دشمن بیٹا بری طریقہ سے اکسیڈینٹ میں سخت حادثہ کا شکار اور زندگی سے معذور ہوگیا لالہ جی کے خاندان والوں کو تنبہ ہوا آنکھیں کھلیں اور ان کا عقیدہ جم گیا کہ ہونہ ہو یہ بڑے میاں کو ستانے اور ان کی شان میں گستاخی کا وبال ہم کو پہنچا ہے، چنانچہ اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اور بڑی لجاجت منت سماجت کے ساتھ معافی مانگی اور ہمدردانہ ومخلصانہ تعلقات قائم کئے حضرت بھی ان کا خیال فرماتے تھے۔

لالہ جی کاشی ناتھ کے سارے ہتھکنڈے ناکام رہے اور دعاؤں کی برکت سے ان کے مزاج میں تبدیلی آئی وہ حضرت والا کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا، حضرت اقدس نے بھی ان سے رابطہ بڑھایا ان سے متعلقہ بینک میں مدرسہ کا کھاتہ کھلوایا، اور حکمت عملی کے پیش نظر مصالحانہ اور مخلصانہ رویہ اختیار فرمایا، مدرسہ حسب سابق ہردوئی میں منتقل ہوگیا اور اس کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی گئیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس موقع پر حضرت اقدس کی والدہ ماجدہ نے جو حتمی رائے

اختیار فرمائی تھی جس کے نتیجہ میں ہردوئی کی سرزمین کو یہ شرف حاصل رہا کہ رشد وہدایت کے چشمے برابر اس سے پھوٹتے رہے اور سنت کا نور سارے عالم کو منور کرتا رہا۔ اس میں بڑا احسان حضرت کی والدہ ماجدہ کا ہے کہ یہ سب انہیں کی قطعی رائے کا نتیجہ نیز حضرت اقدس کے اپنی والدہ کی اطاعت کا ثمرہ ہے۔ ہم اہل ہند حضرت کی والدہ کے احسان مند ہیں اللہ تعالیٰ ماں بیٹے دونوں ہی کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

باب۵

ازدواجی زندگی

نکاح

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب اور خود آپ کے والد ماجد دونوں ہی حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے مربوط تھے، زندگی میں پیش آنے والے مسائل میں کوئی بھی اہم مسئلہ اور اہم اقدام ممکن نہیں تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ایماء کے بغیر کرلیا جائے۔ ہمارے اکابر کی عمومی اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خصوصی ہدایت ہے کہ طالب علم کی جب تک کہ وہ طلب علم میں مشغول ہے ہرگز اس کی شادی نہ کی جائے ورنہ اس کی تعلیم چوپٹ ہوجائے گی، اور فراغت کے بعد شادی میں تاخیر نہ کی جائے ورنہ فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوگا، اسی نقطہ نظر سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی رائے تھی کہ اب مولوی ابرارالحق کی شادی کردی جائے، چنانچہ حضرت اقدس تھانویؒ ہی کے مشورے کے مطابق آپ کے والد ماجد جناب وکیل محمود الحق کے کفو وہم پلہ بڑے درجہ کے رئیس جناب ڈاکٹر احمد علی شاہ صاحب کی صاحب زادی سے نکاح طے ہوا۔

آپ کی والدہ اور خاندان کے دوسرے افراد کی منشاء دوسری جگہ شادی کرنے کی تھی لیکن آپ کے والد ماجد نے حضرت اقدس تھانویؒ کا مشورہ واشارہ پاکر کسی بات کی پرواہ نہیں کی اور حضرتؒ کی منشاء کے مطابق شادی طے کردی، جناب پروفیسر احمد سعید صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ کی بیوی اپنے لڑکے مولانا ابرارالحق حقی صاحب کی شادی اپنے خاندان میں کرنا چاہتی تھیں مگر جب آپ کو حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کی مرضی ومنشا یہ معلوم ہوئی کہ آپ ان کی شادی ڈاکٹر احمد علی شاہ کی صاحبزادی سے کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے خاندان والوں کی مرضی ومنشاء کے خلاف حضرت حکیم الامت کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے وہیں شادی کردی۔ (بزم اشرف کے چراغ ص۲۳۲)

رشتہ طے ہوجانے کے بعد شادی ورخصتی کے تمام امور شرع کے موافق انجام پائے۔

رفیقۂ حیات

آپ کی شریک حیات اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی، جدید تعلیم یافتہ بڑی ناز ونعمت کی پروردہ مہذب ومتمول اور رئیس خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، مزاج میں لطافت ونظافت اور نفاست ونزاکت قدرتی طور پر داخل تھی، اخلاق کریمانہ اوصاف حسنہ سخاوت فیاضی، غرباء پروری اوران کے ساتھ ہمدردی، مہمان نوازی اوراس جیسے اوصاف خاندانی اورفطری طور پر ان کے اندر پائے جاتے تھے۔

ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا کتنی غریب بیوہ عورتیں آتی تھیں جن کی آپ امداد فرماتیں، کتنے غریب نادار بچے اور چھوٹے طلبہ تھے جن کے ساتھ آپ نہایت شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتیں، وہ چھوٹے بچے اپنی ماں کا پیار اماں جان کے یہاں پاتے، مدرسہ میں آنے والے کتنے علماء ومشائخ اور بزرگان دین تشریف لاتے آپ کو ان کی ضیافت کے لئے کھانا پکانے اورانتظام کی سعادت حاصل ہوتی تھی حضرتؒ کے داماد جناب حکیم کلیم اللہ صاحب نے احقر سے بیان فرمایا کہ:

''رمضان شریف میں تراویح کے موقع پرآپ نے اپنی شریک حیات کے لئے بھی ختم قرآن کا انتظام فرمایا تاکہ یہ سعادت ان کو بھی نصیب ہوجائے''

الغرض حدود میں رہتے ہوئے دین کے مختلف کاموں میں کسی نہ کسی بہانہ سے آپ نے اپنی شریک حیات کو بھی شریک کرنے کی کوشش فرمائی، پردہ کا خاص اہتمام تھا، کوئی منکر گھر میں سامنے آتا آپ فوراً اس پر نکیر فرماتے، باوجودیکہ آپ متمول بڑے گھرانے کی جدید تعلیم یافتہ اور جدید ماحول سے نکل کر آئیں تھیں لیکن حضرت کی صحبت میں رہ کر حضرت کے رنگ میں رنگ گئیں اور وہی دینی رنگ قرآن وحدیث کا رنگ ان میں غالب آگیا، صاحبزادہ جناب اشرف صاحب کو بھی اسی رنگ میں رنگنا چاہا چنانچہ بجائے انگریزی تعلیم کے دینی تعلیم دلوائی حفظ قرآن کے بعد عالم کورس کرایا۔ حضرت کے داماد خلیفہ جناب حکیم کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا۔

''حضرت کی اہلیہ بڑے گھرانے کی عیش وعشرت کی پروردہ تھیں، بڑی راحت میں گذر بسر کرنے والی تھیں لیکن حضرتؒ کے ساتھ مجاہدانہ زندگی بسر کی اور پوری وفاداری کا ثبوت دیا، کبھی فرماتی تھیں کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ عرش سے اتار کر فرش میں بھیج دی گئی لیکن وہ اسی فرش میں اپنی عزت سمجھتی تھیں، کبھی کوئی شکایت ناشکری کے الفاظ زبان پر نہ لاتی تھیں، حضرتؒ کی بہت تابعداری کرتی تھیں ان کی خدمت وراحت کا پورا لحاظ کرتی تھیں، حضرتؒ فجر سے پہلے تہجد کے وقت اٹھنے کے عادی تھے وہ بھی اسی وقت بیدار ہوکر حضرت کے لئے گرم پانی اور اسی وقت چائے ناشتہ کا بھی انتظام فرماتی تھیں۔ مدرسہ کی مصروفیات کی وجہ سے بسا اوقات حضرتؒ گھر میں وقت کم دے پاتے ناز میں آکر فرماتیں کہ آپ کو تو مدرسہ اور مہمانوں ہی سے چھٹی نہیں ملتی، حضرتؒ خاموشی سے ساری باتیں سنتے، مسکرا کر ٹال دیتے، کسی بات کا جواب نہ دیتے، اور انکی دلجوئی فرماتے۔''

ازدواجی زندگی اور حقوق کی ادائیگی

معاشرتی اور ازدواجی زندگی میں حضرتؒ نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا کہ کسی گوشہ سے

حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ ہو، ورنہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ دوسرے کاموں کے غلبہ ہونے کی صورت میں گو وہ دینی کام ہی کیوں نہ ہو حقوق میں کوتاہی کا عموماً لوگ شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضرتؒ نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا۔

حقوق واجبہ کے علاوہ حقوق نافلہ تک کی آپ رعایت فرماتے تھے۔ حدود شرع میں رہتے ہوئے اپنی رفیقہ حیات کی خوش طبعی وخوش مزاجی کا بھی آپ لحاظ فرماتے تھے جو عین سنت نبوی ہے۔ اہلیہ کی بیماری کے موقع پر آپ بڑے فکرمند اور بے چین ہو جاتے اور ہر ممکن کوشش اور تدبیر اختیار فرماتے، ان کی راحت کا خیال رکھتے، تیمارداری کا بار دوسروں پر نہ ڈال کر خود تیمارداری فرماتے، تیمارداری سے بڑھ کر دلجوئی بھی فرماتے اور اس کے لئے وقت صرف فرماتے۔ اپنی شریک حیات کو آپ نے عمرہ اور حج بھی کرایا اور بہت سے نیک کاموں میں ان کو اپنا شریک بنایا۔

حضرت اور مدرسہ کی نسبت سے کتنے بزرگان دین مشائخ علماء کرام تشریف لاتے جن کی مہمان نوازی اور انتظامی امور میں حضرت کی شریک حیات کی پوری شرکت ہوتی اور اس طرح حضرت نے بزرگان دین کی خدمت کی سعادت میں ان کو بھی شریک فرماتے۔

ازدواجی زندگی میں حضرتؒ کا صبر وتحمل

ازدواجی زندگی میں زوجین کے مابین الفت ومحبت کے ساتھ شکوہ شکایت رنج وغم اور ناخوشگوار حالات کا پیش آنا بھی یقینی ہے کیونکہ شکایت ورنج بھی اپنوں ہی سے ہوتا ہے، بیوی سے زیادہ اپنا کون ہوگا اس لئے خلاف طبع اور ناگوار امور میں شکایت اور ناخوشگوار حالات سے سابقہ پڑ جانا کوئی بعید امر نہیں، ازدواجی زندگی کا تو یہ ایک ایسا جزء لازم ہے جس سے استثناء مشکل ہے، جب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ان حالات سے سابقہ پڑا تو ضروری ہے کہ آپ کے نائبین سے بھی یہ سنت ادا کرائی جائے، چنانچہ ہمارے مخدوم محی السنہ

حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ کا بھی ان حالات سے سابقہ پڑا لیکن اس کی نوعیت وکیفیت وہی ہوتی تھی جس کو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ صرف ظاہری اور زبانی اور وقتی لیکن حضرت اقدسؒ اس میں بھی بڑے صبر وتحمل کا مظاہرہ فرماتے، خلاف طبع اور خلاف مزاج بات پیش آتی تو خود خاموش ہوجاتے، علٰحدہ ہوجاتے صبر کرتے، اس قسم کے حالات کو بھی غیر اختیاری مجاہدہ سمجھ کر قانع رہتے۔

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے بیان فرمایا کہ ''حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کتنے بڑے بزرگ اور کتنی مقدس ہستی ہیں لیکن ازدواجی زندگی میں وہاں بھی زوجین کے مابین تلخ کلامی اور ناخوشگوار حالات پیش آجاتے ہیں لیکن حضرت صبر کرتے ہیں، یہ تو دنیا ہے یہاں سب کچھ لگا ہی رہتا ہے، اس میں بھی تو ترقی ہوتی ہے اور ایسی ترقی ہوتی ہے جو دوسرے مجاہدوں سے نہیں ہوتی''۔

باب ۶

بیعت وسلوک

حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے اصلاحی تعلق

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دوسرے مشائخ نے ارشادفرمایا ہے کہ جن بندوں سے اللہ نے کام لیا ہے اور جو بھی کام کرنے والا دینی کام کرتا ہے اس میں کسی اللہ کے بندے کسی بزرگ کی دعاء اور توجہ ضرور شامل ہوتی ہے، دینی کام کرنے والے بزرگوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے انہوں نے کسی بزرگ وشیخ اور مربی سے اصلاحی تعلق قائم کیا اس کے بعد اللہ نے ان کے ذریعہ مخلوق کو فیض پہنچایا، کیونکہ بعض فضائل وخصوصیات ایسی ہیں جو بزرگوں کے واسطے ہی سے اللہ عطا فرماتا ہے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق کہ علوم نبوت ونور نبوت دونوں ہی چیزیں ضروری ہیں آج کل علوم نبوت تو لوگ حاصل کرتے ہیں، نور نبوت سے کورے رہتے ہیں، اور نور نبوت بزرگوں کی خدمت اور ان کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہوتا ہے، ان ہی بزرگوں کے واسطہ سے نسبت اور تعلق مع اللہ کی خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی نسبت کے حصول کے لئے خود سید صاحب بھی تھانہ بھون تشریف لے گئے تھے، اور خود حضرت تھانویؒ نے اس نعمت کے حصول کے لئے حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کی خدمت میں بار بار حاضری دی تھی۔ بقول بعض محققین کے کہ جس طرح جسمانی رزق مقدر ہوتا ہے، جتنا اور جہاں سے مقدر ہوتا ہے وہیں سے ملتا ہے، اسی

طرح روحانی رزق یعنی روحانی فیوض انوار و برکات کا حصول بھی تقدیر الٰہی کے تحت ہوتا ہے، جہاں سے جتنا روحانی فیض جس کے لئے مقدر ہوتا ہے تکوینی اسباب کے تحت اس کو وہاں پہنچا دیا جاتا ہے اور بقدر مقدر وہ روحانی فیض حاصل کرتا ہے۔ محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔

تکوینی اسباب کے تحت اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے ایسی خانقاہ اور ایسی بزرگ شخصیت سے تعلق قائم فرما دیا کہ جس سے بڑھ کر اس وقت بظاہر کوئی ہستی نہ تھی، اور نہ ہی اس وقت انکا کوئی ثانی پایا جاتا تھا بلکہ بقول مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے کہ اس میدان میں امام غزالیؒ کا پلہ بیشک سب سے بھاری نظر آتا ہے لیکن ایسی ہستی پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ امام غزالی کے مقابلہ میں ان کا (حکیم الامت حضرت تھانویؒ) پلہ زیادہ بھاری ہے۔

(معاصرین)

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا اصلاحی تعلق اسی بزرگ ہستی سے زمانہ طالب علمی ہی میں قائم ہو چکا تھا، بیعت بھی آپ انہیں سے ہوئے اپنی اصلاح بھی آپ ہی سے کرائی۔ باطنی طور پر انوار فیوض و برکات بھی خوب حاصل کئے۔

شیخ سے غایت درجہ تعلق اور خدمت میں حاضری

محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب کو اپنے شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے زمانہ طالب علمی ہی سے گہرا ربط اور غایت درجہ کی عقیدت اور والہانہ تعلق قائم ہو چکا تھا، جس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ خود آپ کے والد ماجد جناب محمود الحق صاحب کا بھی حکیم الامت حضرت تھانویؒ ہی سے اصلاحی ربط تھا۔

مظاہر علوم سہارنپور کے طلبہ کے لئے اس وقت ضابطہ تھا کہ جمعرات جمعہ کے دن بھی طلبہ بلا کسی ضرورت کے سفر میں نہیں جا سکتے تھے، حتی کہ دار العلوم دیو بند بھی بلا ضرورت

جانے کی اجازت نہ تھی لیکن حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے روحانی مطب میں تھانہ بھون جانے کی طلبہ کو عام اجازت تھی چنانچہ محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب اپنے شیخ حضرت اقدس تھانویؒ کی خدمت میں تقریباً ہر جمعرات کو پہنچ جاتے اور ایک شب گذار کر جمعہ کے دن واپسی ہوجاتی، حضرت اقدس تھانویؒ بھی مدرسہ سے آنے والے طلبہ کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ لیکن ایک دن کی وقت گذاری سے حضرت محی السنہ کی سیری نہ ہوتی اسلئے درمیان سال میں کسی مناسبت سے چھٹی ہوتی تو آپ تھانہ بھون تشریف لے جاتے، ششماہی اور سالانہ چھٹی میں بھی تھانہ بھون اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری دیتے، اور حضرت اقدس تھانویؒ کی مجالس اور نیک صحبت سے مستفید ہوتے، پروفیسر احمد سعید صاحب ''بزم اشرف کے چراغ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''دوران طالب علمی آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ہر ہفتہ سہارنپور سے تھانہ بھون حاضری ہوتی رہی، خصوصاً ایام تعطیل اپنے پیرومرشد ہی کی خدمت میں گذارتے رہے یہی وجہ ہے کہ حضرت حکیم الامت کی خصوصی توجہ حاصل ہوئی اور آپ کو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی طرف سے کم عمری ہی میں خلافت عطا کی گئی''۔ (بزم اشرف کے چراغ ص ۴۳)

فراغت کے بعد کانپور اور فتح پور مدرسی کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی آپ نے برابر اپنے شیخ سے ربط رکھا اور وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے مطلع کرتے رہتے اور خدمت میں حاضری دیتے رہتے۔ اخیر عمر میں حضرت اقدس تھانویؒ جب بسلسلہ علاج لکھنؤ تشریف لائے ہوئے تھے اس وقت خاص طور پر حضرت اقدسؒ اپنے مشاغل سے یکسو ہوکر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے تھے۔

اجازت وخلافت اورنسبت مع اللہ کی دولت

تعلق مع اللہ اور باطنی نسبت کسی نہ کسی درجہ میں ہر مرد مومن کو حاصل ہوتی ہے پھر اس کے مختلف درجات ہوتے ہیں اس کا ایک درجہ وہ بھی ہوتا ہے جو بزرگوں اور مشائخ کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہوتا ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ یہ دولت سینہ بسینہ حاصل ہوتی ہے اور جس کو علامہ سید سلیمان ندویؒ نور نبوت سے تعبیر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ نور نبوت بزرگوں کی خدمت وصحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

دراصل یہ ایک خاص کیفیت اور حالت ہوتی ہے جس کو الفاظ میں سمجھانا مشکل ہے محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی فطری صلاحیت اور قبولیت استعداد اس درجہ کی تھی کہ زمانہ طالب علمی ہی میں بزرگوں نے شہادت دی تھی کہ یہ طالب علم تو صاحب نسبت ہے، آپ کی بابت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مولانا ابرار الحق صاحب کو اللہ پاک نے طالب علمی کے زمانہ میں صاحب نسبت اور تعلق مع اللہ کی دولت عطا فرمادی تھی'' (حیات ابرار ص ۲۲۲)

لیکن محض اس نعمت اور نسبت کا حاصل ہو جانا بھی کسی کے کمال اور اجازت وخلافت کے استحقاق کے لے کافی نہیں ہوتا، کسی بزرگ کے صاحب نسبت اور صالح ہونے سے یہ ہر گز لازم نہیں آتا کہ اس کے اندر مصلح اور شیخ بننے کی بھی صلاحیت ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ہر صالح مصلح نہیں ہوتا کتنے بزرگ ایسے ہیں کہ ان کے صالح اور ان کی ولایت وبزرگی میں شبہ نہیں لیکن وہ مصلح نہیں، مصلح ہونے کے لئے تو بڑی قابلیت وصلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے، مصلح اپنے شیخ کا نائب ہوتا ہے۔ مخلوق کی اصلاح کی ذمہ داری اس کے سپرد کی جاتی ہے، جو بہت بڑا منصب ہے اور دراصل یہ نبی کی وراثت اور جانشینی ہے کہ اس کے ذمہ اصلاح باطنی کا کام سپرد کیا جاتا ہے جس کام کے لئے نبی مبعوث ہوئے

تھے:وَیُعَلِّمُھُمُ ا لْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ ۔

حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مصلح وشیخ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں تدین وتقویٰ کے ساتھ عقل بھی کامل ہو،لوگوں کے نفسیات اور باطنی امراض سے بھی اس کو واقفیت ہو، اس کا دماغ شاہانہ ہو کہ لوگوں کی سیاست اور حرکتوں سے بھی خوب واقف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ امت کے ساتھ پوری ہمدردی وشفقت اور اللہ کی رضا پیش نظر ہو، اور یہ سب اس وقت ممکن ہے جبکہ اپنی اصلاح یعنی رذائل ومعائب (غصہ، کینہ، حسد، عدوات، غیبت، چغلی، بدنگاہی) کے ازالہ اور اصلاح اخلاق وعادات وغیرہ گھاٹیوں کو پار کر چکا ہو، یعنی اپنے نفس کی اصلاح کرا چکا ہو تب جاکر اس کے اندر مصلح اور خلیفہ ہونے کی صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے۔

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے اندر یہ ساری خوبیاں پائی جاتی تھیں وہ زمانہ طالب علمی سے مجاہدے کر رہے تھے اور ان تمام گھاٹیوں کو پار کر چکے تھے۔تقویٰ وتدین میں ان کو امتیازی مقام حاصل تھا، صاحب نسبت کے ہونے کی شہادت ان کے اساتذہ بہت پہلے دے چکے تھے تھوڑی بہت جو کسر رہ گئی ہوگی وہ حضرت اقدس تھانویؒ نے حضرت والا کو جامع العلوم کانپور اور مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں بھیج کر مجاہدے کرا کر پوری کرادی اور فتح پور مدرسہ اسلامیہ کے قیام کے زمانہ ہی میں ۱۳۶۱ھ میں جب کہ آپ کی عمر شریف تقریباً ۲۲ برس کی تھی اسی وقت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا واللہ اعلم۔ (حیات ابرار)

اجازت وخلافت کے بعد حضرت محی السنہ نے اس کا بہت اخفاء فرمایا حتیٰ کہ اپنے گھر والوں تک کو اس کی اطلاع نہ ہوئی، حضرت اقدس کے والد ماجد بزرگوار کو بھی اس کا علم نہ ہوا اور نہ ہی حضرت اقدسؒ نے اشارۃً وکنایۃً میں کسی سے اس کا تذکرہ کیا، وہ تو حضرت اقدس کے والد ماجد کے ایک خط کے جواب میں حضرت اقدس تھانویؒ نے خود ہی اس کا اظہار کیا تب جاکر والد صاحب کو اس کا علم ہوا، احقر نے وہ خط دیکھا ہے جس میں حضرت اقدس کی اجازت وخلافت کا ذکر موجود تھا۔

حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کے یہاں اجازت وخلافت دینے کی بھی دو صورتیں تھیں ایک کو مجاز صحبت سے تعبیر کرتے تھے دوسرے کو مجاز بیعت سے مجاز صحبت کا مطلب تو یہ تھا کہ ایسے بزرگ کو اس بات کی اجازت اور شہادت دی جاتی ہے کہ اس کی صحبت سے اور اس کی مجلس میں بیٹھنے سے فیض ہوگا، اور یہ شخص اس قابل ہے کہ اس کی مجلس میں بیٹھا اور اس کی صحبت سے مستفید ہوا جائے، اور اصلاحی امور کے سلسلہ میں اس سے مشورہ لیا جائے ۔ایسا مجاز صحبت اور ایسا خلیفہ لوگوں کو نصیحت اور وعظ وتلقین کرسکتا ہے اصلاحی مجالس قائم کر کے اصلاحی باتیں سنا سکتا ہے، اس کی اصلاحی باتوں اور اصلاحی مجالس سے خیر وبرکت کی توقع کی جاتی ہے، الغرض وہ اصلاحی سلسلہ کے امور کی خدمت انجام دے سکتا ہے لیکن لوگوں کو بیعت کر کے سلسلہ میں داخل نہیں کرسکتا، بیعت کرنے کا وہ مجاز نہیں ہوتا اس کے برخلاف مجاز بیعت، بیعت کے ذریعہ لوگوں کو سلسلہ میں داخل بھی کرسکتا ہے، اصلاحی مجالس کا موقع نہ ہو تو صرف بیعت کے ذریعہ بھی لوگوں کو فیض پہنچا سکتا ہے اس کی بیعت بھی برکت سے خالی نہیں ہوتی، یہ فرق ہے مجاز صحبت و بیعت کا، ہمارے حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ کا مجاز صحبت کے ساتھ مجاز بیعت بھی بنایا تھا۔

آپ حضرت اقدس تھانویؒ کے سب سے آخری خلیفہ تھے، اتنی کم عمری میں آپ نے کسی اور کو خلافت نہیں دی، حضرت اقدس تھانویؒ نے محی السنہ کی نوجوانی میں ایسا چراغ روشن فرمادیا اور ایسی شمع جلادی جس سے دوسرے چراغ روشن ہوتے رہیں گے اور واسطہ در واسطہ سلسلہ بسلسلہ سارے عالم میں اس کی روشنی پہنچتی اور پھیلتی رہے گی، انشاءاللہ العزیز۔

شیخ سے گہری عقیدت ومحبت

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کو اپنے شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے غایت درجہ محبت وعظمت اور والہانہ تعلق تھا، لیکن اس درجہ نہ تھا کہ جس میں

آدمی مغلوب العقل اور بدحواس ہوکر اعتدال کا دامن چھوڑ بیٹھے، یا غلو کا شکار ہوجائے۔آپ کو اپنے شیخ سے کافی عقیدت ومحبت تھی جس کا ظہور مختلف انداز سے ہوا کرتا تھا اور اخیر عمر تک رہا، آپ اپنی مجالس ومواعظ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا نام لیتے تو بڑی محبت وعظمت کے ساتھ، اکثر اوقات مولانا تھانویؒ اور حضرت حکیم الامت فرما کر ان کے حوالہ سے کوئی بات فرماتے۔

ایک مرتبہ احقر نے اپنی کتاب حضرت کی خدمت میں عرض کی جس میں حکیم الامت تو لکھا تھا مجدد الملت نہ لکھا تھا فرمایا کہ آپ کے نام کے ساتھ مجدد الملت بھی لکھنا چاہئے آپ اپنے وقت کے مجدد تھے۔

محبت کا عالم یہ تھا کہ تھانہ بھون کی خانقاہ ومسجد کا جو نقشہ تھا ایک حد تک آپ نے بھی اسی انداز پر بنانے کی کوشش فرمائی، وہی سہ دری گوشہ میں حجرہ صغیرہ اور زینہ، لیکن اس میں اس درجہ غلو نہ تھا کہ مصالح وفوائد فوت ہونے لگیں۔

نسبت اشرفی کا اس درجہ پاس ولحاظ تھا کہ حضرت اقدس تھانویؒ کی نسبت سے تھانہ بھون میں ایک مرتبہ اصلاحی پروگرام رکھا گیا جس میں بطور خاص آپ کو دعوت دی گئی آپ نے بخوشی منظور فرما کر تھانہ بھون میں کئی روز قیام فرمایا اور مستقل اصلاحی افادات کا سلسلہ جاری رہا، حضرت تھانویؒ کی نسبت پر پاکستان میں مجلس الصیانہ قائم ہے جس کے اجتماعات ہوتے رہتے ہیں اور بطور خاص آپ کو اس میں مدعو کیا جاتا، اگر کوئی عذر مانع نہ ہوتا تو آپ ضرور تشریف لے جاتے اور گویا آپ ہی اس مجلس کی رونق ہوتے، الغرض اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کی نسبت پر جو پروگرام ہوتے اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر آپ اس کی دل سے قدر فرماتے اور حتی الامکان اس میں ضرور شرکت فرماتے۔

مدرسہ جامع العلوم پٹکا پور کانپور حضرت اقدس تھانویؒ کا قدیم مدرسہ ہے جہاں حضرت تھانویؒ نے ۱۴ سال رہ کر لوگوں کو مستفید فرمایا ہے۔وہ مدرسہ حضرت والا کی اخیر عمر میں بدقسمتی سے بہت سے حالات اور باہمی اختلافات کا شکار ہوگیا، بعض مخصوص حالات کی بنا پر حضرت

مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ جو مدرسہ کے سر پرست تھے مجبوراً مستعفی ہو گئے، اب جامع العلوم محتاج تھا کسی بزرگ کی سر پرستی کا، اس وقت کوئی ایسی ہستی نہ تھی جو اس مدرسہ کی سر پرستی قبول کرے، حالات ایسے پیچیدہ بن چکے تھے اور اختلافات اس قدر شدید ہو چکے تھے کہ اس میں دخیل ہونا گویا اپنے کو بھنور میں پھنسانا تھا اور دلدل میں گھس جانا تھا ایسے پریشان کن حالات میں کوئی مقدس ہستی جامع العلوم کی سر پرستی قبول کرنے کو تیار نہ تھی لیکن آپ ہی کی ذات تھی کہ شدید ضعف اور بڑھاپے کے باوجود اپنے شیخ کی نسبت اور مدرسہ کی لاج رکھتے ہوئے توکلاً علی اللہ آپ نے سر پرستی کو قبول فرمالیا اور تا حیات آپ اس کے مہتمم و سر پرست رہے۔

حضرت تھانویؒ کی تصانیف وتحقیقات سے خاص شغف

حضرت اقدسؒ کو اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کی تصانیف سے خاص شغف تھا، اپنے متوسلین و مریدین کو خاص طور پر ان کے پڑھنے اور مطالعہ کی ہدایت فرماتے تھے، اصلاح نفس اور اصلاح اخلاق و عادات کے سلسلہ کی حضرت اقدس تھانویؒ کی جو تصانیف ہیں ان کو سبقاً سبقاً ان حضرات کو بطور درس کے پڑھواتے جو حضرات اصلاح کی غرض سے حضرت کی خدمت میں تھوڑی یا زیادہ مدت کے لئے آتے تھے، ان کتابوں کے پڑھانے والے اساتذہ اور ان کتابوں کے پڑھنے کا وقت اور جگہ بھی مقرر تھی جس میں طالبین و مسترشدین کے لئے پابندی لازم تھی، تسہیل قصد السبیل۔ آداب المعاشرت، تعلیم الدین، تبلیغ دین خاص طور سے پڑھائی جاتی تھیں۔ نمازوں کے بعد حیات المسلمین عام مجلس میں سنائی جاتی، جزاء الاعمال کے مضامین سنائے اور یاد کرائے جاتے، تعلیم الدین کے عقائد کا حصہ خاص طور پر زبانی یاد کرایا جاتا، بعض حضرات کو دیگر کتابیں التکشف وغیرہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔

اسی طرح تحقیقی مسائل میں حضرت محی السنہ کے نزدیک حضرت اقدس تھانویؒ کی تحقیق کی خاص اہمیت تھی، امداد الفتاویٰ وغیرہ میں حضرت اقدس تھانویؒ کی کوئی تحقیق مل جاتی اسکو

بڑی اہمیت دیتے، ایک مرتبہ احقر کے قیام ہتھورا کے زمانہ میں حضرت والا کا خط احقر کے نام پہنچا جس میں تحریر فرمایا تھا کہ تم نے حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے اپنی کسی کتاب میں غیر مسلموں میں تبلیغ کے متعلق کچھ تفصیل ذکر کی ہے وہ کہاں ہے اس کو لکھ کر بھیجو چنانچہ احقر نے لکھ کر ارسال کی، اس سے اندازہ ہوا کہ حضرتؒ کے نزدیک حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کی تحقیقات وتصریحات کی بڑی اہمیت تھی، اپنی اصلاحی مجالس اور مواعظ میں بھی اپنے شیخ حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ کے واقعات بیان فرماتے، خصوصاً احتیاط وتقویٰ کے مثلاً یہ کہ ”مولانا تھانویؒ جب ٹرین میں سفر فرماتے اور دو ٹرینوں کا تقابل ہوتا یا دوسری ٹرین اسٹیشن پر کھڑی ہوتی تو مولانا تھانویؒ ٹرین کی کھڑکیوں سے جھانکتے نہ تھے، ہواخوری کے لئے بھی کھڑکی کی طرف رخ نہ کرتے محض اس اندیشہ سے کہ ممکن ہے کہ دوسری ٹرین میں کھڑکی کی جانب کوئی عورت ہو اور وہ بھی کھڑکی سے ہواخوری کے لئے چہرہ کھولے بیٹھی ہو تو بے پردگی ہوگی اس عورت پر نظر پڑے گی، محض اس احتمال سے کھڑکی سے جھانکتے نہ تھے۔ یہ غایت درجہ تقوی کی بات تھی“۔

نیز فرماتے تھے کہ مولانا تھانویؒ کی کبھی ٹرین نہیں چھوٹی ہمیشہ وقت مقررہ سے پہلے مستعد ہو جاتے اور وقت مقررہ سے پہلے ہی اسٹیشن پہنچ جاتے۔

یہ بھی فرماتے کہ مولانا تھانویؒ کے یہاں ہر طرح کے لوگ آتے تھے، بعض کثیر الاشغال ہوتے جن کے پاس وقت کم ہوتا وہ تھوڑی دیر کے لئے آتے لیکن ان کو بھی فائدہ ہوتا تھا، بزرگوں کے پاس تھوڑی دیر کے لئے جانے میں بھی فائدہ ہوتا ہے بشرطیکہ اخلاص اور طلب کے ساتھ جائے۔

الغرض اپنی مجالس میں حضرت محی السنہ اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے حالات وواقعات اور ملفوظات کثرت سے سناتے تھے جو غایت درجہ عقیدت محبت وعظمت کی بات ہے۔

اپنے شیخ حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ کے ملفوظات ومواعظ کی اہمیت اوران کی اشاعت کا جذبہ

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحقؒ کو اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ومواعظ سے نہایت درجہ عقیدت ومحبت تھی، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تعلیمات، ملفوظات ومواعظ کو آپ شریعت کی تعلیم کا مغز وجوہر اور لب لباب سمجھتے تھے، بلاشبہ آپ کی تعلیمات ٹھیک عقل ونقل کے مطابق اور افراط وتفریط سے خالی ہوتی تھیں۔آپ کے ملفوظات ومواعظ بھی حشو وزوائد اور افراط وتفریط سے خالی ہوتے تھے۔ان میں ایسا توازن واعتدال ہوتا تھا جس کی نظیر نہیں ملتی، ان خصوصیات کی بنا پر محی السنہ کو حضرت والا کے ملفوظات ومواعظ کی بڑی قدر تھی، اپنے متعلقین ومتوسلین کو آپ اس کے مطالعہ کی تلقین فرماتے، عصر کے بعد کی مجلس میں کمالات اشرفیہ جو حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کا منتخب مجموعہ ہے پڑھ کر سناتے، ایک ایک ملفوظ پڑھ کر اس کی تشریح فرماتے، بعض اہم ملفوظات میں نشانات بھی لگا رکھے تھے اور وقتاً فوقتاً ان کو سناتے ورنہ جو صفحہ بھی کھل جاتا اسی کو سنا کر تشریح فرماتے۔اور یہ بھی فرماتے کہ حضرت اقدسؒ کے ملفوظات کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک الماری میں طرح طرح کی نعمتیں اور مختلف قسم کے پھل رکھے ہوئے ہیں سیب سنترہ، امرود، انگور، انار کیلے وغیرہ ہیں جب بھی الماری کھولیں گے نعمت نظر آئے گی جس نعمت کو لینے کا جی چاہے لے لیجئے، اپنی ضرورت کے موافق استعمال کیجئے، یہی مثال حضرتؒ کے ملفوظات کی ہے کوئی بھی کتاب اٹھایئے کہیں سے کھولئے کوئی صفحہ کھولیئے کچھ نہ کچھ کام کی بات انشاءاللہ ملے گی،

احقر راقم الحروف نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ملفوظات مواعظ اور تصانیف سے انتخاب کر کے ہر ہر موضوع سے متعلق علحدہ علحدہ مختلف مجموعے تیار کئے ہیں یعنی ایک

موضوع سے متعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی جتنی تحقیقات وہدایات مل سکیں وہ سب یکجا اور مرتب کر دیں چنانچہ اس سلسلہ کی حضرت کی حیات میں تقریباً ۵۵ کتابیں تیار ہوچکی تھیں، حضرت اقدسؒ کو اس کام کی بڑی قدر تھی، حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کو ان کی آخری حاضری کے موقع پر اس نوع کے اہم مضامین کو انتخاب کے بعد یکجا اور مرتب کرنے کی ہدایت کی تھی، حضرت سید صاحبؒ باوجود خواہش کے اس کام کو نہ کر سکے اور افسوس فرماتے تھے کہ ان ملفوظات ومواعظ سے استفادہ کا موقع اخیر عمر میں ملا، محدود پیمانہ پر مولانا عبدالباری صاحب نے بھی کچھ کام کیا ہے چنانچہ کئی مجموعے تیار ہوئے، کسی قدر وسعت کے ساتھ جناب ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ نے حضرت کی تعلیمات وتصانیف سے انتخاب کے بعد کچھ کتابیں مرتب فرمائی تھیں، بعض دیگر حضرات نے دوسرے انداز سے کام کیا ہے، اسی کے مشابہ احقر نے بھی ایک سلسلہ شروع کر رکھا تھا جس میں احقر نے اپنے ناقص اور محدود مطالعہ کے مطابق حضرت تھانویؒ کی ایک موضوع سے متعلق جملہ تحقیقات وہدایات کو یکجا ومرتب اور عنوانات سے مزین کر کے شائع کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ مختلف موضوعات سے متعلق تقریباً ساٹھ رسالے اب تک مرتب ہوچکے ہیں اور ابھی سلسلہ جاری ہے۔

چونکہ احقر کا کام زیادہ پھیلا ہوا تھا کہ اس میں احقر نے ایک طرف تو حضرتؒ کی تمام تحقیقات وتصانیف اور جملہ ملفوظات ومواعظ کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کی، دوسرے احقر نے کسی ایک خاص موضوع کو نہیں بلکہ ہر موضوع سے متعلق کام کرنے کی کوشش کی اور الحمد للہ ایک حد تک اس میں کامیابی ہوئی، اور ابھی کام کافی باقی ہے، اس وسیع پیمانے پر کام ہونے کی وجہ سے حضرتؒ کو اس کام کی بڑی قدر تھی اور یہی کام حضرت والا کی خصوصی توجہ اور شفقت وعنایت کا سبب بنا جو احقر کے لئے بڑی سعادت کی بات ہے۔ ایک مرتبہ قاصد کو لکھنؤ بھیج کر جملہ کتابیں منگوائی اور کافی مقدار میں نسخے خرید کر اہل علم کو تقسیم فرمائے، ایسا بھی ہوا کہ حضرت والا نے ان کتابوں کی نشر واشاعت کے لئے احقر کو کچھ رقم عنایت فرمائی یہ کہہ کر کہ آپ جو کام

کرر ہے ہیں اس میں اس کو بھی لگا لیجئے ،ایک مرتبہ تار کے ذریعہ احقر کو اطلاع دی اور احقر کے وطن رقم پہنچائی ، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؒ کو اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ومواعظ کی کتنی قدر تھی اور اس کی نشر واشاعت سے کس قدر دلچسپی تھی ۔

اور یہ دلچسپی آپ کی روزِ اول سے تھی جبکہ آپ خانقاہ اشرفیہ سے وابستہ ہوئے تھے اسی دلچسپی کے باعث آپ نے خود بھی اپنے شیخ کے ملفوظات لکھنے شروع کئے تھے اور ایک معتدبہ مقدار میں جمع بھی ہو گئے تھے ۔ حضرت اقدس تھانویؒ کے خلیفہ مولانا اسعد اللہ صاحب نے اس مجموعہ کو پسند فرمایا اور اس کی اشاعت کی رائے دی چنانچہ مولانا اسعد اللہ صاحب کی نظر ثانی کے بعد وہ مجموعہ ''اسعد الابرار'' کے نام سے ''الفصل للوصل'' کا جز بن کر شائع بھی ہوا ہے، لیکن یہ حضرتؒ کی غایت درجہ تواضع کی بات تھی کہ کبھی آپ نے اس کو مستقلاً علحدہ اپنے نام سے شائع کرنے کی طرف توجہ نہیں فرمائی ۔ موقع کی مناسبت سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حصہ اس کا یہاں بھی قارئین کے نظر کر دیا جائے ۔

فصل

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے چند ملفوظات

جمع کردہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ

غیر ضروری سوالات

فرمایا غیر ضروری سوالات کے جوابات کا قصہ نہ کرنا چاہئے آج کل اکثر اہل علم ہر سوال کے جواب کا قصد کرتے ہیں خواہ سوال معقول ہو یا نامعقول، اسی وجہ سے بہت گڑ بڑ ہوتی ہے، ایک مرتبہ مولانا محمد نعیم صاحب سے کسی شخص نے عرض کیا کہ فلاں شخص حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے واقعہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے مولانا نے فرمایا کیا کام کرتے ہو اس نے کہا رنگریزی پھر فرمایا اور وہ کیا کرتا ہے بتایا جوتے فروشی، فرمایا بھائی تم رنگریزی میں لگے رہو اور وہ جوتے بیچتا رہے تم سے قیامت میں یہ سوال نہ ہوگا کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا تھی۔
(ص ۳۰۶)

معمولات مستقبلہ کے متعلق سوال

حضرت اقدس (تھانویؒ) کا ارادہ لکھنؤ سے دو تین یوم کے لئے کانپور تشریف لے جانے کا تھا۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کانپور میں ملاقات کا کیا معمول ہوگا؟ فرمایا آپ کو کسی کے معمولات مستقبلہ کے دریافت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے جواب دینے سے وعدہ

ہو جاتا ہے اور آدمی مقید ہو جاتا ہے ابھی تو میں کانپور پہنچا بھی نہیں معمول ضرورت و وقت کے تابع ہوتا ہے۔ لکھنؤ بیٹھے بیٹھے کیسے معمول بن سکتا ہے خود لکھنؤ میں حالات بدلنے کی وجہ سے کئی معمول بدل چکے ہیں۔ (ص ۳۰۶)

ذکر و عمل کی ضرورت

’’فرمایا حضرت حاجی صاحب ذکر و عمل کے عاشق تھے فرمایا کرتے تھے کہ بس کام کرو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ (ص ۳۰۵)

مریض کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو طبیب کے حوالے کر دے

فرمایا مریض کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو بالکل طبیب کے سپرد کر دے اور طبیب کو چاہیئے کہ بے جا رعایت نہ کرے ورنہ نفع نہیں ہوگا، اسی طرح اگر مصلح مریض باطن کی بے جا رعایت کرے اور مناسب روک ٹوک نہ کرے تو فائدہ نہیں ہوگا، اور ایسے طبیب مصلح خائن کہلائیں گے۔ (ص ۳۰۴)

شیخ پر اعتراض نہ کرے

فرمایا مشائخ کا قول ہے کہ اگر شیخ کی کوئی تعلیم سمجھ میں نہ آئے تو یوں سمجھے کہ میری سمجھ کی کوتاہی ہے اور اس پر عمل شروع کر دے، شیخ پر اعتراضات نہ کرے ورنہ نفع نہیں ہو سکتا۔ جیسے طبیب نسخہ لکھے تو گو اس کی علت سمجھ میں نہ آئے مگر اس پر عمل کرنا چاہیئے، اگر طبیب پر نکتہ چینی کرے گا تو اس سے نفع نہ ہوگا۔ پہلے نسخہ کو استعمال کرے پھر دیکھے کیا ہوتا ہے، بس یہی حال تعلیم شیخ کا ہے عمل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر نفع ہوا۔ البتہ اگر دلیل شرعی سے وہ معصیت ہو تو ادب کے ساتھ عذر کر دے۔ (ص ۳۰۷)

رسم ورواج کی پابندی

فرمایا رسم ورواج ایسی بلا ہے کہ اکابر تک بھی اس میں کسی نہ کسی قدر مبتلا ہوتے ہیں الا ماشاءاللہ۔ ایک بڑے مدرسہ کا ایک زبردست جلسہ ہوا، دیکھنے والے تجربہ کار اصحاب نے تیس ہزار آدمیوں کے اجتماع کا اندازہ کیا تھا میں نے منتظمین کی خدمت میں یہ رائے پیش کی کہ اہل مدرسہ اپنے زیر انتظام کچھ دکانیں کھلوادیں۔ مختلف کھانے ہر وقت تیار رہیں تاکہ ہر شخص کو اس کے مذاق کے مطابق کھانا مل سکے نیز نرخ بھی بلا جبر واکراہ مقرر کر کے دوکانوں پر آویزاں کر دیا جائے یا کسی اور طریقہ سے مشتہر کر دیا جائے تاکہ کمی بیشی اور مہمانوں کی پریشانی کا احتمال نہ رہے۔ اہل مدرسہ صرف قیام کا انتظام اپنے ذمہ لیں اور کھانے کا انتظام نہ کریں آنے والے دوکانوں پر کھالیں اور جو لوگ دس دس بیس بیس روپے آمد ورفت میں خرچ کر سکتے ہیں ان کو کھانے میں ایک دو روپے کا خرچ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا اور ادھر مدرسہ کو ایک بڑی رقم بچ جائے گی، لیکن میری اس رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور صرف یہ فرما کر ٹال دیا گیا کہ عرف ومعمول کے خلاف ہے رواج اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ تیس ہزار کے مجمع کو کوئی وقت کھانا کھلایا اور کھانا بھی ایسا لذیذ وعمدہ کہ ایسے ایسے متمول لوگ جن کو اپنے یہاں کے کھانے پر ناز تھا کہتے تھے کہ ہم نے ایسا کھانا کہیں نہیں کھایا تھا۔ ادھر تو مدرسہ کو زبردست زیر باری ہوئی اور ادھر منتظمین کی ایک بڑی جماعت مواعظ میں شریک نہ ہو سکی حالانکہ جلسہ کا اصل مقصود مواعظ ہی تھے، یہ ہے رواج کی پابندی کا نتیجہ۔

اسی سلسلہ میں یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ زبردستی نرخ مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں لوگوں کو راحت پہنچانے کے لئے اگر باہمی مفاہمت سے ایسا کر دیا جائے تو بہتر ہے، پھر فرمایا میرے یہاں اب یہ دستور ہے کہ مہمان جتنے دنوں چاہے قیام کریں اپنے کھانے کا انتظام خود کریں گے۔ ہاں جن سے خصوصیت اور بے تکلفی ہے اور ان کا قیام بھی قلیل ہو یا ان کو انتظام

میں وقت ہوتو ان کا کھانا مکان سے آتا ہے گو میرا یہ دستور رواج کے خلاف ہے لیکن اس میں طرفین کو راحت ہے۔ مہمان جب چاہیں اور جو چاہیں کھا پی سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قیام میں آزاد ہیں جتنا جی چاہے قیام کریں ورنہ بہت سے غیور طبع انسان بجائے پندرہ یوم کے پانچ یوم بھی نہ ٹھہر سکتے۔ یوں کہتے کہ مفت کی روٹیاں کھانا یا بار ڈالنا مناسب نہیں۔ نیز جلد جلد آنے کا ارادہ بھی نہ کر سکتے۔ اور ان باتوں سے ان کا دینی نقصان ہوتا۔ اب بحمداللہ تعالیٰ یہ خرخشے نہیں ہیں۔ اور میں اس فکر سے آزاد ہوں کہ مہمانوں کے لئے کیا پکا اور کب پکا۔ کون مہمان موجود ہے کون غائب ہے۔ کوئی پرہیزی کھانا تو نہیں کھاتا وغیر وغیرہ۔ اب جب اس اطمینان کے ساتھ میں دینی خدمات انجام دے سکتا ہوں مہمان نوازی کی صورت میں کہاں ممکن تھا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ مہمان بھی بڑی تعداد میں بکثرت آتے رہتے ہیں۔ (سفرنامہ لاہور ولکھنؤ ص ۳۳۵)

حرکات کی ناموزونیت

فرمایا میں نامناسب حرکت وسکون اور غیر موزون افعال واقوال پر روک ٹوک کرتا ہوں بالخصوص جن باتوں سے کسی کو تکلیف ہو ان پر دارو گیر کرتا ہوں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو میرے طرز عمل سے تعجب ہوتا ہے کیونکہ نہ ان کو وہ اعمال ناموزوں معلوم ہوتے ہیں اور نہ وہ ایسے امور سے کچھ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے جن کا ادراک باطل یا ضعیف اور احساس مجروح اور کمزور ہوتا ہے وہ ناشائستہ حرکات سے بہت کم متاثر ہوتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں سے دوسروں کو بہت اذیت ہوتی ہے۔ (ص ۳۴۹)

ضعف کی وجہ سے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کا تحمل نہیں رہا

ایک صاحب نے حضرت کی دعوت کرنا چاہی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت کے ہمراہ چند احباب کو اور بھی مدعو کرنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا اب میں ضعف کی وجہ سے

کسی کے ساتھ کھانے کا متحمل نہیں ہوں۔ پہلے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا لیکن اب یہ معمول ترک کردیا ہے ساتھ کھانے سے یا تو پیٹ نہیں بھرتا یا زیادہ کھانا پڑتا ہے کیونکہ جلیس یا جلساء کی رعایت کرنا پڑتی ہے اس لئے ساتھ کھانے سے معذوری ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے قصبات میں عام عرف ہے کہ بیویاں شوہروں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتیں، میں نے اس رسم کو توڑ دیا ہے۔ دونوں گھروں میں ساتھ کھانا کھاتا ہوں۔ چونکہ اپنے اہل سے بے تکلفی ہوتی ہے اس لئے تکلیف نہیں ہوتی نہ وقت کی پابندی نہ ساتھ دینا ضروری۔ جب جی چاہا اور جتنا جی چاہا کھالیا۔ مگر مہمان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جاتا فطری طور پر ان کی رعایت کی جاتی ہے اس لئے اب اس کا متحمل نہیں۔ (ص ۳۲۹)

اسراف کی حقیقت

ایک صاحب نے کہا کہ بعض مرتبہ آٹھ آنہ سیر برف لینا پڑتا ہے مگر کیا کروں عادت کی وجہ سے اس اسراف کو برداشت کرتا ہوں، حضرت نے فرمایا جس کو عادت ہو اس کو آٹھ آنہ سیر برف خریدنا اسرف نہیں بلکہ اس کی ضروریات زندگی میں داخل ہے۔ (ص ۳۵۰)

مسلمانوں کی بے استقلالی

فرمایا مسلمان اپنی قوت سے کام نہیں لیتے۔ استقلال اور جم کر کوئی کام نہیں کرتے۔ بہت جلد پژمردہ اور بددل ہو جاتے ہیں اسی لئے ان کی تحریکات غیر مکمل اور ان کے اعمال ادھورے رہ جاتے ہیں۔ یہ بات دین کی کمی ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جتنی دین میں کمی ہوگی اسی قدر بزدلی پیدا ہوگی۔ دل میں مطلوب طاقت صرف روحانیت و ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی طاقت ہی کا نام دلیری اور شجاعت ہے۔ (ص ۳۵۰)

صفائی معاملات دین کا ایک اہم جزو ہے

فرمایا مجھ کو معاملات کی صفائی بہت پسند ہے معاملات کی صفائی دین کا ایک اہم اور ضروری جزو ہے۔ اگر میں گھر والوں سے بھی کسی فوری ضرورت کے لئے کچھ قرض لے لیتا ہوں تو دوسرے وقت واپس کر دیتا ہوں اور وہ بھی لے لیتے ہیں۔ میں ان کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوں، میں نے کہہ رکھا ہے کہ جس کا جو مطالبہ میرے ذمہ ہو وہ یاد دلا دے۔ میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔

پابندی معاملہ

فرمایا انسان کو چاہئے معاملہ کے وقت تو اپنے آپ کو زیادہ پابند نہ کرے اور بہت قیود وشروط کو قبول نہ کرے۔ آزاد رہے، ہاں جب عمل کا وقت آئے تو جتنا ممکن ہو مقید بنے اور بہتر سے بہتر طور پر کام کرے۔ ہر بات کی رعایت رکھے۔ (ص ۳۵۱)

اپنی رضا کو بڑوں پر قربان کردے

فرمایا حدیث شریف میں ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے ایک اونٹ خریدا آپ نے قیمت ادا فرمائی۔ انہوں نے قبول کرلی حقیقۃً حضور کا یہ معاملہ امت کے لئے تعلیم ہے کہ معاملہ اس طرح کرنا چاہئے تاکہ راحت نصیب ہو۔ حضرت جابرؓ ہرگز دام لینے کے مشتاق وخواہشمند نہ تھے مگر حضور کی رائے مبارک کو اپنی خواہش پر ترجیح دی۔ حضرات صحابہؓ کی عموماً یہی عادت تھی کہ حضور کی مرضی کو اپنی تمام خواہشوں پر ترجیح دیتے تھے۔ جس حالت میں حضور خوش ہوتے یہ حضرات اسی حال میں راضی رہتے تھے۔

راضی ہوں میں اسی میں جس میں ہوں آپ راضی
میری وہی خوشی ہے جو آپ کی خوشی ہے

(ص ۳۵۱)

حکومت اسلامیہ کے قیام کی تمنا

میری دلی تمنا اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت عادلہ مسلمہ قائم فرمادے اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ میں نے عادلہ کی قید اس واسطے لگائی کہ سلطنت مسلمہ تو بحمدہٖ تعالیٰ آج کل بھی متعدد جگہ ہے مگر عادلہ نہیں بلکہ سب کی حالت بے راہی کی ہے امور شرعیہ کی پابندی نہیں، موجودہ مسلم سلطنتوں میں نجدیوں کی سلطنت غنیمت سمجھی جاتی تھی مسلمانوں کو ان سے بہت توقعات تھیں کیونکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث پر عامل ہیں مگر انہوں نے ایسی لٹیا ڈبوئی ہے کہ خدا کی پناہ، عیسائیوں کو حجاز کی سرزمین مقدس میں داخل کرلیا اور ایک طویل مدت کے لئے ان کو ٹھیکہ دیدیا ہے ابن سعود نے، اور یہ سب کچھ روپیہ کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ترکوں کے زمانہ میں کبھی ایسا نہ ہوا حالانکہ وہ بیچارے قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے مدعی بھی نہ تھے۔ اس ٹھیکہ کے انجام کی یقینی طور پر تو خبر نہیں مگر آثار اور حالات حاضرہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عرب کے بدویوں کے ایمان کا سخت خطرہ ہے کیونکہ عرب پہلے ہی ایک مفلس قوم ہے خصوصاً بدوی تو حد درجہ مفلوک الحال اور تنگدست ہیں اور آج کل تو ان کے افلاس میں اور اضافہ ہوگیا کیونکہ وہ پہلے حجاج کو اونٹ کرایہ پر دے دے کر کچھ کما لیتے تھے۔ اب موٹروں نے اس سلسلہ کو بھی قریب الختم کردیا ہے۔

حضرت کا تفقّہ

فرمایا ایک مرتبہ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ترمذی میں یہ حدیث ہے لن یغلب اثنا عشر الفا عن قلۃ یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر قلت تعداد کی وجہ سے کبھی دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب نہ ہوگا۔ اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا حالانکہ ثابت ہے کہ بارہ ہزار کیا بارہ ہزار سے کہیں زائد تعداد کے لشکر شکست کھاگئے۔ حضرت مولانا کی برکت سے میرے ذہن میں فوراً جواب آگیا۔ میں نے

عرض کیا کہ حدیث شریف کا مضمون بالکل بے غبار ہے۔حضور نے عن قلۃ فرمایا ہے کہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگا عن علۃ نہیں فرمایا کہ کسی اور سبب سے بھی مغلوب نہ ہوگا لہذا جہاں بارہ ہزار یا بارہ ہزار سے زائد کے لشکر شکست کھا گئے اس کی وجہ قلت نہیں بلکہ کوئی دوسری علت ہوگی چنانچہ اس کی تائید کتب حدیث وتاریخ سے بھی ہوتی ہے۔ بلکہ قرآن شریف کا غزوہ حنین میں اولاً مغلوب ہونا بالتصریح مذکور ہے حالانکہ غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار تھے لیکن پھر بھی اولا مغلوب ہو گئے۔اوراس کی وجہ قلت نہیں تھی بلکہ ایک قلبی مرض یعنی خود پسندی وعجب تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْاَ عْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ .
''یعنی حق تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد فرمائی اورغزوہ حنین میں بھی جب تم اپنی کثرت پرنازاں تھے''۔

حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کوغزوہ حنین میں عجب وغرور پیدا ہو گیا تھا کہ ہم اتنے زائد ہیں۔اسی عجب کی وجہ سے شکست ہوئی اور جب اس گناہ سے توبہ کرلی اور معافی مانگ لی تو اسی میدان میں یہ ہزیمت خوردہ لشکرِ اسلام غالب آ گیا۔جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَه، عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۔''یعنی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ اور مسلمانوں پر اپنی خاص تسلی نازل فرمائی اور قلوب کی تقویت کے لئے فرشتوں کا لشکر بھیجا جو نظر نہیں آتا تھا۔''

(اسعد الابرار ملحقہ سفر نامہ لاہور ولکھنو ص ۳۶۴)

نمونہ کے طور پر یہ چند ملفوظات نقل کئے گئے جن کو محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے جمع فرمایا تھا،جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے شیخ حکیم الامت تھانویؒ کے ملفوظات وارشادات سے کس قدر دلچسپی تھی۔

تصوف وسلوک کا یہ ایک پہلو تھا جس میں حضرت کی حیثیت طالب ومسترشد کی تھی

اور جس میں اپنے شیخ کے سامنے مستفیدانہ حیثیت کو واضح کیا گیا ہے، اس کا دوسرا پہلو وہ ہے جس میں آپ کی حیثیت مربی اور شیخ کامل کی ہے اس کی تفصیل اور اصلاح باطن اور تصوف کے سلسلہ میں آپ کی ہدایات وتعلیمات انشاء اللہ دوسرے حصہ میں ذکر کی جائیں گی۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بعد دوسرے بزرگوں سے اصلاحی تعلق

محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ کو باوجودیکہ ۲۲ رسال کی عمر میں حضرت حکیم الامت نے آپ کو خلافت عطا فرمادی تھی، لیکن اس کے باوجود شیخ کی وفات کے بعد آپ نے ہمیشہ اپنے سے بڑوں اور بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم رکھا، اپنے حالات بھی عرض کرتے اوران کی خدمت میں حاضری بھی دیتے رہتے، اس میں نہ تو یہ مانع پیش آتا کہ ہم تو اب خود خلیفہ اوراپنے شیخ کے نائب ہو چکے ہیں اب ہم کو کسی کے سامنے گھٹنے ٹیکنےاور طالب بن کر حاضر ہونے کی کیا ضرورت، اور نہ ہی یہ خیال مانع بنتا کہ حکیم الامت جیسا محقق صاحب بصیرت شیخ اب کہاں ملے گا، اب کیوں کسی در کی خاک چھانوں، بلکہ وقت کے اکابر اور مشائخ میں سے جس سے آپ کو مناسبت ہوتی تھی ان سے ربط رکھ کر ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے، اور اخیر اخیر تک حضرت والا یہ بات فرماتے تھے کہ شیخ کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ کے انتخاب اوران سے تعلق جوڑنے میں تاخیر نہ کرنی چاہئے اور یہ خیال مانع نہ ہونا چاہئے کہ اب اس جیسا شیخ کہاں ملے گا، حضرت فرماتے تھے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے لائٹ آرہی ہے بلب کی تیز روشنی مل رہی ہے اچانک لائٹ چلی جائے اندھیرا چھا جائے اس وقت کیا کرتے ہیں؟ کیا بجلی کے انتظار میں اندھیرے میں بیٹھے رہتے ہیں؟ یا اگر معمولی چراغ اور ماچس ہو اس کا سہارا پکڑتے ہیں اور اندھیرے کے مقابلہ میں اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ کامل روشنی نہیں کچھ تو روشنی مل رہی ہے۔ بعد میں بجلی بھی آجاتی ہے اور کامل روشنی مل جاتی ہے، اسی طرح شیخ وقت کی وفات کے بعد یہ نہ سمجھنا

چاہیئے کہ اب اس درجہ کا شیخ کہاں ملے گا اس لئے کس سے تعلق قائم کروں، ارے اس درجہ کا شیخ نہیں جس درجہ کا ہو اس سے بھی تو کچھ حاصل ہوگا اسی سے تعلق قائم کیا جائے، پہنچانے والی ذات تو اللہ رب العالمین کی ہے وہ علیم بھی ہے حکیم بھی ہے جس وقت جس غذا کی ضرورت ہوتی ہے اس کا انتظام کرتا ہے۔کل تک ہمارے لئے وہ روحانی غذا مناسب تھی اور اس شیخ کے ذریعہ ہم کو روحانی غذا مل رہی تھی، اور آج اللہ نے ہماری غذا بدل دی اور دوسرے شیخ کے ذریعہ غذا پہنچا رہا ہے اس پر ہم کو راضی اور قانع ہونا چاہیئے، اسی مصلحت وحکمت کے پیش نظر آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے بعد دوسرے بزرگوں سے تعلق جوڑا چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد پہلے مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری اور ان کی وفات کے بعد خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ سے ان کے بعد حضرت مولانا عبدالغنی صاحبؒ پھولپوری سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا، ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کی خدمت میں مسلسل آمد ورفت کا سلسلہ جاری رکھا اخیر میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی سے ربط جوڑا، اس کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ سے بھی ربط قائم رہا اور برابر ان سب حضرات کی خدمت میں حاضری دیتے رہے اور جو بزرگ سفر کے قابل تھے ان کو اپنے یہاں ہردوئی تشریف لانے کا پروگرام بنایا، الغرض جب تک آپ کے بڑے موجود رہے اس وقت تک برابر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔

باب ۷

دعوۃ الحق کا قیام اور اس کے مقاصد کی تکمیل

دعوۃ الحق کی تاریخ اور اس کا آغاز

''دعوت الحق'' دراصل شعبہ دعوت وتبلیغ کے احیاء کی ایک منظّم شکل ہے۔ جس کی ذمہ داری علماء وعوام پر ڈالی گئی ہے اور جس کا خاکہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے تیار فرمایا تھا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں میں سے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے تجدیدی کام لیا، جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں ہر سو سال میں ایسا شخص پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کرے گا، آپ کے تجدیدی کارنامے آپ کی شان مجددیت کا یقین دلاتے ہیں، بلاشبہ آپ نے دین کے تمام شعبوں کی تجدید فرمائی، منجملہ ان کے دعوت وتبلیغ کا بھی ایک شعبہ ہے، آپ نے دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں ہونے والی کوتاہیوں کی اصلاح فرمائی، عوام خواص کو اس کی طرف متوجہ فرمایا، دعوت وتبلیغ کے آداب اور اس کی قسمیں بیان فرمائیں، عملی جامہ پہنانے کے لئے

آپ نے علماء کودعوت دی، ایک جماعت کی تشکیل فرمائی، اوراس کا ایک خاکہ تیار کیا جس کا نام رکھا ''مجلس دعوۃ الحق'' حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی بات پر مخلص علماء کی ایک جماعت نے لبیک کہا اور حضرتؒ کے متعین کردہ حدود اور خاکہ کے مطابق وہ جماعت کام کرتی رہی، جن علماء نے مجلس دعوۃ الحق کے تحت حضرت اقدس تھانویؒ کی زیر نگرانی محدود دائرۃ میں رہتے ہوئے کام شروع کیا تھا ان میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا احتشام الحق صاحب حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔ یہ وہی مولانا الیاس صاحبؒ ہیں جن کو بانی تبلیغ کہا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اصلاً اس کام کی بنیاد حکیم الامت حضرت تھانویؒ ڈال گئے تھے حضرت مولانا الیاسؒ کے قلب میں اللہ نے القاء فرمایا اوراس دعوت وتبلیغ کے کام کو وسیع پیمانے پر آپ نے شروع کیا، اور پوری امت کواس کی طرف متوجہ کیا، لیکن فکر وروح ایک حد تک اس میں وہی کام کررہی تھی جس کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی فکر وروح کہنا چاہئے چنانچہ اسی مناسبت سے مولانا الیاسؒ پوری وضاحت اور انشراح سے فرمایا کرتے تھے کہ

''حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے بس مرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہوجائے''

(ملفوظات مولانا الیاسؒ ص ۵۸)

حضرت مولانا تھانویؒ کو جب مولانا الیاسؒ کی تبلیغی مہم اور وسیع پیمانہ پر کام کا علم ہوا تو مسرت کے ساتھ فرمایا کہ مولوی الیاس نے تو یاس کو آس سے بدل دیا یعنی مایوس کن حالات میں امید کی کرن پیدا کردی۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے چند مختصر رسالے بھی تحریر فرمائے تھے جن کا مجموعہ ''دعوت الداعی'' کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے، اسی مجموعہ کو سامنے رکھ کر احقر نے اس کے مضامین کو نئی سرخیوں کے ساتھ اور بعض مقامات میں حذف واختیار کے

ساتھ مرتب کیا ہے، جو آپ کے سامنے ہے، یہی وہ مجلس دعوت الحق ہے جس کی تاثیر وافادیت کا تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے ایک مضمون میں اس وقت فرمایا تھا جبکہ مجلس ابتدائی مراحل میں تھی اور اس کا دامن تنگ اور محنت کا میدان محدود تھا، اور یہی وہ مجلس ہے جس کا احیاء محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ نے فرمایا، چنانچہ آپ نے اپنے ادارہ میں مدرسہ اشرف المدارس کے ساتھ مجلس دعوت الحق بھی قائم فرمائی اور اس سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کی اس نوع کی تحریرات ایک مجموعہ میں شائع فرمائیں، جس میں مجلس دعوت الحق کے تعارف کے ساتھ اس کے مقاصد کو تحریر فرمایا۔

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ نے اپنے یہاں مجلس دعوت الحق قائم فرما کر اس کی نشأۃ ثانیہ فرمائی اور اس کو نئی زندگی بخشی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دعوت الحق کے جو اغراض ومقاصد تحریر فرمائے تھے، امت کی ضرورت اور علاقے کے حالات اور ماحول کے پیش نظر آپ نے اس میں اضافہ بھی فرمایا تھا، پہلے حضرت اقدس تھانویؒ کے مضامین ملاحظہ فرمایئے۔ جن سے تبلیغ کی ضرورت اور مجلس دعوت الحق کے اغراض ومقاصد، نظام عمل اور اس کے پورے خاکے کا علم ہوگا اور اس کی اہمیت وافادیت اور ضرورت کا بھی اندازہ ہوگا اور ساتھ ہی تبلیغی جماعت اور دعوت الحق کے طریق کار کا فرق اور مقصد کی وحدت کا بھی علم ہوگا۔

اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ نے جو اغراض ومقاصد اپنی مجلس دعوت الحق کے تحریر فرمائے تھے اور تادم حیات کس طرح آپ اس پر کاربند رہے اور اخیر اخیر تک کس طرح ان مقاصد کی تکمیل میں کوشاں رہے اس کو بھی ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مجلس دعوت الحق علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کی نظر میں

اسلامی ملکوں میں بحمداللہ ہندوستان کی حالت اب بھی غنیمت ہے، کہ دینی تغافل اور سیاسی انہماک کے باوجود یہاں علماء تعلیم یافتہ اور عوام کی ایک جماعت گو وہ تھوڑی ہی ہو، ایسی موجود ہے، جو دین کی خدمت اور اعلاء کے لئے سرگرمی کے ساتھ مصروف عمل اور عوام کو دین سے مربوط اور تعلیم یافتوں کو مذہب سے آشنا کرنے کے لئے اخلاص کے ساتھ کام کر رہی ہے ...... بستی نظام الدین دہلی کی تبلیغ، اور دعوۃ الحق کی تاثیر عوام اور تعلیم یافتہ طبقوں میں پھیل رہی ہے، ممکن ہے کسی کو ان میں سے کسی کے طریق کار سے مخلصانہ اختلاف ہو، تاہم جس حد تک مشترک مقصد کا تعلق ہے، ان کی نیک مساعی کا اعتراف اور ان کی کامیابی کی دعا کرنی چاہئے اور اختلاف کو کوئی مخالفت کو رنگ نہیں دینا چاہئے، کیونکہ اصل مقصود دین کی خدمت ہے، اشخاص کی بحث نہیں۔

من و تو گر ہلاک شویم چہ باک — غرض اندرمیاں سلامت اوست

دعوۃ الحق کی حیثیت مجلسی نہیں ہے، اس کے کام کرنے والے افراد ہیں، یہ ایک دعوت کا خاکہ ہے جس کو حضرت مولانا تھانویؒ نے ایک زمانہ میں کھینچ کر تیار کیا تھا، اور جس کے مطابق ان کے زمانہ میں کہیں کہیں کام شروع ہوا تھا، اور اب ایک دو سال سے اس کے مطابق بمبئی اور دہلی اور بعض مقامات میں کچھ لوگ کام کر رہے ہیں، بمبئی اور دہلی دونوں جگہ اس کے ماتحت مسجدوں میں درس قرآن ہوتا ہے اور عوام اور تعلیم یافتہ لوگوں تک پہنچ کر دین کے پیام سے ان کو آشنا کیا جاتا ہے، اور ان کے شکوک وشبہات کے گرد وغبار کو دور کر کے دین

کے صافی چشمہ تک ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔

(ماخوذ از شذرات سلیمانی ص ۳۷۳)

تبلیغ کے سلسلہ میں حضرت اقدس تھانویؒ کی فکر اور اہتمام

ماخوذ از اشرف السوانح

حضرت اقدس ہمیشہ سے اسلامی مدارس کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور رکھا جائے چنانچہ خانقاہ کی طرف سے بہت عرصہ سے تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے گو کسی عارض کے سبب بعض مرتبہ کوئی مبلغ نہیں رہتا لیکن جب موقع ہوتا ہے پھر رکھ لیا جاتا ہے رسالہ حیات المسلمین خاص تبلیغ کے واسطے تصنیف فرمایا اور اس کی اشاعت کے بعد لوگوں میں تبلیغ کا احساس دیکھ کر ۱۳۵۰ھ میں ایک خاص صورت تبلیغ واشاعت کی حضرت والا نے تجویز فرمائی جو بہت مفید اور نہایت سہل ہے اور اس کو '' آثار رحمت '' کے لقب سے چھپوا کر شائع فرمایا۔ دوسری جگہ تو صرف اشتہارات مطبوعہ ہی روانہ کردینے پر اکتفا فرمایا لیکن اس نواح کے لے دائمی تبلیغ کے علاوہ ایک سال تک دوسرے مبلغ کا بھی تقرر فرمایا۔ اس توجہ کی برکت سے یہاں کے نواح واطراف میں بھی بہت نفع ہوا اور سہارنپور میں بھی تبلیغ کا کام بڑے پیمانہ پر جاری ہو گیا اور برابر چار سال تک جاری رہا۔

حج نفل سے زیادہ افضل واہم کام

اس تبلیغ سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو اس قدر تعلق خاطر تھا کہ اس دوران میں ایک دوست نے احقر کو حج کے لئے ہمراہ لے جانا چاہا، احقر کو بے حد اشتیاق تھا، بہت خوش ہوا اور حضرت

والا سے اجازت چاہی، ارشاد فرمایا کہ جس کام میں یہاں مشغولی ہے وہ حج نفل سے مقدم اور افضل ہے۔اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ ایسے ہی موقع کے واسطے حضرت مسعود بکؒ فرمایا ہے۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید　　　معشوق دریں جااست بیائید بیائید

اور ہمیشہ بوقت حاضری زبانی ارشادات سے اور خطوط میں بھی نہایت مفید ہدایات فرماتے رہتے تھے، نیز دعاؤں کے ساتھ حوصلہ افزائی کے کلمات بھی ہوتے تھے چنانچہ ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا:

السلام علیکم

''حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں اور مجھ کو اس سے پہلے بھی صرف آپ جیسے مخلصین کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس صاحب کا ساتھ ہوجانا یقین کامیابی کی دلاتا تھا، علم غیب تو حق تعالیٰ کو ہے مگر میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ انشاء اللہ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا''۔

ان ارشادات کا مقصد صرف یہ خیال میں آیا کرتا تھا کہ حوصلہ افزائی فرمائی جاتی ہے لیکن جب تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد ایک جماعت نے تمام علاقہ یعنی ۲۹ ضلعوں کا مفصل حال لکھ کر شائع کیا اور اس روداد میں اس کی تصریح بھی درج تھی کہ تحصیل پلول (جہاں احقر اور مولوی عبد المجید صاحب نیز مولانا الیاسؒ کار تبلیغ انجام دے رہے تھے) اول نمبر کامیاب رہی تب معلوم ہوا کہ یہ بشارت اور پیشن گوئی تھی جو خدا کے فضل سے بالکل صحیح ہوئی۔

اس اہتمام تبلیغ کے علاوہ اس زمانہ میں حضرت والا نے مندرجہ ذیل رسالے بھی شائع فرمائے تھے ''الانسداد لفتنۃ الارتداد'' حسن اسلام کی ایک جھلک، نماز کی خوبیاں، ان میں سے نمبر۲ کو ہندی میں بھی چھپوار کر تقسیم کیا گیا تھا اور غالباً نمبر۳ بھی ہندی میں چھپا تھا۔اور چند مواعظ میں بھی تبلیغ کے متعلق مضامین بیان فرمائے جن میں سے تین مواعظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں الدعوۃ الی اللہ، محاسن اسلام، آداب التبلیغ، الغرض حضرت نے ہر پہلو سے اصلاح

اور تبلیغ کا اہتمام فرمایا۔ (اشرف السوانح ج ۳ص ۲۳۷ ص تا ۲۴۱)

مجلس دعوۃ الحق کا مقصد مسلمانوں میں دینی جذبہ پیدا کرنا اور صراط مستقیم پر چلانا ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران)

ترجمہ: اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

مقصد اس مجلس کا مسلمانوں میں دینی جذبہ پیدا کرنا اور کامیابی کا اصل راستہ بتلانا ہے جو مسلمانوں کے لئے تعلق مع اللہ میں منحصر ہے اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ احکام خداوندی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی پوری طرح پابندی کی جاوے۔ ہر کام میں اس کا پورا لحاظ رکھیں کہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہونے پاوے یہی عبدیت کی روح اور حیاتِ مسلم کی اصل الاصول[1] ہے۔

نظام عمل

(۱) تعلیم المسلمین اور تفہیم المسلمین کے کل دفعات (جو آگے آرہی ہیں) کی نہایت خلوص و استقلال کے ساتھ ہمیشہ پابندی کرتے رہیں۔ اور ہر امر میں اصل مطمح نظر[2] رضائے حق کو رکھیں اور اس استقلال و ہمت کے ساتھ ہی دعا و ابتہال[3] کو اصل وظیفہ و تدبیر سمجھیں

(۲) جہاں تک ہو سکے قرآن شریف کا ترجمہ سننے کا بھی اہتمام کریں۔

(۳) مسلمان کا یہ فرض ہے کہ ہر موقع پر جذبات کو شریعت کے تابع رکھے۔

(۴) ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اخلاق اسلامی کو اپنا شعار بناوے نیز اپنی وضع اور معاشرے کو بالکل شریعت مقدسہ کے موافق رکھے نہ انگریزوں کی تقلید کرے نہ ہندوؤں کی نہ کسی دوسرے مذہب والوں کی۔

(۵) انبیاء کرام علیہم السلام کا طریق مسنون ہے کہ ہاتھ میں لاٹھی رکھتے تھے، اس واسطے سب مسلمانوں کو اس سنت پر کاربند ہونا چاہئے۔

(۶) خدمت خلق کا دھیان رکھیں، اور محنت و جفاکشی کی عادت ڈالنے کے لئے ورزش کیا کریں، نیز لکڑی وغیرہ چلانا بھی سیکھیں اور سپاہیانہ وار سادہ زندگی بسر کریں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی سے لڑیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آرام طلبی میں نہ پڑیں، مخدوم نہ بنیں خادم بننے کی کوشش کریں، اگر کسی انسان کو بالخصوص مسلمانوں کو امداد کی ضرورت ہو تو مظلوم کی امداد کو اپنے ذمہ لازم سمجھیں۔

(۷) ہر مسلمان روزمرہ نماز عشاء کے بعد سونے سے پیشتر اپنے تمام گناہوں کو سوچ کر یاد کرے اور پھر ان نعمتوں کو یاد کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ہیں، اور ان دونوں کے استفسار کے بعد اپنے او پر ندامت کرے کہ جس مالک کی اس قدر نعمتیں ہیں اس کی ایک دن میں مجھ سے اس قدر نافرمانیاں ہوئیں ہیں اس کے بعد حضور قلب کے ساتھ ان سب گناہوں سے توبہ واستغفار کرکے سوئے، روزانہ یہ عمل بلا ناغہ کرلیا کرے۔ (دعوت الداعی ص ۵)

دعوت الحق کا مقصد دینی تعلیم کو عام کرنا ہے

تعلم احکام[۱] ایسا اہم فریضہ ہے کہ عین جہاد حقیقی میں جو کہ اعظم العبادات[۲] ہے مشغول ہونے کے وقت بھی واجب ہے کہ ایک جماعت بجائے جہاد کے اس فریضہ کی خدمت کو انجام دے، جب ایسی اعظم عبادت کے پیش آنے کے وقت بھی اس خدمت کا اہتمام واجب ہے تو

اور کسی حالت میں تو اس کا اہتمام کیوں نہ واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ ٹھہرا کہ یہ فریضہ ایسا دائمی اور سب سے اہم ہے کہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا، اور عقلا بھی اس کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ کوئی طاعت کیسی ہی عظیم اور ضروری ہو وہ اسی وقت معتبر اور مقبول ہوسکتی ہے جب شرعی قوانین کے موافق ہو اور ظاہر ہے کہ ان قوانین کے موافق ہونا موقوف اس پر ہے کہ ان قوانین کا علم بھی ہو اور قوانین شرعیہ کے علم کی دو صورتیں ہیں، یا خاص طور پر ان کا درس تدریس یا عام طور پر انکی تعلیم و تبلیغ مگر اسباب اتفاقیہ سے ایک زمانہ طویل سے عام طور پر اس کی طرف سے بہت زیادہ بے التفاتی ہوگئی جس کی وجہ بعض کا اس پر قادر نہ ہونا اور بعض کا دوسرے مشاغل ضروریہ یا غیر ضروریہ میں مشغول ہونا ہے جس کا نتیجہ لازمی طور پر غلبۂ جہل اور غلبۂ جہل سے فساد عمل، اور فساد عمل سے مسلمانوں کا ہر قسم کا ظاہری و باطنی تنزل اور انواع مصائب میں ابتلاء اس قدر رونما ہوگیا ہے کہ جلدی اس کا تدارک نہ کیا گیا تو قوی اندیشہ ہے کہ خدا نہ کرے مسلمانوں کی قوم من حیث الاسلام فنا ہوجاویگی۔ اس لئے سخت ضرورت ہے کہ بہت جلد اس کا خاص انتظام کیا جاوے۔

کام کرنے والی ایک جماعت کی ضرورت

الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایسے نازک وقت میں دستگیری فرمائی کہ اپنے بعض بے سروسامان بندوں کو اس کا احساس اور احساس کے ساتھ اس کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس کے بھروسہ پر اس خدمت کی انجام دہی کے لئے کھڑے ہوگئے انہوں نے اس کی تکمیل کے لئے ایک مجلس ''دعوۃ الحق'' کے نام سے بنائی اور اس کام کو شروع کر دیا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ایک دو شخص کا کام نہیں اس میں ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ (دعوت الداعی)

دعوۃ الحق کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے

نصوص کثیرہ میں اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی تاکید بھی جا بجا وارد ہے، اور سورۂ والعصر تو بلا شرکت کسی اور مضمون کے خاص اسی موضوع کے لئے نازل ہوئی ہے چنانچہ اس میں جہاں امنو کو جس کا مفہوم تصحیح عقائد ہے اور عملوا الصلحات کو جس کا مفہوم اصلاح اعمال ہے شرط نجات فرمایا ہے جو حاصل ہے خسران سے استثناء کا وہاں اس کے متصل تواصوا بالحق میں دوسروں کی تعلیم عقائد کو اور تواصوا بالصبر میں دوسرووں کی تعلیم اعمال کو شرط نجات فرمایا ہے، اور بے شمار نصوص قرآنیہ وحدیثیہ میں یہی مضمون بعنوان امر بالمعروف ونہی عن المنکر ووعظ وتذکیر نہایت تاکید واہتمام کے ساتھ مذکور ہے اور بہت سے نصوص میں خاص حالات میں ان میں سستی یا ترک پر شدید وعیدیں بھی وارد ہیں۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا فریضہ یہی رہا ہے۔ باقی جتنے شعبے دین کے ہیں مثلاً افتاء ودرس وتصنیف مناظرہ سب اسی کے آلات ومقدمات ہیں۔ اور خود تنظیم بھی جس کی ضرورت عام طور سے مسلم ہے وہ بھی اسی کا تابع اور مقدمہ ہے اور یہ متبوع مقصود ہے۔ چنانچہ آیت اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ میں جہاں تمکین کے مقاصد ذکر فرمائے ہیں ان ہی میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بھی جز ومقصود فرمایا گیا۔ تو اس بنا پر سب مسلمانوں کو اس طرف توجہ فرمانا از بس ضروری ہوا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے وعظ ونصیحت کی ضرورت

اس کے بعد امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ضروری ہونے میں کیا شبہ رہا اور اس کے ذرائع میں سب سے زیادہ سہل اور نفع کے اعتبار سے تام اور عام ذریعہ وعظ ہے۔ تو ان سب مقدمات پر نظر کر کے واعظین کے ذریعہ سے تمام مکلفین خصوص مسلمانوں کو احکام سے مطلع کرنے کی ضرورت بداہتہ ثابت ہوگئی۔

علماء و عوام اور مدرسہ والوں سے گذارش

ذیل کی چند سطریں اسی کے انتظام کی ترغیب و تحریک کے لئے عرض کی جاتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی انتظام بطور استقلال عادۃ خصوص آج کل کی فضا میں بدون آئینی ہیئت کے مکمل نہیں ہوتا۔ پس اس ہیئت کے متعلق خود سوچنے سے نیز ایک جماعت علماء صلحاء کے مشورہ سے اس کا جو نظام ذہن میں آیا ہے اس کو قلم بند کر کے شائع کر رہا ہوں، جمہور اہل اسلام عموماً اور علماء کرام و روساء عظام و مہتممانِ مدارس و انجمن ہائے اسلامیہ خصوصاً اس نظام کو جاری فرمائیں، اگر اس سے اچھا کوئی نظام کسی کے ذہن میں ہو اس کا اجرا فرمائیں۔ بہر حال کام مقصود ہے خاص کوئی صورتِ نظام مقصود نہیں۔ اب میں یہاں کا تجویز کردہ نظام پیش کرتا ہوں جو مرکب ہے چند اجزا سے اور وہ یہ ہے۔

واعظین مقرر کرنے کی ضرورت اور اس کا طریقہ

(۱) ہر مدرسہ اسلامیہ کم از کم ایک واعظ مقرر کرے اور یہ سمجھے کہ ضرورت تعلیم کے لئے ایک مدرس کا اضافہ کیا گیا کیوں کہ جس طرح مدرسہ کے معلمین طلبہ کے مدرس ہیں یہ واعظین عوام کے مدرس ہیں، اسی طرح اہل انجمن یہ سمجھیں کہ تعلیم عوام کے لئے یہ ایک مکتب ہے جو شاخ ہے انجمن کی۔

(۲) جہاں ایسا مدرسہ یا انجمن نہ ہو یا وہ حضرات کسی وجہ سے ایسا انتظام نہ کریں وہاں کے روساء انفراداً یا اشتراکاً اپنے پاس سے تنخواہ دے کر ایسا واعظ مقرر کر دیں۔ مگر اس واعظ کا انتخاب محققین علماء کی رائے سے کریں خود منتخب نہ کریں لیکن تنخواہ کا تعلق اپنے سے رکھیں۔

(۳) جہاں ایسا کوئی باہمت رئیس نہ ہو وہاں عام اہل بستی ایسے واعظ کا انتظام کر لیں اور باہمی چندہ کر کے اس کو تنخواہ دیں اور مثل جزو ثانی کے تنخواہ کا تعلق اپنے سے رکھیں مگر چندہ میں کسی کے اوپر جبر نہ کریں۔

(۴) یہ واعظ خواہ متبحر عالم نہ ہو، مگر دینیات پر اس کی کافی نظر ہو کہ اپنی تقریر میں یا کسی کے سوال کے جواب میں غلط روایت یا غلط مسئلہ بیان نہ کرے۔

واعظین ومقررین کے لئے چند ضروری ہدایات

(۵) بلا ضرورت مسائل اختلافیہ بیان نہ کرے اور جہاں ضرورت ہو یا کوئی اس کے متعلق سوال کر بیٹھے تو تقریر میں یا جواب میں اس کا لحاظ رکھے کہ عنوان لیّن اور نرم اور مخاطب کے قریب الفہم ہو، خشن یا موحش[1] نہ ہو۔ اگر سائل خاص شخص کا نام لے کر جواب کا معارضہ کرے تو اس شخص کی نسبت کوئی کلمہ ثقیل نہ کہے۔ متانت کے ساتھ شبہ کا حل کر دیا جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

(۶) اگر خرچ میں گنجائش ہو تو واعظ کو ایک خادم بھی دیا جائے جو کھانا وغیرہ بھی پکا سکے اور جہاں سواری نہ ملے وہاں سامان وبستر وغیرہ اٹھا کر لے جاوے۔

(۷) عام طور پر واعظ کسی کی دعوت قبول نہ کرے البتہ اگر داعی پہلے سے شناسا اور مخلص ہو مضائقہ نہیں۔ یا اگر شناسا نہ ہو مگر قرائن سے مخلص ہونا دل کو لگتا ہو تو قبول کر لینے کا مضائقہ نہیں مگر اور کوئی چیز از قسم ہدیہ نقد یا غیر نقد ہرگز قبول نہ کرے۔

(۸) واعظ کسی مدرسہ یا انجمن کے لئے یا اسی مد وعظ کے لئے چندہ کی ہرگز ترغیب نہ دے۔ بلکہ اگر کوئی بلا ترغیب بھی دے تب بھی انکار کر دے۔ اگر کوئی اصرار کرے اس سے کہہ دے کہ میں نہیں لیتا خود مرکز میں بھیج دو۔

(۹) جو وعظ کا ناظم ہو وہ واعظ کے دورہ کے مقامات معین کر دے۔ البتہ اتنی اجازت دیدے کہ اگر کسی جگہ خود واعظ سخت ضرورت سمجھے یا رغبت کے ساتھ اس کو بلایا جائے اور دونوں صورتوں میں وہ جگہ مقامات اذن سے پانچ کوس سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو تو وہاں بھی جا سکتا ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر عذر کر دے کہ ناظم وعظ سے درخواست کرو۔

(۱۰) ناظم وعظ گاہ گاہ کسی شخص کو تفتیش کے لئے مقامات دورہ پر بھیج دیا کرے کہ بستی والوں سے واعظ کی حالت اور کارگذاری کی کیفیت تحقیق کر کے ناظم کو اطلاع دے اور بار بار کی کوتاہی یا کسی گرانبار کوتاہی کے ثابت ہونے پر اولاً تفہیم اور درصورت اس کے نافع نہ ہونے کے معزولی کو عمل میں لایا جائے۔

(۱۱) اگر اتفاق سے کسی مقام پر دو واعظ جمع ہو جاویں تو جو بعد میں پہونچے اس کو وہاں ٹھہرنا نہ چاہئے۔ اور اگر اتفاق سے دونوں بالکل ایک ہی وقت پہونچیں گو ایسی صورت بہت شاذ ہے تو مصلحت یہ ہے کہ باہم مشورہ کر کے یا تو دونوں باری باری سے وعظ کہہ دیں۔ یا ایک وہاں ٹھہر جائے دوسرا آگے چلا جائے۔

(۱۲) واعظ کی رخصت یا غیر حاضری پر وضع تنخواہ وغیرہ امور میں مناسب حال قواعد تجویز کر کے واعظ کو اطلاع کر دی جائے۔

(۱۳) واعظ سیاسی امور یا کسی شخص کے ذاتی معاملات کے فیصلہ میں دخل نہ دے۔ اگر کسی کی درخواست بھی جائے صاف انکار کر دے۔

(۱۴) احقر کے مواعظ مطبوعہ اور حیات المسلمین اور جزاء الاعمال اور فروع الایمان اور تعلیم الدین اگر میسر ہوں وعظ میں مدد لینے کے لئے واعظ کو عاریۃً سپرد کر دیئے جائیں۔

(۱۵) کسی کو تعویذ گنڈہ دینے یا بیعت لینے سے بتاکید منع کر دیا جائے اگرچہ وہ اس کا اہل بھی ہو۔

(۱۶) یہ واعظ صرف وعظ ہی پر اکتفا نہ کرے کیونکہ وعظ میں سب نہیں آتے وہی لوگ آتے ہیں جو پہلے سے کچھ دیندار ہیں اور ضرورت ہے سب کو دیندار بنانے کی اس لئے واعظ کو حسب ذیل طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

بددینوں کو دیندار بنانے اور ان کی اصلاح کا طریقہ

(الف) جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے مسجد میں نہیں آتے ان کے مکان پر چند واقف مخلص احباب کو ساتھ لے جائے اور صاحب خانہ کو بلا کر نرمی کے ساتھ اول اس کا کلمہ سنے پھر اس کے واسطے سے اس کے گھر والوں کا کلمہ ٹھیک کیا جاوے پھر سب کو نماز کی تاکید کی جاوے اسی طرح سب بے نمازیوں کے مکانوں پر جایا جاوے۔ اور ہر بستی کے اندر ایک یا متعدد جماعتیں چند مخلص متعدد دینداروں کی ماتحتی میں قائم کردی جائیں جو دوام کے ساتھ اسی طرح لوگوں کے مکانوں پر جاکر ان کو کلمہ سکھلاتے رہیں اور بے نمازیوں کو نمازی بنانے کی کوشش کرتے رہیں۔ اور اس خطاب خاص میں بجز تلقین کلمہ اور تاکید نماز کے کچھ نہ کہا جاوے بقیہ احکام کے لئے وعظ عام کو کافی سمجھا جائے۔

(ب) واعظ کو دیہات میں بھی اسی طرح کام کرنا چاہئے۔ اور وہاں بھی اسی طرح جماعتیں قائم کردینا چاہئے۔

مسائل کی تبلیغ

(ج) وعظ میں مسلسل تقریروں کے ساتھ مسائل ضرورۃً سے بھی مسلمانوں کو مطلع کرنا چاہئے، اور ان سب کاموں میں تحمل اور لطف اور نرمی سے کام لیا جائے۔

(دعوت الداعی تعلیم المسلمین ص ۱۰ تا ۱۴)

حسب استطاعت تمام مسلمانوں کو تبلیغ میں حصہ لینے کی ضرورت

غور کرنے سے یہ بات ذہن میں آئی کہ اس وقت فضاء زمانہ کا مقتضاء یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کے پہونچانے کا کام ہر مسلمان اپنے ذمہ لازم سمجھے اور ہر شخص اسی دھن میں لگ جائے جیسا ہمارے اسلاف کا طریقہ کار تھا، علماء وصوفیہ، امراء ورؤسا، امیر وغریب، خواندہ اور ناخواندہ سب کو یہی دھن تھی کہ جتنا جس کو احکام اسلام کا علم ہے اس کو دوسروں تک پہونچایا جائے، علماء وعظ وتذکیر کرتے تھے، صوفیہ اپنی مجلسوں میں نور باطن سے اور اپنی پاکیزہ باتوں

سے بندگان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے تھے، تاجر اپنے معاملات اور باہمی ملاقات میں اس کام کو نہ بھولتے تھے۔ اس عام توجہ کا یہ اثر تھا کہ بہت جلد لاکھوں کروڑوں بندگان خدا کو حق کی طرف ہدایت ہوگئی۔ اگر یہ کام تنہا علماء کے ذمہ ڈالدیا جاتا تو حق کی روشنی ان مقامات میں نہ پہونچ سکتی جہاں کسی عالم یا فاتح کا قدم بھی نہیں پہونچا، ضرورت ہے کہ تمام اہل اسلام عموماً اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والے خصوصاً آج ہی سے اس دھن میں لگ جائیں کہ جتنا جس کو اسلام کے متعلق علم ہے اس کو دوسروں تک پہونچائے اور اس فریضہ کے ادا کرنے میں سرگرم ہوجائے اور غیب سے نصرت الٰہی کا امیدوار رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کی ضرور مدد فرماتا ہے اِنْ تَنْصُرُو اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ اب اس کے متعلق بھی ایک دستور العمل اور نظام مقرر کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔

دستور العمل

(۱) ہر شخص کو اولاً خود دین میں متصلب پختہ اور مضبوط ہونا چاہئے۔ احکام الٰہی پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہونچانے میں کسی سے مرعوب نہ ہونا چاہئے۔ اور نہ دینی کام میں کسی کی مروت وتعلقات کی پروا کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا اور لائق محبت وتعلق کون ہے جس کے لئے احکام الٰہی کو ترک کیا جائے۔

(۲) ہر شخص کو اس کا خیال کرنا چاہئے کہ کسی جلسہ یا کسی مجلس کو احکام الٰہی کے پہنچانے سے خالی نہ رکھے۔ مگر باریک اور اختلافی مسائل میں دخل نہ دیں کہ یہ کام علماء کا ہے۔ اور اگر کوئی ردکرے یا سخت جواب دے تو صبر وتحمل سے کام لیں۔ سختی کا جواب سختی سے نہ دیں۔ جب کسی دنیاوی غرض کے لئے بھی ملاقات ہو یا تجارت یا ملازمت کے سلسلے میں کسی سے ملنا ہو تو حسب موقع باتوں باتوں میں کلمۃ الحق ضرور پہونچا دیا جائے۔ دین کے معاملہ میں مسلمان کی وہی شان ہونا چاہئے جو کہ حضرات صحابہؓ کی شان ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بتلائی تھی جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرات صحابہؓ کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ دین کے معاملہ میں تو وہ گویا مجنون تھے۔

" فا ذا اریـد احـد مـنهم علی شیء من امر اللہ دارت حمالیق عینیه کانه مجنون " (الادب المفرد للبخاریؒ ص ۱۱۰ و ص ۱۱۱)

(۳) رات دن میں کوئی ایسا وقت خاص اس کام کے لئے بھی نکالا جائے کہ اس میں بندگان خدا کو اخواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، احکام اسلام پہونچائے جائیں اور برے کاموں سے روکا جائے۔

(۴) احکام اسلام پہونچانے میں لہجہ ہمیشہ نرم ہونا چاہئے۔ گفتگو تہذیب اور متانت سے کرنا چاہئے۔ البتہ جن پر اپنی حکومت ہے جیسے بیوی، اولاد، نوکر، شاگرد، وغیرہ انکو اول نرمی سے نصیحت کی جائے۔ پھر بتدریج سختی سے سمجھایا جائے۔

احکام اسلام کی تبلیغ کا طریقہ

(۵) احکام اسلام پہنچانے میں اس ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے۔

(الف) جن کو کلمہ اسلام معلوم نہیں ان کو لاالـٰه االا اللہ مـحمد رسول اللہ سکھلایا جائے اور اس کے معنی سمجھا دیئے جائیں۔

(ب) جن کو کلمہ اسلام معلوم ہے ان کو اس کے معنی بتلائے جائیں اور کہا جائے کہ رات دن میں کم از کم سو مرتبہ لاالـٰه الا اللّٰـه اور اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی محمد رسول اللہ ملا کر ضرر پڑھ لیا کریں۔ ففی الحدیث جددوا ایمانکم بقول لاالٰه الا اللّٰه ۔(حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ لاالٰہ الا اللہ کے ذریعہ اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو)۔

(ج) جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے۔ مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے۔ جن کو نماز کا طریقہ معلوم نہیں ان کو نماز سکھلائی جائے اور ممکن ہو تو ہر نمازی کو پوری نماز کا ترجمہ بھی یاد کرا دیا جائے یعنی سبحـانک اللّٰه م سے التحیات اور درود شریف تک ہر چیز کا ترجمہ یاد کرلیں کہ اس سے نماز میں دلجمعی زیادہ ہوتی

ہے، وضو اور پا کی نا پا کی کے مسائل سے وقتاً فوقتاً آگاہ کیا جائے۔

(د) جن پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی جاوے۔ جن پر قربانی واجب ہے ان کو قربانی کی ترغیب دیں۔

(ہ) رمضان شریف کے روزہ کی سب مسلمانوں کو تاکید کی جائے۔

(و) جن پر حج فرض ہو ان کو حج کی تاکید کی جاوے۔

ہر بستی میں دینی مکاتب قائم کرنے کی شدید ضرورت

(ز) ہر بستی میں تعلیم قرآن شریف کے مکاتب ضرور ہونا چاہئیں جن میں تعلیم قرآن مجید کے ساتھ اردو رسائل بہشتی زیور بہشتی ثمر۔ راہ نجات وغیرہ بھی پڑھائے جائیں تاکہ بچوں کو ضروری احکام کی اطلاع ہو جائے۔ (تفہیم المسلمین، دعوت الداعی ص۱۵ تا ۱۸)

متفرق ضروری ہدایات اور اہم نصائح

(ح) سب مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد سے رہنے کی اور گالی گلوج، لڑائی جھگڑا بند کرنے کی تاکید کی جائے۔

(ط) بستی کے کسی ایک با اثر دیندار کو یا چند با اثر دینداروں کی جماعت کو اپنا بڑا بنالیا جائے جن کا کام یہ ہو کہ لوگوں میں اتحاد و اتفاق قائم رکھیں اور امور مذکورہ بالا کو رواج دیں اور جب کسی معاملہ میں نزاع ہو اس کا شریعت کے موافق علماء سے پوچھ کر فیصلہ کر دیں اور سب اس فیصلہ کی تائید کریں۔

(ی) جھوٹ، غیبت حسد و کینہ، دشمنی کسی کی بیجا طرفداری، چغلخوری زنا، بدنگاہی، بے پردگی شراب نوشی، لڑکوں سے ناجائز تعلقات، سودی لین دین بے کاری، آوارہ گردی کا انسداد کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

(ک) سچ بولنے، باہم تواضع اور محبت کا برتاؤ کرنے انصاف وعدل پر مضبوطی کے ساتھ

جمے رہنے اور جائز ذرائع معاش میں لگے رہنے کفایت شعاری اور آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرنے کی بہت تاکید کریں۔ تنگی برداشت کرلیں مگر حتی المقدور زیادہ خرچ نہ کریں۔

(ل) تقریبات اور روزمرہ کے خرچ میں کفایت شعاری کرنے والے پر طعن تشنیع نہ کریں بلکہ اس کی ترغیب دیتے رہیں اور عامل کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں کسی جائز پیشہ کو عار نہ سمجھیں۔ گھاس کھودنے تک کو بے کاری اور ذلتِ سوال پر ترجیح دیں اور نیک اعمال اختیار کرنے کی خود بھی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتے رہیں۔

(۶) حیات المسلمین، تبلیغ دین، تعلیم الدین، محاسن اسلام، بہشتی زیور کو مطالعہ میں رکھیں۔ اور وقتاً فوقتاً ان کے مضامین اپنے دوستوں، ملنے والوں اور سب بندگان خدا کو پہونچاتے رہیں۔

مشغول علماء سے گذارش

(۷) جو علماء کسی دینی خدمت میں مشغول ہیں۔ جیسے درس تدریس تصنیف وتالیف وغیرہ میں وہ بھی دینی نشست وبرخاست میں اور اوقات ملاقات میں بندگان خدا کو احکام الٰہیہ پہونچانے میں سستی نہ کریں اور فرصت کے اوقات میں جیسے جمعہ کی تعطیل ہے یا رخصت طویلہ کا زمانہ ہے وعظ نصیحت کے ذریعہ بندگان خدا کو احکام اسلام پہونچانا اپنا فریضہ سمجھیں، میں اپنے ساتھ خاص تعلق رکھنے والوں کو خاص طور پر تاکید کرتا ہوں کہ امور مذکورہ بالا کی پوری پابندی کریں۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔

تمام مسلمانوں سے گذارش

اورتمام اہل اسلام سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں کہ اس دستورالعمل کو حرز جان بنا کر ہر شخص دین الٰہی کی خدمت کے لئے آمادہ اور مستعد ہو جائے مجھے اللہ کے بھروسہ پر یقین ہے کہ اگر سب مسلمان اسی طرح کام میں لگ جائیں گے تو تمام مصائب اور پریشانیوں کا جو اس وقت مسلمانوں کے سامنے ہیں بہت جلد خاتمہ ہو جائے گا۔ اور نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہوگی۔ اور دستورالعمل کو چندروز کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم اور جاری رکھیں۔ اب اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرفنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین.

اشرف علی عفی عنہ' مقام تھانہ بھون

تاریخ ۲۳ / ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۴ / فروری ۱۹۳۸ء

فصل

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کی قائم کردہ

مجلس دعوت الحق کے اغراض ومقاصد

(۱) ضلع ہردوئی نیز اضلاع یوپی، وبیرون یوپی میں زیادہ سے زیادہ مکاتب کے اجراء والحاق کا نظم جس میں صحت کے ساتھ قرآن مجید ناظرہ وحفظ اور دینی ودنیوی تعلیم (درجات پرائمری) کا بھی انتظام۔

(۲) مدرسین کرام کی ''تصحیح کلام پاک'' کا نظام اور طریقہ تعلیم سکھانا نیز بہ سلسلہ تعلیم ضروری امور بتلانا۔

(۳) تبلیغی اسفار کا زیادہ سے زیادہ انتظام، نیز تصحیح کلمہ واذان واقامت نماز اور سچا پکا مسلمان بننے اور بنانے کی سعی کرنا۔

(۴) تبلیغی واصلاحی وعظ اور مجلسوں کا ہردوئی ودیگر مقامات میں وقتاً فوقتاً انتظام کرنا۔

(۵) بذریعہ مبلغین دینی تعلیمات واحکام کی اشاعت۔

(۶) منکرات کی اصلاح اور وقتی احکام کی وقتاً فوقتاً اشاعت کرنا۔

(۷) وعظ کے خواہش مند حضرات کے لئے ضروری انتظام کرنا۔

(۸) بغرض مطالعہ دینی کتب کی تقسیم کا نظم کرنا۔

(۹) اہل حاجت کی خواہش پر حسب گنجائش مساجد کا انتظام اور تراویح میں بلا اجرت کلام پاک سنانے کا نظم کرنا۔

(۱۰) اہل حاجت کی خواہش پر ''اسلامی اصول'' کے موافق نکاح خوانی کا بلا کسی اجرت ومعاوضہ کے انتظام اور زوجین کو سند نکاح مفت دینا۔

(۱۱) اہل معاملہ کی خواہش ودرخواست پر بذریعہ پنچایت اسلامی کارروائی فسخ نکاح کیا جانا۔

(۱۲) وقت ضرورت لاوارث اموات کی تجہیز وتکفین کا انتظام کرنا۔

(۱۳) ہر قمری ماہ کے دوسرے جمعہ کی شب میں تبلیغی واصلاحی اجتماع وجلسہ کرنا۔

(۱۴) طلبہ وتصحیح کنندگان کو بشرط ضرورت حسب گنجائش وظیفہ دینا۔

(۱۵) ''عامۃ المسلمین'' کی وقتی دینی ضروریات اور کاموں میں امداد کرنا۔

(۱۶) کارہائے مندرجہ بالا امور کے لئے مالی جدوجہد، حدود شرعی کے موافق کرنا۔

(مجلس دعوت الحق کا تعارف وخدمات ص ۳)

محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب نے اپنے یہاں جو مجلس دعوۃ الحق قائم فرمائی تھی اس کے یہ اغراض ومقاصد تحریر فرمائے تھے، ان مقاصد میں سے ہر مقصد کو پورا کرنے کے لئے آپ نے کیا کیا تدبیریں اور کیسی کیسی کوششیں فرمائیں اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے اور کس حد تک آپ کو ان میں کامیابی ملی، حضرت کی زندگی کا یہ ایک اہم باب ہے جس میں ہم سب کے لئے عبرت اور نصیحت کے بہت سے پہلو ہیں اہل مدارس علماء ومبلغین اور کام کرنے والوں کے لئے ان میں بڑی رہنمائی کا سامان ہے، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر مقصد کے تحت حضرت کی کوششوں اور طریقہ کار کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جائے تاکہ بعد والوں کو عبرت حاصل ہو اور کام کرنے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

مجلس دعوت الحق کا پہلا مقصد مکاتب کا قیام

حضرتؒ کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کا اہم مقصد بلکہ حضرت والاؒ کی زندگی کا اہم مقصد دینی تعلیم کے لئے مکاتب کا قیام ہے۔جس کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

''ہر بستی میں تعلیم قرآن شریف کے مکاتب ضرور ہونا چاہئیں جن میں تعلیم قرآن کے ساتھ اردو رسائل بہشتی زیور، بہشتی ثمر وغیرہ بھی پڑھائے جائیں تا کہ بچوں کوضروری احکام کی اطلاع ہوجائے''۔ (تفہیم المسلمین ص۱۸)

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق کی شروع ہی سے اس بات کی کوشش رہی کہ اطراف وعلاقہ کے علاوہ دور دراز علاقوں میں بھی دینی مکاتب کا جال پھیلا دیا جائے جس میں قرآن مجید کی تجوید کے ساتھ تعلیم دی جائے ،اس مقصد کے لئے آپ خود علاقہ کا دورہ فرماتے ،اور جگہ جگہ مکاتب قائم کرنے کی کوشش فرماتے تھے، عام طور پر چونکہ مکاتب میں تجوید کے ساتھ تعلیم کا رواج نہیں تھا اس لئے آپ کی یہ بھی کوشش ہوتی تھی کہ مجلس دعوۃ الحق کی ماتحتی میں مکاتب کا قیام ہوتا کہ اصول وضوابط اور پورے نظم ونسق اور پورے استحکام کے ساتھ با قاعدہ تعلیم جاری رہ سکے۔ چنانچہ جب سے آپ نے اس کام کوشروع کیا برابر اس میں لگے رہے اور تادم حیات قیام مکاتب کی کوشش فرماتے رہے۔۱۳۷۳ھ سے اجراء مکاتب کا آغاز ہوا اور تاوفات تقریباً پچاس سال کے عرصہ میں ۱۰۰ مکاتب قائم ہوئے جن میں با قاعدہ پورے استحکام کے ساتھ دعوۃ الحق کی ماتحتی میں تجوید کے ساتھ قرآن پاک کی تعلیم ہوتی ہے۔ صرف ۴۴ مکاتب تو ضلع ہردوئی میں ہیں ۲۸ مکاتب ہردوئی کے علاوہ یوپی کے دوسرے اضلاع میں ہیں اور ۲۸ مکاتب دیگر صوبوں میں ہیں، ان مکاتب میں ۱۴۲۴ھ تک یعنی تقریباً پچاس سالہ محنت کے نتیجہ میں ۲۰۵۷۹ بچوں نے ناظرہ قرآن پاک مکمل کیا اور تقریباً ۲۵۳۲

طلبہ نے حفظ قرآن پاک تجوید کے ساتھ مکمل کیا، ان مکاتب میں دینی خدمت کرنیوالوں کو مجموعی تعداد ۴۴۸ ہے۔ (دعوت الحق کا اجمالی تعارف وخدمات)

حضرت مولانا محمد یونس صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) نے ایک مرتبہ فرمایا ''حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے مکاتب کا جال پھیلا دیا ہے ایک وقت میں اتنے طلبہ مختلف مقامات اور مکاتب میں قرآن پاک پڑھتے ہیں کس قدر ان کا فیض عام ہوا اور ایک وقت میں کتنی نیکیاں ان کے اعمال میں لکھی جاتی ہوں گی''۔

یہ ان مکاتب کی تفصیل ہے جو حضرتؒ کے نظام کے مطابق دعوۃ الحق کی نگرانی میں چل رہے ہیں، جہاں حضرت والا خود تشریف لے جاتے تھے یا دعوۃ الحق کے کسی رکن کو بھیجتے تھے جن کی باقاعدہ نگرانی بھی ہوتی ہے کہ آیا صحیح اصول کے مطابق کام ہو رہا ہے یا نہیں، متعدد احباب نے احقر سے بیان کیا کہ ایک دو مرتبہ نہیں بکثرت ایسا ہوا کہ حضرت والا مکتب میں اچانک تشریف لائے اور تعلیم کے ساتھ پورے نظم ونسق کا بھی جائزہ لیا۔

اس کے علاوہ حضرتؒ کی تحریک وترغیب کے نتیجہ میں جن لوگوں نے اپنے علاقوں میں اپنے طور پر مدارس ومکاتب قائم کئے یا حضرت والا کے مدرسہ سے تعلیم حاصل کر کے اپنے علاقہ میں جا کر مستقلاً مدارس قائم کئے ان کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

جو مکاتب حضرتؒ کے قائم کئے ہوئے ہیں یا حضرتؒ کی قائم کردہ مجلس دعوت الحق سے ملحق ہونا چاہتے ان کے لئے آپ نے کچھ ہدایات ودفعات مقرر فرمائی تھیں۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دفعات برائے اجراء الحاق مدارس مجلس دعوۃ الحق (رجسٹرڈ) ہردوئی یوپی

دفعہ نمبر ۲۸ قواعد اجراء مدرسہ

(۱) چند اشخاص ورنہ کسی ایک ذمہ دار شخص کا درخواست اجرائے مدرسہ کرنا، مگر شرط یہ ہے کہ اگر وہ عین متعارف نہ ہوں گے تو کسی ایسے شخص کا درمیان میں ہونا ضروری ہوگا جو متعارف ادارہ ہو۔ امور ذیل کی پابندی کا وعدہ کرنا۔

(الف) چٹکی کی وصولیابی میں اعانت (ب) فصل کے موقعہ پر غلہ وغیرہ کی وصولیابی میں خاص جدوجہد (ج) چندہ کے لئے مناسب سعی (د) مدرسہ کے خرچ کے موافق آمدنی کا اہتمام (ہ) قیام وطعامِ مدرس میں سہولت پہونچانا (و) نامناسب امور کی اطلاع ناظم مرکز کو کرنا (ز) حسب حالات ومصالح ضروری مشورہ سے اعانت کرنا (ح) ماہانہ اجتماع کے موقعہ پر کسی ایک ذمہ دار شخص کا مرکز تشریف لانا (ط) وصول شدہ آمدنی مدرس کے پاس جمع کرنا۔

(۲) صدقات واجبہ مثلاً زکوۃ چرم قربانی ونذر وغیر کی جملہ رقوم داخل شدہ مدرسہ کا مرکز میں جمع کیا جانا، حسب ضرورت رقم مذکور مرکز سے ملتی رہے گی۔

(۳) دیگر ہدایات:۔ مثلاً چٹکی چندہ غلہ وغیرہ فصل ہائے اور وقتی عطایا وغیرہ کی جملہ رقم دس فیصد وعلاوہ یوپی دیگر مقامات کے مدارس کا پانچ فیصد مرکز میں داخل کیا جانا بقیہ رقم کا مدرسہ پر خرچ کیا جانا مگر تعمیر کی رقم مستثنیٰ ہے۔

(۴) تقرر تبادلہ، ترقی، تنزلی مدرسین کا تعلق مرکز سے ہوگا۔

(۵) مدرسہ کی آمدنی کی کمی پر بصورت گنجائش مرکز سے امداد ہوگی مگر مستقل اور زیادہ کمی پر اوّلاً مقامی حضرات کو توجہ کرنا ہوگی لیکن اگر ان کی لاپرواہی سے ناقابل تحمل مصارف ہوجائیں تو مدرسہ مجبوراً بند کردینا یا منتقل کرنا ہوگا۔ ایسی صورت میں سارا سامان مدرسہ منقولہ وغیر منقولہ مرکز کے تصرف میں ہی رہے گا۔ حسب ضرورت مرکز جہاں مناسب سمجھے گا کام میں لائے گا۔

(٦) اجراء یا الحاق کی درخواست دینے والے حضرات پر چہ اجراء الحاق کو بغور پڑھ کر یا سن کر دو پرچوں پر دستخط کر دیں۔ایک دفتر میں رہے گا دوسرا منظوری کے بعد فائل مدرسہ میں رکھا جاوے گا۔

نوٹ:

(۱) مرکز جہاں مناسب سمجھے وہاں از خود بھی حسب مصالح وگنجائش اجراء مکاتب کرے گا

(۲) اجراء کے معاونین اگر اصول کی پابندی نہ کریں گے تو ان کی جگہ پر دوسرے معاونین کے تجویز کرنے کا حق مرکز کو رہے گا۔نیز بشرط ضرورت مزید معاونین کا اضافہ بھی مرکز کرسکتا ہے۔

دفعہ نمبر ۲۹ قواعد الحاق مدرسہ

(۱) قواعد اجراء مدرسہ جو دفعہ ۲۸ میں ہیں انکی پابندی کرنا۔

(۲) تاریخ منظوری الحاق مدرسہ سے سابق اساتذہ کے لئے دفعہ ۳۱ الف کی پابندی لازمی ہوگی۔

(۳) طریق تعلیم یا تصحیح قرآن شریف کی کمی پر سابق مدرسین کو اپنے صرفہ سے اس کمی کو مرکز میں آکر پورا کرنا ضروری ہوگا بصورت عدم استطاعت مدرسہ کی طرف سے تصحیح کرانا۔

(۴) ہر درخواست الحاق مدرسہ کے ہمراہ اصول بالا و نیز دفعہ ۲۸ کی نقل بھی معہ دستخط شامل کرنا ضروری ہوگا۔

نوٹ:

نمبر(۱) مالیات کا نظم مثل اجراء رہے گا نیز ایک ماہ کے مصارف مرکز میں جمع رہیں گے بصورت ختم الحاق اس سال کی تعطیل کلاں کے مصارف واجب الادا ہوں گے۔

(۲) الحاق کے معاونین اگر اصول کی پابندی نہ کریں گے تو ان کی جگہ پر

دوسرے معاونین کی تجویز کرنے کا حق مرکز کو رہے گا۔ بشرط ضرورت مزید معاونین کا اضافہ مرکز کرسکتا ہے۔

(منقول از دستور)

دستخط معاونین کرام --

پتہ مدرسہ --

ناظم مجلس دعوت الحق ہردوئی --

ملحقہ مکاتب اور شاخوں میں طریقہ تعلیم

ان ملحقہ مکاتب اور شاخوں میں تعلیم حضرتؒ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہوتی ہے جس میں تعلیم کے ساتھ تربیت بھی شامل ہے، علم کے ساتھ عمل بھی ہے۔ وضع قطع پر بھی گہری نظر رہتی ہے کہ بچوں کے لباس اور ان کی ظاہری ہیئت بھی اسلامی وضع کے خلاف نہ ہو۔

تعلیم کے باب میں بنیادی طور پر نورانی قاعدہ سے ابتدا ہوتی ہے۔

نورانی قاعدہ حضرت قاری فتح محمد صاحب کا لکھا ہوا ہے ان کے اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی قبولیت سے نواز ہے کہ غالبًا سب سے زیادہ اس کی نشر واشاعت صرف حضرت والاؒ ہی کے ذریعہ لاکھوں کی تعداد میں ہوئی ہوگی، اور یہ بات بھی عجیب منجانب اللہ ہے نورانی قاعدہ وہی اصل سمجھا جاتا ہے جس پر ہردوئی کا نام درج ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ نورانی قاعدہ کے مختلف نسخے کافی فرق کے ساتھ اس وقت رائج تھے حضرت اقدسؒ نے اس میں جو محنت وکوشش فرمائی اس کو حضرت ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے، حضرت اقدسؒ نورانی قاعدہ کے ابتداء میں تحریر فرماتے ہیں۔

مکمل نورانی قاعدہ کے سلسلہ میں

محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحقؒ صاحب کی تحریر

''یہ ناکارہ عرض کرتا ہے کہ ایک عرصہ سے مختلف مطابع کے نورانی قاعدہ میں طباعت کی کوتاہیوں سے اور بچوں اور معلمین کو پڑھنے پڑھانے میں پریشانی لاحق ہونے سے فکر اور تلاش تھی کہ اس قاعدہ کا کوئی قدیم نسخہ مل جاتا جس سے مطابقت کی جاتی اور موجودہ دشواریوں کا حل نکالا جاتا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ جدوجہد کرنے پر ترمیم شدہ قدیم نسخہ مطبوعہ پر نٹنگ ورکر لاہور کا ۱۳۵۰ھ کا چھپا ہوا مل گیا جس سے مطابقت کرنے پر ظاہر ہوا کہ آج کل کے نورانی قاعدے اس کے خلاف ہیں۔ اس ترمیم شدہ قدیم نسخہ کو سامنے رکھ کر متفرق مقامات میں خدام مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی نے مفید اضافے بھی اپنے تجربہ سے کئے اس لئے اس کا نام ''مکمل نورانی قاعدہ'' تجویز کیا۔

اس کے بعد جناب حکیم قاری افسر پاشا صاحب نے کچھ مشورے دیئے جن کو سامنے رکھ کر اساتذہ کرام و ذمہ داران مدرسہ فیض العلوم نے ضروری ترمیمات کے ساتھ قاعدہ کو مرتب کرکے ہردوئی بھیجا۔ یہاں اشرف المدارس کے اساتذہ کرام درجہ حفظ و ناظرہ نے اس پر نظر ثانی کی اور کچھ ترمیمات بھی، نیز کچھ مشورے بھی دیئے جس کو آپ حضرات کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

ابرار الحق عفی عنہ

شب ۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ

طریقہ تعلیم کے سلسلہ میں اہم ہدایات

نورانی قاعدہ ماہرین فن کی نظر میں نہایت جامع اور بابرکت ثابت ہوا ہے۔ بچہ کی عمر، ذہن اور فرصت کے لحاظ سے سبق کی مقدار کم وبیش رکھی جائے۔ بچہ کی ابتدائی تعلیم اگر خراب رہی اور استعداد اچھی نہ ہوئی تو اس کا آگے چلنا مشکل ہے۔ بچہ بے اصولی کی وجہ سے بدشوق نہ ہونے پائے۔ تعلیم کے وقت کوئی دوسرا کام نہ کریں، کیونکہ اس سے بچوں میں انتشار ،شور وشغب اور بدشوقی ہوتی ہے۔ معلمین کم از کم اس قاعدہ میں درج کی ہوئی ہدایات کے ماہر ہوں، جس بات کی تعمیل نہ ہوسکتی ہو یا آپ نہ کرا سکتے ہوں اس کو زبان سے ہی نہ نکالیں کیوں کہ اس سے بچے نافرمان بن جاتے ہیں، اور زیادہ مار پیٹ اور بہت ڈانٹ ڈپٹ سے بچے نڈر ہوجاتے ہیں۔ صرف نظر کی تیزی اور معمولی ڈانٹ سے کام لینے کی کوشش کریں پھر بھی باز نہ آئے تو غصہ کے وقت نہیں بلکہ سوچ کر دوسرے وقت ماریں، زیادہ زور سے اور بے جگہ نہ ماریں اور سزا کے بعد دوسرے وقت شفقت سے سمجھا بھی دیں کہ ایسا نہیں کیا کرتے۔ حروف اور ہندسے سیاہ تختہ پر بنا بنا کر دکھائیں۔ درس گاہ میں مفرد جلی حروف اور مرکب جلی حروف بھی ہوں۔ بچہ کے پاس سلیٹ قلم اور کاپی رہے۔ اس طرح پڑھانے سے بچوں کی طبیعت پر بوجھ نہیں پڑتا۔ پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ تعلیم سے پہلے متعلقہ ہدایات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ سزا اور خفگی کی نوبت نہ آئے، صرف شاباش کہہ دینا ہی کافی ہوجائے گا، اسی طرح معلمین دیانت دار اور متحمل مزاج بھی ہوں۔ خود غرض اور ترش رو نہ ہوں ورنہ بچہ کی عمر اور آپ کی محنت ضائع ہوجائے گی نیز محنت ودل سوزی سے بچوں کو پڑھائیں۔ عمر کی پونجی ضائع ہونے سے بچائیں، عمر کا ضائع کرنا جرم عظیم ہے۔ اور سرپرستوں کو بھی چاہئے کہ اپنے بچہ کی تعلیم کی جانچ ہفتہ عشرہ میں خود بھی کرلیا کریں۔

(نورانی قاعدہ ص۳)

ہدایات برائے معلمین کرام

(۱) بچوں کو شروع سے آداب اسلامی سکھائیں تاکہ معصوم ذہنوں میں صحیح اسلامی تعلیم کا نقش بیٹھے اوران کی زندگی اسلامی سانچے میں ڈھل سکے۔

(۲) ہر وقت کی دعائیں مثلاً سونے جاگنے، مسجد جانے ونکلنے، بیت الخلاء جانے ونکلنے کی سنتیں یاد کرائی جائیں۔ ایسے ہی نماز اور وضو کی سنتیں فرائض وضو، مستحباتِ ومکروہاتِ وضو، واجباتِ نماز، مکروہاتِ نماز وغیرہ شروع ہی سے یاد کرانے کا اہتمام کیا جائے۔

(۳) علم کا ادب، کتابوں کا ادب، کاغذ کا ادب غرضیکہ علم اور متعلقاتِ علم کے آداب بھی بچوں کو ذہن نشین کرائے جائیں بلکہ اس پر عمل کی بھی برابر ہدایت کی جائے تاکہ علم کی عظمت ان کے قلوب میں بیٹھے۔

(۴) قرآن مجید اور پاروں کے ادب میں کوتاہی پر تنبیہ بھی کی جائے۔(نورانی قاعدہ ص۴)

تلاوت کے تین اہم فائدے

(۱) دل کا زنگ دور تا ہے.............................(حدیث)

(۲) اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے............(مضمون حدیث)

(۳) ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں بلا سمجھے پڑھنے پر بھی......(حدیث)

اگر کوئی کہے کہ بلا سمجھے پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں تو وہ بددین ہے یا جاہل یا دونوں باتیں ہیں۔

تلاوت کے دو اہم آداب

(۱) پڑھنے والا دل میں یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے سناؤ کیسا پڑھتے ہو۔

(۲) سننے والا دل میں یہ خیال کرے کہ احکم الحاکمین اور محسن اعظم کا کلام پاک پڑھا جارہا ہے اس لئے نہایت عظمت ومحبت کے ساتھ سننا چاہئے۔ (نورانی قاعدہ ص۴)

الغرض قران پاک تعلیم کی ابتدا نورانی قاعدہ سے ہوتی ہے جس میں تجوید کے مطابق شروع ہی سے بچوں کو پڑھنے کا عادی بنایا جاتا ہے، کیونکہ کسی لفظ کو غلط طریقہ پر پڑھنے کی اگر زبان عادی ہوگئی تو ہمیشہ وہی باقی رہے گی، آئندہ اس کی اصلاح میں دشواری پیش آئے گی، اس لئے نورانی قاعدہ کے ذریعہ شروع ہی سے اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ بچہ ہر ہر لفظ کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہو گو نورانی قاعدہ ختم کرنے میں کتنا ہی عرصہ گذر جائے۔

نورانی قاعدہ کے ساتھ اردو کی بھی تعلیم ہوتی ہے پڑھنے کی بھی اور لکھنے کی بھی، اردو گنتی اور پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں اور معمولی حساب کتاب کے ساتھ نقل واملا اور خوش نویسی کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔

کتابی تعلیم کے ساتھ زبانی تعلیم کا بھی اہتمام ہوتا ہے اور اس پر کافی زور دیا جاتا ہے، زبانی تعلیم سے مراد یہ ہے کہ بچوں کو اسلامی عقائد بھی رٹائے اور یاد کرائے جاتے ہیں مثلاً حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تعلیم الدین یا بہشتی ثمر میں جو عقائد لکھے ہیں ان میں سے روزانہ ایک عقیدہ زبانی یاد کرایا جاتا ہے۔

اسماحسنیٰ یعنی حق تعالیٰ کے ۹۹ ناموں میں سے روزانہ ایک نام معنی کے ساتھ یاد کرایا جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ مسنون دعائیں مثلاً کھانا کھانے پانی پینے سونے جاگنے، استنجاء جانے اور باہر نکلنے، مسجد یا گھر داخل ہونے اور اذان کے بعد کی دعائیں یاد کرائی جاتی ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دعائیں سنتیں وآداب زبانی یاد کرائے جاتے ہیں۔

سنت کے مطابق اذان ونماز کی عملی طریقہ پر مشق کرائی جاتی ہے، انہیں بچوں میں بعض سمجھدار چھوٹے بچوں کو مختلف محلوں کے گھروں میں وقتاً فوقتاً بھیجا جاتا ہے جو عورتوں میں جاکر آپا جان اماں جان کہہ کر اپنا قرآن پاک اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں سناتے اور ان سے بھی سنتے ہیں، اسطرح شروع ہی سے بچوں کا دینی مذاکرہ اور تبلیغ کا مزاج بھی بنایا جاتا ہے اور بچوں کو یہ ہدایت کرکے کہ خبردار کسی گھر میں ناشتہ وغیرہ ہرگز نہ کریں شروع سے استغناء

وغیرت اور خودداری کا سبق سکھایا جاتا ہے۔ یہ اس لئے تا کہ ان کی عادتیں خراب نہ ہوں، ان کے اندر حرص طمع پیدا نہ ہو، جس کو خدمت کرنا ہو مدرسہ میں آ کر بڑوں کے واسطے سے کرے۔

اس کے ساتھ بچوں کی جسمانی ورزش اور صحت کا بھی خیال رکھا جاتا، روزانہ علی الصباح بچوں کو تیزی سے چلنے سیر تفریح کرنے کا پابند بنایا جاتا تا کہ کاہل سست نہ ہوں قوی اور صحت مند رہیں۔ چھٹی کے اوقات میں کھیلنے کودنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

مجلس دعوت الحق کا دوسرا مقصد

اساتذہ و مدرسین کی تربیت وطریقۂ تعلیم کی مشق

حضرت اقدسؒ نے اپنی مجلس دعوت الحق کے جو اغراض ومقاصد تحریر فرمائے تھے ان میں دوسرا نمبر یہ ہے۔

''مدرسین کرام کی ''تصحیح کلام پاک'' کا نظم اور طریقہ تعلیم سکھانا، نیز بہ سلسلہ تعلیم ضروری امور بتلانا''

حضرتؒ کا احساس تھا جو مشاہدات اور تجربات پر مبنی تھا کہ آج کل کے معلمین، اساتذہ ومربین خود ہی تعلیم وتربیت کے محتاج ہوتے ہیں وہ بچوں کی تعلیم وتربیت کیسے کریں گے، وہ تو خود ہی ناقص ہیں، قرآن پاک ان کا غلط یاد، تجوید ان کی صحیح نہیں، مخارج وصفات کا ان کو علم نہیں، حروف کی صحیح ادائیگی سے وہ ناواقف ایسی حالت میں ایسا معلم اگر بچوں کو تعلیم بھی دے گا بھی تو کیوں کر اس کے مفید اور صحیح نتائج سامنے آسکتے ہیں، حضرت کا تجربہ یہ تھا کہ بچپن میں صحیح تعلیم نہ ہونے کے نتیجہ میں عالم وفاضل اور اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کر لینے اور مسند افتاء وارشاد پر بیٹھ جانے، شیخ الحدیث بن جانے یا مہتمم وناظم بن جانے کے باوجود چونکہ قرآن پاک بچپن میں صحیح طریقہ سے نہیں پڑھایا گیا اس لئے سب کچھ بن جانے کے باوجود وہ قرآن پاک غلط پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ وہ نماز پڑھانے کے قابل نہیں، اگر نماز پڑھائیں تو اس میں بھی

قرآن پاک اس طرح غلط پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بھی ناقص ہوتی ہے۔اور وہ خود چونکہ ناقص ہیں اور غلط قرآن پڑھے ہوئے ہیں اس لئے اگر مدرسہ میں قرآن پاک غلط پڑھایا جا رہا ہے تو ان کی نگاہ میں یہ کوئی نقص وعیب نہیں کیونکہ خود اس میں مبتلا اور اس کے عادی ہیں۔اذان اگر غلط ہوگی تو اس کو بھی نظر انداز کر جائیں گے کیونکہ اس غلطی کو غلطی سمجھتے ہی نہیں، حضرت اقدسؒ نے اہل علم کی اس عمومی غلطی وکوتاہی کو سمجھا اور اس کے تدارک کے لئے ایک شکل تو یہ اختیار فرمائی کہ بچوں کی تعلیم شروع ہی سے تجوید کے موافق ہو جسکی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

دوسری صورت یہ اختیار فرمائی کہ اپنے مدرسہ میں دعوۃ الحق کے تحت اساتذہ ومعلمین کی تربیت کے لے خاص طور پر تجوید کے مطابق کلام پاک سیکھنے اور مشق کرنے کا نظام بنایا جس میں ان کو مختلف امور کی مشق کرائی جاتی ،تعلیم کا طریقہ اور اس سلسلہ کے ضروری امور بتلائے جاتے ،تقویٰ ودیانت کا بھی سبق سکھایا جاتا، چنانچہ حضرتؒ کے اس پروگرام کے تحت آپ کے مدرسہ میں ہر وقت حفاظ اور علماء اور معلمین کی بڑی تعداد موجود رہتی تھی جو دعوت الحق کے نظام کے تحت تجوید کے مطابق قرآن پاک درست کرتے ،شرع کے موافق اذان سیکھتے، اس کے علاوہ مختلف اموران کو سکھائے اور بتائے جاتے ،ان کا وقت پورا گھرا ہوا ہوتا تھا، وہ وقت گذاری میں آزاد نہ ہوتے ان کی پوری نگرانی ہوتی اور کوتاہی کی بنا پر گرفت بھی ہوتی گو وہ سب اپنے علاقہ کے ذمہ دار یا کسی مدرسے کے ناظم وشیخ الحدیث ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ وہ طالب اور متعلم بن کر آئے ہیں، ان کا حق یہ ہے کہ ان کے اوقات کی قدر کی جائے اور ان کے اوقات کی قدر وقیمت یہی تھی کہ ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیا جائے حضرت والا کثرت سے فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت تصحیح کرنے والوں میں آج اتنے علماء ہیں اتنے حفاظ ہیں ان کی تعداد تقریباً ۲۰۔۲۵ تک پہنچ جاتی تھی۔

یہ حضرات اذان وتکبیر بھی سیکھتے ہیں اور ضرورت کے موافق نورانی قاعدہ سے بھی ان کو مشق کرائی جاتی ہے اور سب ماشاءاللہ ذوق شوق سے سیکھتے اور پڑھتے ہیں،سبق دیا جاتا

ہے، رٹایا جاتا ہے مشق کرائی جاتی ہے لکھ کر دیا جاتا ہے کوتاہیوں پر تنبیہ ہوتی ہے، حاضری ہوتی ہے غیر حاضری پر گرفت بھی ہوتی ہے۔

دور دراز سے علماء وفضلاء اپنی کوتاہیوں کو محسوس کر کے اس کے تدارک کے لئے یہاں آتے ہیں، بنگلہ دیش کی جماعت کی جماعت اس غرض سے آتی ہے جن میں بعض شیخ الحدیث بھی ہوتے ہیں لیکن یہاں آ کر سب طالب بن کر طلب میں لگ جاتے ہیں، احقر کا ہردوئی کثرت سے جانا ہوتا تھا جب بھی گیا ایسی جماعت کو ضرور پایا ان کے نظام کو طریقہ تعلیم وتربیت کو غور سے دیکھا، سنا، اور شریک ہوا، آنے والے حضرات کی طلب صادق واخلاص کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ یہ سب اپنے خرچ سے آتے اور کھانے کی فیس جمع کرتے ہیں۔ اپنا خرچ خود برداشت کرتے ہیں اور جس کے پاس جتنا وقت ہو پندرہ دن بیس دن ایک ماہ دو ماہ چھ ماہ اس مدت میں سیکھ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ پاکستان کی مشہور شخصیت حضرت اقدسؒ کے خلیفہ حکیم محمد اختر صاحب طالب بن کر تشریف لائے اپنی کمی کو محسوس کیا طالبین کی صف میں جا کر نورانی قاعدہ لے کر بیٹھے اور اپنی اصلاح کرائی۔ ان آنے اور مستفید ہونے والوں میں اگر غیر مستطیع ہوتے ہیں جو خود کفیل نہیں ہو سکتے ہیں تو ان کے تعاون وامداد کی بھی شکل اختیار کی جاتی ہے وظیفہ دیا جاتا ہے۔ حضرتؒ کے اس طریقہ تعلیم وتربیت کو اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت دی ہے کہ کثرت سے لوگ آ کر مستفید ہوتے ہیں۔ اور بعض اہل مدارس اپنے اساتذہ کو خاص طور پر ٹریننگ اور مشق کے لئے بھیجتے ہیں اور ایسے مشاق اساتذہ کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اہل مدارس ایسے استادوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے ہر وقت جگہ خالی رہتی ہے۔

ایک خاص بات یہ بھی دیکھی کہ ان طالبین میں جن میں علماء، حفاظ، ناظرہ خواں سب ہی ہوتے ہیں علماء وفضلاء کو فوقیت دی جاتی ہے ان کے اکرام واعزاز کا خیال رکھا جاتا ہے نشست برخاست میں علماء کو آگے احترام کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے اس کے بعد حفاظ کو اس

کے بعد ناظرہ خواں کو یعنی حدیث اَکْرِ مُوْ الْعُلَمَاءَ پر پورا پورا عمل نظر آتا ہے۔

چونکہ یہ امت کا منتخب طبقہ ہوتا ہے جو امت کی قیادت کرنے والا، کسی مدرسے کا ناظم، کسی ادارہ کا مہتمم کسی مدرسہ کا معلم واستاد اور بچوں کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے حضرت ان حضرات پر خصوصی نگاہ رکھتے تھے، بڑی شفقت وعنایت بھی فرماتے تھے، نہایت محبت سے پیش آتے اور اعزاز واکرام کا معاملہ فرماتے تھے اور اس کے ساتھ ہی کوتاہیوں پر تنبیہ بھی فرماتے تھے مثلاً نماز چھوٹ جانے رکعت چھوٹ جانے اور ضروری سبق جو دیا گیا اس کے یاد نہ ہونے پر ناراضگی بھی ظاہر فرماتے تھے، کبھی صفائی ستھرائی پر توجہ دلاتے، کبھی تقویٰ ودیانت کے واقعات سناتے، کبھی بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ کے مختلف امور اور آداب بھی سکھائے اور بتائے جاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کے باب میں اہل مدارس، مکاتب کے معلمین اگر حضرتؒ کی ان ہدایات کو پیش نظر رکھیں اور اس کے مطابق پوری کارروائی کریں تو آج بھی اس کے بہت مفید نتائج سامنے آسکتے ہیں ورنہ دینی مدارس ومکاتب کی تو آج کثرت ہے لیکن اس کثرت کے تناسب سے جو فوائد حاصل ہونے چاہئے وہ نہیں ہورہے، اہل مدارس کو خاص طور پر ان کی طرف توجہ کرنی چاہئے نیز مرکزی اداروں کو معلمین کی تربیت اور ان کی ٹریننگ کا بھی کچھ نظام بنانا چاہئے، جیسا کہ حضرتؒ نے اپنے یہاں قائم کررکھا تھا، ہمارے زمانہ میں اس کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے، آج کے دور میں پڑھے لکھے طبقہ اور اسکولوں اور کالجوں میں بھی اس کی بڑی اہمیت ہے۔

مجلس دعوت الحق کا تیسرا مقصد

تبلیغی اسفار کے ذریعہ سچا پکا مسلمان بننے اور بنانے کی کوشش کرنا

حضرت اقدسؒ کی مجلس دعوت الحق کا تیسرا مقصد یہ ہے۔

''تبلیغی اسفار کا زیادہ سے زیادہ انتظام، نیز تصحیح کلمہ واذان، واقامت ونماز اور سچا پکا مسلمان بننے اور بنانے کی سعی کرنا۔''

حضرت والاؒ کے نزدیک صرف طلبہ کی اصلاح اور ان کی تعلیم وتربیت ہی پیش نظر نہ تھی بلکہ عمومی طور پر تمام مسلمانوں کی اصلاح اور ان تک دین پہنچانے کی فکر آپ اوڑھے ہوئے تھے، آپ کے نزدیک امت کے انحطاط کا بڑا سبب دین سے دوری اللہ رب العالمین سے بے تعلقی تھا، اور ان کو سچا پکا مسلمان بنانے کی یہی صورت تھی کہ ان کو دین سے قریب تر کیا جائے اور اللہ سے تعلق کو قوی اور مضبوط کیا جائے، اور یہ تعلق صحیح طور پر عبادات کو قائم کئے بغیر ہو نہیں سکتا تھا اس لئے عوام کے سلسلہ میں آپ کی اولین کوشش یہ ہوتی تھی کہ لوگوں میں تبلیغ کے ذریعہ صحیح طریقہ کے مطابق عبادت کی ادائیگی کا اہتمام کرایا جائے جس کے بغیر آدمی سچا پکا مسلمان نہیں بن سکتا۔ قرآن پاک میں سچے پکے مسلمانوں کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں ''اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ''

''(ترجمہ) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔''

اس آیت میں مسلمانوں کی فلاح وکامیابی کے سلسلہ میں سب سے پہلی چیز اقامت صلوٰۃ کو ذکر کیا ہے اور اقامت صلوٰۃ کے ضمن میں اقامت اذان ، اقامت تکبیر ، اقامت مساجد اقامت قرآن سب ہی آجاتی ہیں کیونکہ ان کے بغیر اقامت صلوٰۃ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔اور اقامت صلوٰۃ کا مفہوم قاضی بیضاوی وغیرہ محققین نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ نماز کو اس کے جملہ حقوق کے ساتھ یعنی سنن ومستحبات کی رعایت کے ساتھ اور مکروہات ومحرمات سے بچنے کے ساتھ ادا کیا جائے ، یہی حال اذان واقامت کا بھی ہے ، اگر نماز واذان کو ادا تو کیا جائے لیکن سنن ومستحبات کی رعایت کے بغیر اور مکروہات ومحرمات سے پرہیز کئے بغیر تو گو نماز ادا ہوجائے گی لیکن یہ نماز حضور پاک کی سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقص ہوگی ، اور نماز پر دنیا وآخرت میں جن منافع ونتائج اور اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ پورے طور پر حاصل نہیں ہو سکتے ، اس لئے حضرت والاؒ کے نزدیک امت کی فلاح وبہبود کے لئے اذان واقامت اور نماز کی تصحیح یعنی اس کا سنت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔امت کی فلاح وکامیابی اسی میں مضمر ہے۔قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ہُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خَاشِعُوْنَ ۔

(ترجمہ) بے شک ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں''(سورۃ نور)

حضرتؒ نے اپنے رسالہ ''انحطاط امت اور اس کے علاج'' میں خاص طور پر امت کو اس کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

''ہماری تباہی کے مختلف وجوہ واسباب ہیں ان میں سے دو باتیں بہت اہم ہیں جب سے ان امور میں کوتاہی ہوئی امت کا حال روز بروز بگڑنے لگا ان میں سے ایک عموماً دینی مکاتب ومدارس کا انتظام صحیح نہ ہونا ، دوسری بات عموماً مساجد کا انتظام درست نہ ہونا''

(مجالس ابرار ص ۱۳۱)

اس کے بعد باب اول میں مساجد اور اذان ونماز کے سلسلہ میں ہونے والی چند

کوتاہیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''عموماً اذان واقامت کا صحیح نہ ہونا اذان واقامت کو معمولی اور حقیر خدمت سمجھنا، ائمہ مساجد کا مسنون طریقہ پر نماز ادا نہ کرنا۔ (مجالس ابرار ص ۱۳۳)

اس مقصد کی تکمیل کے لئے آپ کثرت سے تبلیغی اسفار فرماتے تھے، اپنی تبلیغ میں کلمہ کی تصحیح جو ایمان کی بنیاد اور سب سے بڑی تبلیغ ہے اس کو بھی پیش نظر رکھتے تھے اس کے ساتھ ساتھ اذان واقامت اور نماز کو صحیح طریقہ کے مطابق ادا کرنے کی تبلیغ وتاکید فرماتے تھے تبلیغ کا یہ وہ اہم جزء ہے جس کی طرف کم لوگوں کی نگاہ جاتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور نبی کے واسطے سے پوری امت کو حکم دیا ہے وامر اہلک بالصلوٰۃ کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے، اس آیت سے خاص طور پر کامل نماز کی تبلیغ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کیونکہ امر بالصلوٰۃ سے کامل نماز کی تبلیغ ہی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ دین کی ایک بات بھی صحیح طریقہ کے مطابق پہنچا دینا تبلیغ ہے چنانچہ حدیث پاک میں حکم دیا گیا ہے ''بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ آیَۃً'' اس لئے کلمہ کی تصحیح اور اذان اقامت اور نماز کو صحیح طور پر ادا کرنے کی تبلیغ کرنا آپ کے نزدیک بڑی تبلیغ اور اہم مقصد تھا جس کے لئے آپ اسفار کے ذریعہ کوشش فرماتے۔ لوگوں کو متوجہ کرتے بسا اوقات خود نہ جا کر دوسروں کو بھیج دیتے اور دراصل یہ تعمیل ہے اس خاکہ کی جس کو حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ نے دعوت الداعی میں مندرجہ ذیل الفاظ سے تحریر فرمایا ہے۔

''جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے مسجد میں نہیں آتے ان کے مکان پر چند واقف مخلص احباب کو ساتھ لے جائے اور صاحب خانہ کو بلا کر نرمی کے ساتھ اول اس کا کلمہ سنے پھر اس کے واسطے سے اس کے گھر والوں کا کلمہ ٹھیک کیا جائے، پھر سب کو نماز کی تاکید کی جائے اسی طرح سب بے نمازیوں کے مکانوں پر جایا جائے۔ (دعوت الداعی ص ۱۳)

جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے، مردوں کو مسجد میں

باجماعت نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے، جن کو نماز کا طریقہ معلوم نہیں ان کو نماز سکھلائی جائے۔
(دعوت الداعی ص ۱۸)

حضرت اقدس تھانویؒ کے اس فرمان کے مطابق حضرت مولاناؒ نے اپنی مجلس دعوت الحق کا اہم مقصد اس کو قرار دیا تھا۔

مجلس دعوت الحق کا چوتھا مقصد

مختلف علاقوں میں اصلاحی مجالس اور وعظ وتقریر کا انتظام کرنا

وعظ نصیحت اور تقریر کی شرعی اہمیت کو بتلاتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں

''آیت اَلَّذِیْنَ اِن مَّکَّنّا هُمْ فِی الْاَرْضِ الا یة'' میں جہاں تمکین کے مقاصد ذکر فرمائے ہیں ان ہی میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بھی جزء مقصود فرمایا گیا ہے تو اس بنا پر سب مسلمانوں کو اس طرف توجہ فرمانا ازبس ضروری ہوا......اور اس کے ذرائع میں سب سے زیادہ سہل اور نفع کے اعتبار سے تام اور عام ذریعہ وعظ ہے تو ان سب مقدمات پر نظر کرکے واعظین کے ذریعہ سے تمام کلفتیں خصوص مسلمانوں کو احکام سے مطلع کرنے کی ضررت بداہۃً ثابت ہوگئی۔ (تعلیم المسلمین ص۸)

وعظ وتقریر کی اس اہمیت کے پیش نظر حضرت اقدسؒ مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے اپنے یہاں مجلس دعوت الحق کے اغراض ومقاصد میں اس کو بھی شامل فرمایا یعنی یہ کہ:

''تبلیغی واصلاحی وعظ اور مجلسوں کا ہردوئی ودیگر مقامات میں وقتاً فوقتاً انتظام کرنا''

(حیات ابرار ص۔۳۵)

چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے آپ شہر ہردوئی کی مختلف مساجد میں وعظ وتقریر کا اہتمام فرماتے تھے، ایک مرتبہ ہردوئی حاضری کے موقع پر حضرت والا احقر کو بھی ساتھ لے کر

گئے دیکھا کہ ایک مسجد میں جمعہ کے دن حضرت نے وعظ فرمایا، وعظ ختم فرما کر خود دوسری مسجد میں تشریف لے گئے اور جمعہ کی نماز ادا فرما کر وہاں بھی وعظ فرمایا، اسکے علاوہ دوسری مساجد میں اپنے مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ کو بھی وعظ نصیحت کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ اسی کا اثر ہے کہ شہر ہردوئی کی تمام مساجد میں اہل حق ہی کا غلبہ ہے بدعت کا گذر نہیں۔ وعظ وتقریر کے علاوہ اصلاحی مجالس کے ذریعہ بھی آپ لوگوں کو مستفید فرماتے تھے، ہردوئی میں مقیم ہوتے تو روزانہ بعد عصر اصلاحی مجلس کا پروگرام ہوتا تھا جس میں طلبہ واساتذہ کے علاوہ آئے ہوئے مہمان حضرات اور علماء وفضلاء، مریدین ومتعلقین کثرت سے شریک ہوتے تھے۔

اہل مدارس کی دعوت پر جلسوں میں بھی اہتمام سے شریک ہوا کرتے، اور حسب موقع ضروری ہدایات ونصائح فرماتے تھے، اگر خود شریک نہ ہو سکتے تو اپنے مدرسہ کے بعض مبلغین واساتذہ کو روانہ فرما دیتے تھے۔

جلسوں میں ہونے والی تقریروں کی اہمیت کے پیش نظر آپ خود بھی اپنے مدرسہ میں جلسہ کا اہتمام فرماتے، جس میں عمومی انداز میں اشتہار کے ذریعہ عوام الناس کو شرکت کی اطلاع اور ترغیب دی جاتی اور آپ کسی اچھے خوش بیان واعظ مقرر کو دعوت دے کر اہتمام سے بلاتے اور لوگوں کو ان کے وعظ وتقریر سے فیض پہونچاتے باوجودیکہ آپ بذات خود خوش بیان مقرر نہ تھے لیکن موقع آنے پر بلا تکلف سادگی سے آپ بھی وعظ وتقریر فرماتے تھے جس میں سب کام ہی کی باتیں ہوتی تھیں۔ حالت سفر میں مقیم ہونے کی حالت میں بھی آپ کو اس کا بڑا اہتمام ہوتا تھا چنانچہ بمبئی شہر میں احقر نے دیکھا کہ بعد عصر پابندی سے اصلاحی مجالس کے علاوہ مختلف مساجد میں بھی اصلاحی پروگرام ہوتے تھے اور مختلف علماء واعظین جو حضرت کی عیادت کے لئے آتے تھے ان کو شہر میں بھیج کر ان کا وعظ کہلواتے تھے، پورے شہر میں الحمد اللہ اس کے اچھے اثرات ثابت ہوئے، اسی طرح عصر کے بعد کی مجلس میں اگر آپ آنے سے قاصر ہوتے تو آنے والے مہمانوں ہی میں سے کسی اہل سے کچھ نصیحت اور کام کی بات کہلوا دیتے تھے۔

مجلس دعوت الحق کا پانچواں مقصد

’’مبلغین کے ذریعہ دینی تعلیمات واحکام کی اشاعت‘‘

آپ کی قائم کردہ مجلس دعوت الحق کا اہم مقصد یہ بھی تھا کہ مبلغین و واعظین کے ذریعہ دینی تعلیم کو عام کیا جائے، اور حسب ضرورت موقع کے مناسب احکام کی خوب اشاعت کی جائے، چنانچہ جن واعظین ومقررین کو آپ تبلیغ کے لئے بھیجتے تھے ان کو اس بات کی بھی ہدایت فرماتے تھے کہ ضرورت کے موافق ہی مضمون بیان کیا جائے۔ یوں تو دین کے سارے ہی شعبے اور اس کی تمام تعلیمات کی اشاعت ضروری ہے لیکن وقت اور موقع کی مناسبت سے آپ مبلغین کے ذریعہ مخصوص مہینوں اور مخصوص اوقات کے شرعی احکام سے لوگوں کو آگاہ کرتے تھے، مثلاً رمضان المبارک کا موقع آیا تو اس کی مناسبت سے یا عیدالفطر کا موقع آیا تو اس کے ضروری احکام سے، عیدالاضحیٰ کا موقع آیا تو اس کے ضروری مسائل سے لوگوں کو آگاہ فرماتے تھے، اسی طرح محرم الحرام شب برات اور اس کے علاوہ جو ایسے مواقع آتے جن میں احکام بیان کرنے اور امت کی ہدایت ورہنمائی کی ضرورت محسوس ہوتی آپ ضرورت کے مطابق مبلغین کے ذریعہ تبلیغ فرماتے، اس مقصد کے لئے آپ نے ضرورت کے موافق اصلاحی پرچے بھی تیار کئے تھے۔ مثلاً شب برات، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ وغیرہ کے احکام علیحدہ علیحدہ پرچوں میں شائع کرادیئے تھے اور یہ حضرات مبلغین اسی کی روشنی میں عوام الناس کو دین کی بات پہنچاتے تھے اور کبھی ان پرچوں ہی کو پڑھ کر سنا دیتے تھے، بعض صاحبان نے ان اصلاحی پرچوں کو یکجا شائع کردیا ہے جو ’’تحفہ ابرار‘‘ کے نام سے دستیاب ہے۔

مجلس دعوت الحق کا چھٹا مقصد

''منکرات کی اصلاح اور وقتی احکام کی اشاعت''

مجلس دعوت الحق کا اہم ترین مقصد منکرات خصوصاً وہ منکرات جن میں شیوع اور ابتلاء عام ہے ان کی اصلاح کرنا، اور وقتاً فوقتاً ان کے احکام کی اشاعت کرنا ہے۔

دعوت الحق کے قیام کا یہ وہی مقصد ہے جس کے متعلق حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

''جس طرح تم پر اپنی اصلاح کے متعلق طاعت واجب ہے اسی طرح یہ بھی طاعت واجبۃ میں داخل ہے کہ بقدر وسعت دوسروں کی اصلاح میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے طریقہ سے کوشش کرو، ورنہ مداہنت کی صورت میں ان منکرات کا وبال جیسے منکرات کے مرتکبین پر واقع ہوگا ایسا ہی کسی درجہ میں ان مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا''۔

(بیان القرآن ۴/۳/۷۳)

''یاد رکھو! باوجود قدرت کے منکر کی تغییر (یعنی اصلاح کی کوشش) نہ کرنا اور سکوت کرنا اس میں شامل ہونا ہے، بعض پڑھے لکھے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ سکوت میں مصلحت ہے یہ سخت غلطی ہے۔ (حقوق وفرائض ص۲۹)

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ امت اس وقت جن حالات سے دوچار اور جن مصائب میں گرفتار اور پریشان حال ہے اس کی بڑی وجہ یہی منکرات ومعاصی کی کثرت اور اس کا شیوع اور اس پر نکیر نہ ہونا اور اس کی اصلاح کی فکر نہ کرنا ہے، حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جب منکرات ومعاصی کھلم کھلا کئے جائیں اور ان پر کوئی روک ٹوک نہ ہو تو ایسے وقت اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم حکمراں مسلط کر دے گا جو تم پر رحم نہ کریں گے، ظلم واستبداد کا برتاؤ کریں گے پھر تم اپنے خدا سے دعاء مانگو گے قبول نہ ہوگی۔ تمہارے نیک لوگ تمہارے حق میں دعاء کریں گے وہ بھی

قبول نہ ہوگی، زلزلے آئیں گے آندھیاں طوفان آئیں گے، طاعون پھیلے گا۔ قتل وغارت گری عصمت دری کا بازار گرم ہوگا، اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا جو صرف ظالموں اور مرتکبین معاصی پر نہیں بلکہ اس کی لپیٹ میں بزرگان دین اور صلحاء بھی آجائیں گے۔''

حضرت اقدسؒ فرماتے تھے کہ اس وقت امت پر مصائب کا چاروں طرف سے جو طوفان آیا ہوا ہے اس کی بڑی وجہ بھی بے حیائی بے حجابی عریانگی زنا وفحش اور ناچ گانے کی کثرت اور اس جیسے منکرات ہیں جن کو آج پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے امت کو مصائب سے بچانے اور ہلاکت وتباہی کے دلدل سے نکالنے کے لئے اصلاح منکرات پر محنت کرنا ضروری ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دعوت وتبلیغ کے دو جز ہیں ایک امر بالمعروف دوسرے نہی عن المنکر، پہلے جز پر تو کسی درجہ میں کام ہورہا ہے دوسرے جز یعنی منکرات پر نکیر کرنے کا کام جماعتی حیثیت سے نہیں ہورہا ہے، تبلیغ کے جب تک ان دونوں جز پر عمل نہ ہوگا ہماری تبلیغ ناقص ہوگی، یہ وہ اہم کام ہے جس کی بابت قرآن نے کہا ہے کہ تم میں پوری ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے جو منکرات پر نکیر کرنے والی ہو، صرف چند افراد کا اس کام کو انجام دے دینا کافی نہیں **وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ الى الخير الأية** کا یہی مقتضی ہے۔ اس لئے حضرت والا جماعتی حیثیت سے منکرات پر نکیر کرنے پر بہت زور دیتے تھے اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ دعوت وتبلیغ کے بیان میں آئے گی، اس مقصد کے لئے حضرت نے اصلاحی پرچے مرتب کئے تھے جن میں منکرات وبدعت اور رسومات کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے، اسلامی طریقہ کو واضح کرکے اس پر عمل کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس نوع کے احکام کو بڑی تعداد میں چھپوا کر حضرت والا تقسیم کراتے تھے، آنے والے مہمانوں کو بھی اہتمام سے دیا کرتے تھے۔

مجلس دعوت الحق کا ساتواں مقصد

واعظین ومقررین کا انتظام کرنا

حضرت ؒ کی قائم کرہ مجلس دعوۃ الحق کا ساتواں مقصد ہے۔

''وعظ کے خواہشمند حضرات کے لئے ضروری انتظام کرنا''

وعظ وتقریر کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، ماقبل میں اس کی کچھ تفصیل گذر چکی ہے اور یہ کام عوام کے کرنے کا ہے کہ سارے انتظامات کر کے کسی قابل صالح واعظ ومقرر کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دیں جوان کی اصلاح کے متعلق وعظ کہے۔

حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں۔

''ہر مدرسہ اسلامیہ کم ازکم ایک واعظ مقرر کرے اور یہ سمجھے کہ ضرورت کے لئے ایک مدرس کا اضافہ کیا گیا۔ جہاں ایسا مدرسہ یا انجمن نہ ہو یا وہ حضرات کسی وجہ سے ایسا انتظام نہ کریں وہاں کے روساء اپنے پاس سے تنخواہ دے کر ایسا واعظ مقرر کردیں مگر اس واعظ کا انتخاب محققین علماء کی رائے سے کریں، خود منتخب نہ کریں لیکن تنخواہ کا تعلق اپنے سے رکھیں، جہاں ایسا کوئی باہمت رئیس نہ ہو وہاں عام اہل بستی ایسے واعظ کا انتظام کرلیں اور باہمی چندہ کر کے اس کو تنخواہ دیں مگر چندہ میں کسی کے اوپر جبر نہ کریں''۔ (تعلیم المسلمین ص۱۱)

دراصل اسی کی تکمیل کے لئے حضرت نے بھی اس کو اپنی مجلس دعوت الحق کے مقاصد میں شامل فرمایا،عوام الناس سارے انتظامات کر لینے کے باوجود واعظ ومقرر کے انتخاب میں بکثرت دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ وہ ترجیح دیتے ہیں ایسے واعظ ومقرر کو جو خوش بیان شیریں بیان لچھے دار تقریر کرنے والا، کچھ اشعار پڑھنے والا کچھ واقعات وحکایات اور لطائف وچٹکلے سنا کر ہنسانے والا ہو گویا عوام کے پیش نظر وعظ وتقریر سے مقصود دینی مجلس کے ذریعہ لطف اندوز ہونا اور خوب خوب محظوظ ہونا ہے، اور وہ ایسے ہی واعظ ومقرر کو ترجیح بھی دیتے ہیں گو وہ پیشہ ور

واعظ ہواور خواہ ایک شب اور ایک تقریر کی اس کو کتنی ہی فیس دینی پڑے، بلاشبہ عوام دینی جذبہ سے بڑی قربانی دے کر بھی صحیح رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے **خسر الدنیا و الآخرہ** کا مصداق بنتے ہیں، اور اس وقت عموماً عوام کا مزاج ایسا ہی بنا ہوا ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک تو اس سلسلہ میں وہ علماء صالحین سے مشورہ نہیں کرتے دوسرے وعظ وتقریر کا مقصد انہوں نے صرف یہ سمجھ رکھا ہے کہ خوش بیان وعظ کے ذریعہ قلب میں تازگی آئے گی نفس محظوظ ہوگا، بڑا لطف اور مزہ آئے گا، چونکہ بظاہر یہ دینی رنگ میں ہے اس لئے شیطان نے اس کو خوب مزین کر کے پیش کیا، حالانکہ وعظ ونصیحت کا اصل مقصد لطف ومزہ نہیں بلکہ فکر اصلاح اور نفع ہے۔ وعظ و تذکیر مزے کے لئے نہیں بلکہ نفع کے لئے ہوتی ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ.

ترجمہ: ''آپ نصیحت کیجئے کیونکہ ایمان والوں کو اس سے نفع ہوتا ہے''۔ وعظ وتذکیر بقول حضرت اقدس تھانویؒ کے ایک روحانی علاج ہے، جس طرح جسمانی علاج میں عقلمند آدمی مزہ نہیں نفع دیکھتا ہے اسی طرح یہاں بھی مزہ نہیں نفع کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ علاج کبھی ناگوار بھی ہوتا ہے، اور دوا کبھی کڑوی بھی ہوتی ہے۔ لیکن نفع کے واسطے سب برداشت کی جاتی ہے یہی حال وعظ وتذکیر کا بھی ہے کہ اصل مقصد اس کا نفع ہے اور یہ گھونٹ کبھی کڑوا بھی ہوتا ہے ''**قُلِ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا**'' ارشاد نبوی ہے، الغرض عوام الناس چونکہ واعظ ومقرر کے انتخاب میں بہت بڑی کوتاہی میں مبتلا ہیں جس کا ان کو احساس بھی نہیں اس لئے حضرت والا نے اپنے یہاں مدرسہ اور مجلس میں مبلغین وواعظین کا بھی انتظام فرمایا تھا کہ خواہشمند حضرات پروگرام کے تحت ان کو لے جائیں اور ان سے مستفید ہوں ان کے وعظ کی نہ کوئی فیس نہ اجرت **مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلىٰ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔**

مجلس دعوت الحق کا آٹھواں مقصد

دینی کتابیں تقسیم کرنا

حضرت اقدسؒ کی مجلس (دعوت الحق) کا آٹھواں مقصد ہے ''بغرض مطالعہ دینی کتب کی تقسیم کا نظم کرنا'' حضرتؒ مختلف موقعوں پر علماء وطلبہ کو دینی کتابیں تقسیم فرمایا کرتے تھے اور اخیر عمر تک آپ اس معمول پر قائم رہے، بہت سے اہل علم حضرات اپنی مفید تالیفات کے کافی نسخے برائے تقسیم ارسال فرماتے اور حضرت والا ان کو تقسیم فرمادیا کرتے، بمبئی کے جناب قاری ولی اللہ صاحب نے حضرت اقدس تھانویؒ کے مواعظ کی طباعت ونشر واشاعت کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے، اس سلسلہ کی کافی کتابیں علماء وطلبہ کو تقسیم کی جاتی تھیں، بسا اوقات حضرت اقدسؒ خود بھی کتابیں خرید کر تقسیم فرماتے اور کبھی رقم عنایت فرما کر خود ہی تقسیم کردینے کا وکیل بنادیتے۔

احقر راقم الحروف نے حضرت اقدس تھانویؒ کے افادات پر جمع وترتیب کا جو کام کیا ہے حضرت اقدسؒ کو اس کی بڑی قدر تھی ابتداء میں جب چند کتابیں منظر عام پر آئیں اس وقت حضرت والاؒ کا مکتوب گرامی ملا جس میں احقر کی ترتیب دی ہوئی کتابوں کے متعدد نسخے طلب فرمائے جو مخصوص احباب کو تقسیم فرمائے گئے، ایک مرتبہ خود احقر کو بڑی رقم عنایت فرما کر اہل علم حضرات کو ان کتابوں کی تقسیم کا مکلّف بنایا، نیز ایک مرتبہ بڑی تعداد میں کتابیں خرید کر اپنے یہاں منگوا کر اہل علم واہل مدارس کو تقسیم فرمائیں، اس کے علاوہ حضرت اقدسؒ کی بھی بہت سی اصلاحی تقریریں اور بعض مفید تصانیف اور اصلاحی پرچے ہیں جو حضرت نے شائع فرمائے ہیں، آنے والے حضرات کو خصوصاً اہل علم واہل مدارس کو ان کتابوں کو تقسیم فرمایا کرتے تھے، لیکن ایسی جگہ اور ایسے لوگوں کو ہرگز نہیں دیتے جہاں ناقدری کا شبہ ہو بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بٹتے نہیں بلکہ طلب پر ملتے ہیں، اخیر زمانہ میں حضرت اقدس تھانویؒ کی اہم تصانیف

حیات المسلمین، تعلیم الدین، اغلاط العلوام، اوراس کے علاوہ بہشتی ثمر، حکایات صحابہ، اوراسی کے ساتھ حضرت اقدسؒ کے تبلیغ سے متعلق مفید رسالے ان سب کا مجموعہ ضخیم جلد میں حضرت کے مشورہ سے شائع ہوا جس کی قیمت تقریباً دوسوروپے کی ہوگی، لیکن وہ اہل علم کو مفت تقسیم کی گئی، احقر راقم الحروف کو بھی حضرت والا نے عنایت فرمائی۔

مجلس دعوت الحق کا نواں مقصد

مساجد کا انتظام اوران میں بلا اجرت رمضان المبارک میں کلام پاک سنانے کا نظم

حضرتؒ کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ''اہل حاجت کی خواہش پر حسب گنجائش مساجد کا انتظام اور تراویح میں بلا اجرت کلام پاک سنانے کا نظم کرنا''

(حیات ابرار ص ۳۵۰)

مسجد مسلمانوں کا ایسا دینی مرکز ہوتا ہے کہ پوری اسلامی زندگی اس کے اردگرد گھومتی ہے، مساجد کے بغیر اسلامی شعائر کا تصور گویا ناممکن ہے اسی وجہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ پاک میں سب سے پہلے تعمیر مسجد کی کوشش فرمائی تھی۔

حضرت اقدسؒ کے نزدیک بھی اسی وجہ سے مساجد بنانے کی بڑی اہمیت تھی، خصوصاً جن علاقوں اور دیہاتوں میں مساجد نہیں ہیں ان میں مساجد تعمیر کرانے کی آپ خاص طور پر ترغیب فرماتے تھے اور حسب وسعت وگنجائش مالی تعاون بھی فرماتے تھے، چھوٹی بڑی رقموں کے ذریعہ کتنی مساجد میں آپ نے حصہ لیا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ اپنی مسجد اور اپنا نظام ہونا چاہئے مسجد میں پورا قبضہ اہل حق کا ہو اہل باطل واہل بدعت کا انتظامی امور میں کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے، احقر راقم الحروف لکھنؤ میں مقیم ہونے کے بعد ایک مسجد میں

حِسْبَۃً للہ امام تھا، دینی پروگرام اصلاحی مجالس وعظ وتقریر کا بھی معمول تھا، ایک عرصہ کے بعد ایسے حالات سے سابقہ پڑا کہ جس کے بعد ان معمولات کو باقی رکھنا اور سابقہ حالت پر برقرار رہنا دشوار ہو گیا، حضرت نے فرمایا: چھوڑ یئے اس کی کوشش کیجئے کہ اپنی مسجد ہو اپنا نظام ہو کسی کا اس میں کچھ عمل دخل نہ ہو، پوری آزادی سے کام کرنے کا موقع ہو، اختیار کلی اپنا ہو، حضرت کی توجہ ودعاء کی برکت سے اللہ پاک نے اس کا بھی انتظام فرمادیا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ اپنی مساجد کو سنی (یعنی سنتوں کے پھیلانے کا ذریعہ) بناؤ۔ تعمیر مساجد کے سلسلہ میں حضرت اقدس سادگی کو خاص طور پر مدنظر رکھتے تھے زیادہ ٹیپ ٹاپ چمک دمک والی مسجد کو آپ ناپسند فرماتے تھے، اپنے مدرسہ کی مسجد کو اخیر اخیر تک آپ نے اسی سادہ حالت پر باقی رکھا جس طرح پرانے انداز کی بنی ہوئی تھی، فرش میں اینٹیں بچھی ہوئی تھیں حسب ضرورت مرمت کرادی جاتی تھی، حالانکہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے وسائل ایسے عطا فرمائے تھے کہ اگر چاہتے تو ادنیٰ توجہ سے از سرنو پوری مسجد شاندار خوبصورت تعمیر کرا کر پوری مسجد کو سنگ مرمر سے مزین ومرصع کرادیتے، لیکن حضرت کی نگاہ ضرورت پر تھی کہ مرمت کے ساتھ چونکہ ضرورتیں پوری ہو رہی تھیں اس لئے اس میں مزید پیسہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت، اتنی ہی رقم سے دوسری جگہ مسجد کی تعمیر کرائی جاسکتی ہے۔ اخیر زمانہ میں آپ کا گجرات کا سفر ہوا تھا جہاں اہل علم کا بڑا اجتماع تھا، ایک شاندار نئی مسجد میں حضرت کا پروگرام رکھا گیا، حضرت اقدس نے پر تکلف مزین ومنقش ومرصّع مسجد کو دیکھ کر بجائے اس کے کہ حضرت متولی صاحب کی ہمت افزائی فرماتے جبکہ متولی صاحب حضرت اقدس سے عقیدت وارادت کا تعلق بھی رکھتے تھے اور ان کی دعوت ہی پر حضرت تشریف لے گئے تھے۔ حضرت نے ان حضرات سے فرمایا کہ جتنا پیسہ آپ نے اس مسجد کی زیب وزینت اور ٹیپ ٹاپ میں خرچ کیا ہے اتنے ہی خرچہ میں دوسرے علاقوں میں، قصبات ودیہات میں جہاں ایک مسجد بھی نہیں کتنی مسجدیں تعمیر ہو سکتی تھیں۔ مگر آپ لوگ منمانی کرتے ہیں بغیر پوچھے عمل کرتے ہیں" کئی مجلسوں میں آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا۔

بلا اجرت تراویح سنانے والوں کا انتظام کرنا

رمضان المبارک کی راتوں میں تراویح میں پورا قرآن پاک سنانا مسنون ہے، شریعت میں اس کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں چنانچہ پورے اسلامی ماحول میں اس کے مطابق عمل جاری ہے لیکن یہ مسنون عمل فرض نمازوں کی طرح فرض اور واجب نہیں، اس لئے شرعی مسئلہ کے مطابق فرض نمازوں کی امامت پر تو تنخواہ لینا جائز ہے لیکن تراویح میں قرآن پاک سنا کر اجرت لینا جائز نہیں، حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت کے ساتھ دلائل کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے تحفہ حفاظ، (احکام تراویح) نامی کتاب میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ حنفی مسلک کے مطابق تراویح میں قرآن پاک سنا کر اجرت لینا خواہ مشروط یعنی طے کر کے ہو یا بغیر شرط کے معروف ہو (لان المعروف کالمشروط) دونوں صورتوں میں ناجائز ہے، اسی وجہ سے تو بہت سے مفتیان کرام نے حیلۂ جواز بیان کئے ہیں لیکن حیلے بہر حال حیلے ہیں حقیقت نہیں، حضرت تھانویؒ نے ان سب کا جواب تحریر فرمایا ہے لیکن امت میں اس وقت تراویح میں قرآن سنا کر پیسے لین دین کا ایسا عرف رواج ہو گیا ہے کہ اس کی قباحت بھی لوگوں کے ذہنوں میں نہیں رہی، بہت سے حفاظ اپنے علاقہ کی مسجد کو غیر آباد کر کے دور دراز شہروں میں صرف زائد پیسے کی لالچ میں تراویح پڑھانے جاتے ہیں، مسئلہ کے اعتبار سے ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے، یوں اگر حافظ قرآن کو اس کی عظمت و محبت کی پیش نظر ہدیہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے، اہل قرآن حفاظ و علماء کی خدمت کی بڑی اہمیت ہے، کرنا چاہئے، لیکن تراویح میں قرآن سنانے کی بنا پر بطور اجرت کے نہیں بلکہ محض محبت کی وجہ سے پہلے یا بعد میں علیحدہ انفرادی و خفیہ طور پر دے دیا جائے۔ جس میں ریا و شہرت کا دخل نہ ہو، چندہ کا تو سوال ہی نہیں، حفاظ کی ایسی خدمت نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر و ثواب ہے ضرور کرنا چاہئے۔

لیکن موجودہ صورت حال بہر حال غلط ہے اور ہوتی جارہی ہے، مروجہ صورت حال کی اصلاح کی غرض سے حضرت اقدسؒ فرماتے تھے کہ تراویح میں قرآن پاک سنا کر پیسوں کے لین دین کا رواج قابل اصلاح ہے بلکہ بعض فقہا نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بغیر اجرت کے سنانے والا حافظ نہ ملے تو أَلَـمْ تَـرَ كَيْفَ سے پڑھ لیں لیکن اجرت لینے والے حافظ کے پیچھے نہ پڑھیں کیونکہ یہ معصیت ہے اور پورا قرآن پاک تراویح میں نہ سن سکنا یہ معصیت نہیں ہے۔

بہر حال تراویح میں قرآن پاک سنانے کی اہمیت وفضیلت اور مسئلہ کی نزاکت و ضرورت کے پیش نظر حضرت نے اپنے مدرسہ میں اس کا انتظام کر رکھا تھا کہ جن صاحبان کو اپنی مساجد میں بلا اجرت قرآن پاک سنانے کے لئے حافظ کی ضرورت ہو وہ ''مجلس دعوت الحق'' سے رابطہ قائم کریں، چنانچہ بکثرت حفاظ حضرت کی خدمت میں موجود رہتے تھے جو حضرت کے مدرسہ ہی کے پڑھے ہوئے ہوتے تھے جن کو حضرت اسی غرض سے روک لیتے تھے اور اپنی زیرنگرانی حضرت ان کو مختلف مدارس میں بھیجا کرتے تھے، چنانچہ شہر ہردوئی اور اس کے اطراف میں بکثرت ایسے حفاظ مدرسہ کی طرف سے جاتے ہیں جو بلا اجرت محض اللہ واسطے تراویح میں قرآن پاک سناتے ہیں، مدرسہ کے لئے چندہ کی اپیل بھی نہیں کرتے، اس نظام کا احقر نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ اس کی برکت سے شہر کی تمام مساجد کے مصلین مدرسہ کے احسان مند ہیں اور تمام مساجد میں مدرسہ کی پوری گرفت ہے۔

اگر دیگر مدارس ومراکز بھی ایسا نظام اپنی حیثیت ووسعت کے مطابق بنالیں تو بڑی معصیت سے حفاظت ہو جائے اور رفتہ رفتہ اجرت کے طور پر قرآن سنانے کا رواج ختم ہو جائے، اس کی برکت سے انشاء اللہ مرکز ومدرسہ کو بھی ترقی ہوگی۔ اس سلسلہ میں حضرت نے کچھ گذارشات ومعمولات بھی مرتب فرمائے تھے موقع کی مناسبت سے وہ بھی یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

گذارشات برائے منتظمین تراویح

مکرمی! زید لطفہ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

متفرق مقامات کا حال سال سابق میں ظاہر ہوا کہ حفاظ کے لئے کپڑے یا نقد، اسی طرح مٹھائی ختم کے لئے کافی اہتمام کرتے ہیں مگر حفاظ کے طعام میں فکر مناسب نہیں کی جاتی ہے اس لئے گزارش ہے کہ ان افکار کے بجائے چند خصوصی حضرات طعام کا نظم اپنے ذمہ کرلیں اور ایک پاؤ دودھ کا نظم سحر کے وقت اگر کرسکیں تو کردیں۔ سنانے والے محنت کرتے ہیں ان کے لئے نسبتاً مناسب غذا کی ضرورت ہے۔

نیز گذارش ہے کہ ختم کے روز کوئی رقم ہدیتاً یا پارچہ یا اور کوئی شئے نہ دی جائے، اگر کسی کو کچھ خدمت کرنا ہو تو بتوسط ادارہ خدمت کرے کسی دوسرے پر اظہار نہ ہو۔ آداب ہدیہ میں سے یہ ہے کہ ہدیہ دینے والا پوشیدہ کرکے دے۔ حفاظ کے لئے افطار مغرب کے متصل ہی نظم طعام رکھا جاوے تاکہ ان کو آرام وتلاوت کرنے کا وقت قبل عشا ہی مل سکے۔

حفاظ کے ساتھ ایسا ہی احترام کا معاملہ کریں جیسا کوئی دنیوی بڑا حاکم ہمارے یہاں آجاوے، یہ عظمت واحترام قرآن پاک کی عظمت واحترام ہے، معمولات تراویح کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاوے۔

نوٹ: حفاظ تراویح کے لئے ۳۰ رجب تک اطلاع آجانا چاہئے

ابرار الحق

ناظم دعوت الحق ہردوئی

دفعہ ۴۸ (ب)

معمولات نظم تراویح

(۱) ناظم مرکز کو اختیار ہوگا کہ جس مسجد میں حافظ کو مناسب سمجھیں مقرر فرمادیں مگر حسب مصالح مقامی منتظمین مساجد کی رائے وتجویز کا لحاظ کیا جاسکتا ہے۔

(۲) سوائے خاص مجبوری کے ہر حافظ کے ساتھ ایک سامع کا ہونا۔

(۳) تین روز سے کم میں قرآن شریف ختم نہ کرنا، اور اس کے لئے کسی مقتدی یا داعین کو مجبور نہ کرنا۔

(۴) عموماً ۲۴ اور ۲۷ رمضان کے درمیان کسی تاریخ میں قرآن شریف ختم کرنے کا مدار حافظ صاحب کی رائے پر ہونا۔

(۵) ہر حافظ کو اختیار ہوگا کہ وہ کسی روز کسی خاص مصلحت کی بناپر روزانہ کے معمول میں کمی بیشی کردیں اور ایسی صورت میں مقتدین کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

(۶) حفاظ کو بخیال تحمل مقتدین حدود سے تجاوز نہ کرنا، زیادہ پڑھنے میں اگر مقتدین کو بار ہو تو بلا تکلف ادب کے ساتھ اس کا اظہار کرنا۔

(۷) ختم کے روز امامِ تراویح کی اجازت پر شرینی کی تقسیم کا مدار ہوگا ورنہ التواء رہیگا۔ اہل محلّہ کو اصرار ومخالفت کا حق نہ ہوگا۔

(۸) چراغاں اور روشنی ضرورت سے زیادہ کسی یوم بالخصوص ختم کے روز نہ ہوگی، اس میں حافظ صاحب کی رائے کی رعایت مقدم ہوگی، امام تراویح جس مقدار کو زیادہ بتلادیں

اس کی اصلاح ضروری ہوگی۔

(۹) جھنڈیاں ختم کے روز یا کسی روز مسجد میں نہ لگانا۔

(۱۰) تراویح کے سلسلہ میں کسی جگہ کوئی بات ایسی ہو جواز قبیل رسوم ہو یا امام تراویح کو خلاف شرع معلوم ہو تو اس کی اصلاح ضروری ہوگی۔

(۱۱) مقتدین یا داعین کی جانب سے کوئی معاملہ خلاف ادب واحترام کے پیش آنے پر یا یا بصورت عدمِ اصلاحِ منکرات امام تراویح قرآن شریف سنانے میں معذور ہوں گے۔

(۱۲) سوا اس صورت کے کہ مسجد بالکل قریب ہو یا حافظ صاحب سواری پسند نہ فرماویں ہر امامِ تراویح کے لئے سواری کا انتظام ضروری ہوگا۔

(۱۳) مقامی داعین کو سواری یومیہ کا انتظام خود کرنا ہوگا یا تخمینی رقوم پیشگی مرکز میں جمع کرنا ہوگی۔

(۱۴) بیرونی داعین کو مصارف آمد ورفت حفاظ احتیاطاً پیشگی جمع کرنا ہوں گے اور اگر کوئی حافظ بوضع تنخواہ رخصت دے کر بھیجا جاویگا تو بقدر وضع تنخواہ رقم بھی ادا کرنا ہوگی جس کو حافظ صاحب کے بھیجنے سے پہلے ظاہر کر دیا جائے گا۔

(۱۵) عشاء کی نماز امام تراویح کے مسجد پہونچنے پر شروع ہوگی۔

(۱۶) مستقل مصلیان کو یہی اصول سنا دیئے جاویں۔

نوٹ: (۱) ان تمام معمولات وشرائط مندرجہ بالا کی پابندی کرنا جملہ اشخاص متعلقہ کو ضروری ہے۔

(۲) سامع تجویز ہونے پر اس کے قیام وطعام کا بھی نظم مناسب رہے گا۔
حافظ تراویح کے لئے ۳۰؍رجب تک اطلاع آجانی چاہئے۔
جواب کے لئے پتہ کا لفافہ بھی آنا چاہئے۔

ابرار الحق
ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

مجلس دعوت الحق کا دسواں مقصد

بلا اجرت نکاح پڑھوانا

حضرت کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ

''اہل حاجت کی خواہش پر اسلامی اصول کے موافق نکاح خوانی کا بلا کسی اجرت ومعاضہ کے انتظام، اورزوجین کوسند نکاح مفت دینا''۔ (حیات ابرار)

نکاح بلا شبہ نبی کی سنت اور خاص شان کی عبادت ہے اس میں کسی حیثیت سے بھی شرکت وخدمت باعث اجروثواب اور بڑی سعادت ہے، لیکن اس عبادت کی ادائیگی میں لوگوں نے ایسے رسوم ورواج کی پابندی اور ایسی خرافات اختیار کررکھی ہیں کہ اب وہ خاص شان کی عبادت مختلف معاصی کا مجموعہ بن جاتی ہے، نکاح گو درست ہو جاتا ہے لیکن معاصی کے ارتکاب کے ساتھ، اس لئے حضرت اقدسؒ نے اپنے یہاں اپنی زیرنگرانی اسلامی طریقہ کے مطابق سادگی کے ساتھ نکاح خوانی کا انتظام کررکھا تھا، چنانچہ شہرواطراف اور بسا اوقات دور دراز سے لڑکا اور لڑکی والے آتے اور شرعی دستور کے مطابق حضرت سے نکاح پڑھواتے تھے۔

مسئلہ کے مطابق نکاح خوانی اوراس کی سند دینے پر اجرت لینا دینا بلا شبہ جائز ہے، لیکن حضرت بجائے رخصت کے عزیمت پر عمل فرماتے تھے اور یہ کام صرف ثواب کی نیت سے بغیر کسی اجرت کے کرتے تھے۔ نکاح خوانی کے وقت حضرت اقدس مختصر وعظ وتقریر بھی فرماتے تھے جس میں زوجین کے حقوق اور مہر وغیرہ سے متعلق ضروری احکام نیز ایسی اصلاحی باتیں اور تدابیر بیان فرماتے تھے جن پر عمل کرنے کے نتیجہ میں لڑکا لڑکی والوں اور خود زوجین کے درمیان نااتفاقی کی نوبت نہ آئے اورنہایت خوش اسلوبی اور ہمدردی ومحبت کے ساتھ گذر بسر ہوتی رہے۔ حضرت والاؒ کے اس طرح کے پڑھائے ہوئے نکاح میں اوراس وقت کے مواعظ حسنہ میں شرکت کی سعادت احقر کو بھی حاصل ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طرز عمل کو

اختیار کر کے حضرت اقدسؒ نے بیاہ شادی کے موقع پر ہونے والے اسراف اور رسوم رواج اور لمبی چوڑی بارات کے بارے امت کو بچانے کی گویا ایک تحریک چلائی تھی جس کے مفید نتائج واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس نوع کے سلسلوں کو جاری رکھے۔ اور دوسرے حضرات کو بھی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ علی گڑھ میں تشریف فرما تھے دہلی کے قریب کسی قصبہ سے گاڑی بھر کر نکاح کی غرض سے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے اس وقت حضرت کو دیکھا کہ اس کام میں تعجیل نہیں فرماتے بلکہ بہت غور فکر کے بعد اقدام فرماتے ہیں، ایسے نکاح جن میں آگے چل کر کوئی قانونی پیچیدگی آسکتی ہو اور نکاح پڑھانے والا زد میں آسکتا ہو ایسے نکاح کے پڑھانے سے حضرت پوری احتیاط برتتے ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر دیکھا کہ لڑکا یا لڑکی میں سے کسی ایک کی عمر بہت کم تھی گویا نابالغی کا نکاح تھا۔ شرعی نقطہ نظر سے اگر چہ یہ جائز ہے لیکن قانوناً ممنوع اور سخت جرم ہے جس کے باعث نکاح پڑھانے والے کو جیل میں بھی جانا پڑ سکتا ہے، کسی صاحب نے حضرت کو اس کی طرف توجہ دلائی تو حضرت فوراً باز آ گئے اور نکاح نہیں پڑھایا باوجود یکہ لڑکا لڑکی والے دونوں راضی تھے، ایک صاحب نے کہا کہ یہ قانون پہلے تھا لیکن اب نہیں ہے حضرت نے ان کی اس بات کو قبول نہیں فرمایا اور یہ کہتے ہوئے رد فرما دیا کہ اس کا ثبوت ان کے پاس کیا ہے کہ اب یہ قانون بدل گیا کوئی تحریر ہے یا کسی وکیل کا کوئی ثبوت ہے الغرض سارے لوگ خواہشمند تھے کہ حضرت نکاح پڑھا دیں لیکن حضرت نے نہیں پڑھایا بالآخر وہ حضرات واپس چلے گئے، یہ واقعہ احقر کے سامنے کا ہے۔

مجلس دعوت الحق کے واسطے سے نکاح پڑھوانے کے خواہشمند حضرات کے لئے حضرت نے کچھ فارم چھپوا رکھے تھے جن کو بھر کر دفتر میں نکاح خوانی کی درخواست دی جاتی تھی اور اس کے مطابق پوری کارروائی کے بعد نکاح کی سند دی جاتی تھی، اس کی نقل یہ ہے۔

طریقہ کار

درخواست نکاح

نمبر..........جلد................مورخہ................سنہ

بخدمت محترم جناب ناظم صاحب مجلس دعوۃ الحق ہردوئی السلام علیکم گذارش خدمت ہے کہ

میری عزیزی.................. بنت................ولد..........ساکن................کا عقد نکاح

بتاریخ.........سنہ بوقت............ برمکان جناب...........واقع محلّہ/موضع..................

تحصیل............ضلع...........عزیزی...........صاحب ولد جناب..........صاحب

ساکن...........وارد حال..........کیساتھ بعوض مبلغ...........مہر..................

قرار پایا ہے اس وقت لڑکی کی عمر ....سال ہے اور یہ اس کا ....نکاح ہے میں بحیثیت ولی، وکیل، مجلس دعوۃ الحق کے ضوابط و شرائط قبول کر کے مستدعی ہوں کہ متعلقہ قاضی صاحب کو حکم انعقاد نکاح صادر فرمایا جائے۔

اب سے پہلے عزیزہ موصوفہ.................صاحب ولد.................صاحب ساکن............

سے منسوب تھیں مگر عرصہ...........سے بیوہ ، مطلقہ ہے اور بتاریخ..............سنہ

اس کی عدتِ مدت ختم ہو چکی ہے۔ ہم لوگ مذکورہ بالا اندراجات کی صحت کے ذمہ دار ہیں۔

فقط........................المرقوم

دستخط یا نشانِ انگوٹھا زوج یا ولی یا وکیلِ زوج...........دستخط یا نشان انگوٹھا زوجہ یا وکیلِ زوجہ

نوٹ: اگر نکاح پہلا ہے تو یہ عبارت قلم زد کر دی جائے۔

جناب .... صاحب السلام علیکم آپ حسب ضوابط مجلس دعوۃ الحق نکاح پڑھاویں اور بعد نکاح نقشہ جات ضروری کی خانہ پری کر کے اسناد نکاح اہل معاملہ کے حوالہ

کردیں دستخط........................ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی........................مورخہ............سنہ

محترم گرامی جناب ناظم صاحب زید مجدکم حسب الحکم میں نے نکاح پڑھایا۔

درخواست کے اندراجات صحیح ہیں وکیل و گواہ حسب ذیل حضرات تھے۔

نام وکیل زوجہ.. نام گواہ نمبر (۱) ....

نام گواہ نمبر (۲) مہر مبلغ.................................. قسم مہر..

چند خاص حاضرین نکاح کے نام..

دستخط ناکح ....مورخہ...........................سنہ ء

دستخط ناظم مجلس دعوۃ الحق بابتہ اطلاع تکمیل نکاح

....

نکاح میں ہونے والی رسومات جولڑکے اورلڑکی والوں کی طرف سے ہوا کرتی ہیں ان کو آپ نے اغلاط النکاح کے نام سے مرتب فرمایا تھا اور خاص طور پر اس موقع پر لڑکا اور لڑکی والوں کو ان رسوم سے بچنے کی ہدایت فرماتے تھے اور ان کو وہ پرچے دیا بھی کرتے تھے وہ یہ ہیں۔

اغلاط النکاح

یعنی نکاح کی اصلاح طلب رسمیں

مرتبہ:۔محی السنہ حضرت مولانا الحاج ابرارالحق صاحبؒ ناظم مجلس دعوت الحق ہردوئی

امابعد! یہ دین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ مباح یا مستحب کام میں جب کوئی غیر مشروع یا ناجائز امر مل جاتا ہے تو مباح و مستحب کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ چونکہ آج کل نکاح کے سلسلہ میں بہت سے امور جو بظاہر جائز و بہتر معلوم ہوتے ہیں ان میں غیر مشروع امور مل گئے ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے اسی وجہ سے لوگ علمائے ربانی سے بسا اوقات الجھنے لگتے ہیں اس لئے چند قابل اصلاح امور جن کا تعلق لڑکے اور لڑکی والوں سے ہے ان کو نمونہ کے طور پر منتخب کر کے الگ جمع کر دیا گیا ہے۔ تفصیل جس کو دیکھنی ہو وہ اصلاح الرسوم میں ملاحظہ کریں جو نہایت مستند و جامع اور بے نظیر کتاب ہے۔

نکاح کی وہ رسمیں جن کی اصلاح ضروری ہے اور جن کا تعلق لڑکے والوں سے ہے

(۱) بری لے جانا (۲) زیادہ تعداد میں بنا بر رواج اتنے اشخاص کو لیجانا جس کو عرف میں بارات سمجھا جاوے (۳) مدعوشدہ سے زیادہ اشخاص لے جانا (۴) لڑکی کے لئے ہدیہ پارچہ جات وغیرہ بطور نمائش بھیجنا اور بھیجنے کو ضروری سمجھنا (۵) سہرا یا بدھی کا برتنا (۶) نامحرم اشخاص کا اذن کے وقت جانا اور اس کو اپنا حق سمجھنا (۷) نامحرم اشخاص کا لڑکی کا منہ دیکھنا اور دکھانا (۸) ناچ گانا باجا ہونا (۹) نیوتہ وصول کرنا (۱۰) مہر کے معاملہ کو پہلے سے صاف نہ کرنا

اور اس کو عیب سمجھنا اور بروقت نکاح نزاع وتکرار کرنا (۱۱) دعوت ولیمہ ریا وتفاخر کے ساتھ کرنا (۱۲) لڑکی والوں سے اپنے ملازمین وغیرہ کا انعام طلب کرنا بعنوان حق الخدمت (۱۳) دین مہر کو قابل اہتمام خیال نہ کرنا اوراس کی ادائیگی میں غفلت کرنا (۱۴) ایسے معاملات قصداً کرنا جس سے لڑکی والوں کی سبکی یاان کو پریشانی ہو یا اپنا نام وشہرہ ہو (۱۵) تقریب کی وجہ سے فرائض وواجبات شرعیہ میں سستی یالا پرواہی برتنا۔

نکاح کی وہ رسمیں جن کی اصلاح ضروری ہے اور جن کا تعلق لڑکی والوں سے ہے

(۱) بری کا مطالبہ کرنا (۲) لڑکے کے لئے ہدیہ پارچہ جات ظاہر کر کے بھیجنا اوراس کے اظہار کو پسند کرنا اوراس کو ضروری سمجھنا (۳) اپنے یہاں یعنی اپنی تجویز کردہ قیام کی جگہ یا منظر عام پر کپڑے بدلوانا (۴) لڑکے کے سابق کپڑے، کپڑے بدلوانے والے کا حق سمجھ کر رکھ لینا (۵) دعوت طعام برادری یا اہل محلّہ یا بستی کی کرنا (۶) جہیز کے سامان کو تفصیلاً دکھلانا یا اظہار کر کے دینا (۷) شکرانہ وغیرہ بنانا، بعد نکاح پانی یا شربت دولہا کو پلانا بلا ضرورت (۸) لڑکے والوں سے اپنے ملازمین وغیرہ کا انعام بعنوان حق الخدمت وصول کرنا (۹) دولہا کے سامنے نامحرم عورتوں کا آنا (۱۰) نیوتہ وصول کرنا بشکل سلامی وغیرہ اور سلامی کو ضروری سمجھنا، بوقت سلامی ضرور کچھ دینا (۱۱) سلامی کے عطیہ کو ظاہر کر کے دینا اور سلامی کا التزام (۱۲) مہر گنجائش سے زیادہ مقرر کرنا یا نام آوری اور افتخار کے لئے ایسا کرنا (۱۳) گانا باجا وغیرہ (۱۴) ایسے معاملات قصداً کرنا جن سے نام وشہرہ یا تعریف محلّہ یا بستی میں ہو (۱۵) تقریب کی وجہ سے فرائض وواجباتِ شرعیہ میں سستی ولا پرواہی برتنا۔

نوٹ: تفصیل اصلاح الرسوم میں ملاحظہ فرمائیے۔

منجانب: ــــــــ شعبہ نشر واشاعت مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

مجلس دعوت الحق کا گیارہواں مقصد
شرعی پنچایت کے ذریعہ نکاح کا فسخ کیا جانا

حضرتؒ کی مجلس دعوت الحق کا گیارہواں مقصد تھا

''اہل معاملہ کی خواہش ودرخواست پر بذریعہ پنچایت اسلامی کاروائی فسخ نکاح کیا جانا''

شریعت کے بہت سے مسائل (خصوصاً ازدواجی زندگی میں) ایسے ہیں کہ اسلامی حکومت کی ماتحتی میں شرعی قاضی کے ذریعہ ہی اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے ورنہ صرف مسئلہ کا بتلا دینا، مفتی کا فتویٰ دینا اس کے لئے کافی نہیں ہوتا مثلاً کسی عورت کا شوہر ظالم ہے جو نہ تو عورت کو بلاتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے یا مثلاً ایسی عورت جس کا شوہر بالکل لا پتہ ہوگیا ہوتو اب یہ عورت ایسی غربت کی حالت میں کیا کرے گی۔ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس موقع پر مفتی کا فتویٰ دے دینا یا محض اپنے یقین یا کسی کی خبر پر اعتماد کرکر کے کوئی اقدام کرنا اور نکاح ثانی کر لینا درست نہ ہوگا بلکہ یہاں پر شرعی قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہوگی۔ اور شرعی قاضی وہ کہلاتا ہے جس کو حکومت کی پشت پناہی اور قوت واقتدار بھی حاصل ہو یعنی جس کے فیصلہ کی تنفیذ بھی ہو سکتی ہو، ظاہر ہے کہ یہاں موجودہ صورت حال میں ایسے قاضیوں کا فقدان ہے اس لئے اس نوع کے مسائل کے حل کے لئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے یہ راہ بیان فرمائی ہے کہ فقہ حنفی سے عدول کرتے ہوئے مالکی مسلک کے مطابق شرعی پنچایت کے ذریعہ مسئلہ کو حل کیا جائے۔ اور شرعی پنچایت ہی کے ذریعہ قاضی کے فیصلہ کی طرح فسخ نکاح کر دیا جائے اور یہ فیصلہ بھی شرعی اور واجب العمل ہوگا۔ اس کی پوری تفصیل حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے الحیلۃ الناجزہ میں بیان فرمائی ہے۔ اور اس کا طریقہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس شرعی پنچایت کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ چند افراد پر مشتمل ایک جماعت ہوتی ہے جس

کے مخصوص اوصاف وشرائط بیان کئے گئے ہیں یہ کمیٹی حالات کا جائزہ لے کر شرعی طریقہ کے مطابق فیصلہ کر دیتی ہے اس طریقہ کا نام ہے ''شرعی پنچایت کے ذریعہ فیصلہ کرنا''۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے امت کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنے شیخ فقیہ النفس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے تحریر کردہ طریقہ کے مطابق اس کام کو انجام دیا، چنانچہ آپ کے دارالافتاء میں اہل علم وارباب افتاء پر مشتمل ایک شرعی پنچایت قائم ہے جس میں باقاعدہ شرع کے مطابق فسخ نکاح وغیرہ سارے کام انجام پاتے ہیں اور اب تک یہ سلسلہ قائم ہے۔ اس کے علاوہ منجانب اللہ قدرتی طور پر آپ کے ادارہ کو ایسی مرکزیت حاصل ہوگئی کہ تمام اہم مسائل میں اطراف اور شہر کے سارے لوگ اسی مرکز کی طرف رجوع کرتے ہیں، رویت ہلال کا مسئلہ سامنے آتا تو مدرسے کے دارالافتاء کی تحقیق کے مطابق اعلان ہوتا ہے جو سارے شہر اور اطراف میں قابل عمل ہوتا ہے۔

بعض اہم مسائل جن میں حضرتؒ کی تحقیق ورائے کے مطابق بہت سے اہل علم غلطی کا شکار ہو گئے تھے اور بہت سی ناجائز باتوں کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا، حضرت اقدسؒ نے اپنے مرکز اور دارالافتاء سے رسالہ کی شکل میں اس کی تردید شائع فرمائی تاکہ لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو اور حق بالکل واضح ہو جائے، مثلاً بیمہ انشورنس کے جواز کا مسئلہ کہ ایک جماعت کے نزدیک موجودہ حالات میں اس کا جواز تھا لیکن حضرتؒ کے نزدیک یہ فیصلہ غلط تھا اس لئے حضرت نے پوری تحقیق کے ساتھ اس کا عدم جواز تحریر فرما کر عمومی پیمانہ پر اس کی اشاعت فرمائی جس کی تفصیل رسالہ میں موجود ہے الغرض آپ کا دارالافتاء صرف دارلافتاء ہی نہ تھا بلکہ معنی دارالتحقیق اور مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔

مجلس دعوت الحق کا بارہواں مقصد

لاوارث اموات کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا

حضرت اقدسؒ کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کا بارہواں مقصد تھا:

''بوقت ضرورت لاوارث اموات کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا''۔ (حیات ابرار)

اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو اور خصوصاً مرد مومن کو نہایت مکرم بنایا ہے کرامت وعظمت کی بنا پر حکم دیا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کے جسم اور اس کی لاش کو غسل دے کر تجہیز و تکفین کے بعد پورے اکرام واحترام کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جائے، مُردوں کا یہ حق ہے جو زندوں پر واجب ہے۔ فقہاء نے مسئلہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر ایسی کوئی میت اور لاش پائی جائے جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو یعنی لاوارث لاش تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین کا بند وبست کون کرے گا؟ لکھا ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہو تو حکومت کا فریضہ بنتا ہے کہ اپنے عمّال کے ذریعہ اس کام کو انجام دے اور بیت المال سے اس کے سارے اخراجات پورے کئے جائیں اور غیر اسلامی حکومت میں مجموعی طور پر مسلمانوں پر فرض کفایہ ہوتا ہے کہ سب مل کر اس کام کو انجام دیں اور اس سلسلہ کے اخراجات کے لئے اگر ضرورت پیش آئے تو چندہ کی وصولیابی کریں اگر ایسا نہ کریں گے تو سب گنہگار رہوں گے۔

یہی وہ فریضہ ہے جس کو ہم فرض کفایہ کہہ سکتے ہیں جس کی ادائیگی میں عموماً مسلمانوں سے کوتاہی ہوتی ہے، وہ مسلمان لاوارث لاش کے سلسلہ میں اپنی کوئی ذمہ دار محسوس نہیں کرتے حالانکہ جس علاقہ میں مسلمان لاش پائی جائے اور جن جن لوگوں کو اس کا علم ہو ان سب پر حسب حیثیت شرعی حکم کے مطابق عمل کرنا اور پورا انتظام کرنا ضروری ہے۔ چونکہ عام طور سے لوگوں میں کوتاہی پائی جاتی ہے اسلئے حضرت اقدسؒ نے اپنی مجلس کا اس کار خیر کو مقصد بنایا، چنانچہ

جہاں کہیں اور جب کبھی ایسی کوئی صورت پیش آتی ہے اور حضرت کو علم ہوتا ہے کہ فلاں مقام پر ایک مسلمان لاش ملی ہے یا پڑی ہے یا فلاں مقام پر ریل سے کٹی ایک لاش پڑی ہوئی ہے آپ اپنے مدرسے کے فعال جوانمرد باہمت طاقتور طلبہ اور بعض ذمہ داروں کو بھیجتے اور قانونی کاروائی کرنے کے بعد اپنے کو خطرات سے محفوظ رکھتے ہوئے اس لاش کو ہر ممکن کوشش کے ذریعہ حاصل کرتے اور غسل و تکفین وتجہیز کا پورا انتظام فرماتے تھے اور بعد نماز جنازہ پورے احترام کے ساتھ دفن فرما دیتے تھے، اگر کسی طرح اس کے ورثاء کا سراغ لگ سکتا تو مشتبہ اور ممکن مواقع میں فوراً اطلاع فرمادیتے، بسا اوقات کئی کئی روز کی بدبودار پھولی ہوئی لاشیں ملیں حضرت کو جب علم ہوا تو اپنے مدرسے کے باہمت مخلص طلبہ کو بھیج کر سارے کام انجام دیئے، احقر نے ایسے طلبہ سے ملاقات کی ہے جو بیچارے خوشی سے اپنے منھ میں کپڑا لپیٹ کر ناک منھ بند کر کے پھولی ہوئی بدبودار لاش کو ہاتھ لگاتے تھے۔ حکومت بھی حضرت والا کے اس طرز عمل سے واقف تھی اور خوش تھی اور حضرت کے اس کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی اس لئے ایسے مواقع میں مزاحمت نہیں کرتی تھی۔ بلکہ آسانی سے اجازت دے دیتی تھی۔

مجلس دعوۃ الحق کا تیرھواں مقصد

ہر مہینہ تبلیغی واصلاحی اجتماع اور جلسہ کرنا

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس دعوۃ الحق کے جو اغراض مقاصد تحریر فرمائے تھے ان میں ایک مقصد یہ تھا۔

''ہر قمری ماہ کے دوسرے جمعہ کی شب میں تبلیغی واصلاحی اجتماع وجلسہ کرنا''

تبلیغی واصلاحی کوششوں کے سلسلہ میں اجتماع وجلسہ کو جو اہمیت حاصل ہے ماقبل میں اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ حضرت اقدسؒ کے نزدیک دینی اجتماعات وجلسوں کی بڑی اہمیت تھی، آپ نے جب سے اس مبارک سلسلہ کو شروع فرمایا تادم حیات یہ سلسلہ باقی رکھا

اور الحمدللہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، قمری مہینہ کے دوسرے جمعہ کی شب کو یعنی جمعرات کا دن گذار کر رات میں یہ اجتماع ہوتا ہے، جمعہ کے دن چھٹی کی وجہ سے جمعہ کی شب میں ہونے والے اس پروگرام میں مدرسہ کے تمام اساتذہ وطلبہ بھی تعلیم کا حرج کئے بغیر شریک ہوتے ہیں، ہر مہینہ کی تاریخ مقرر کر کے پہلے سے اعلان لگا دیا جاتا ہے کہ دعوۃ الحق کا ماہانہ اجتماع فلاں تاریخ کو ہوگا۔ اس اجتماع میں مقامی احباب اور مدرسہ کی شاخوں اور ملحقہ مدارس سے بھی لوگ حاضر ہوتے ہیں، احقر کو بھی ان اجتماعات میں شرکت کی بارہا سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس اجتماع کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ حضرتؒ کام کرنے والوں کو نصائح اور ہدایات فرماتے تھے، ماموارت کو پھیلانے اور منکرات کو بند کرنے پر زور دیتے تھے، شاخوں سے آئے ہوئے حضرات کے کام کا جائزہ اور حسابات کا معائنہ بھی فرماتے تھے گویا یہ جلسہ کیا یوں کہنا چاہئے کہ پورے علاقہ کی ایک ماہ کی تبلیغی وتعلیمی رپورٹ وکارگذاری پیش ہوتی تھی اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل اور پروگرام تجویز کیا جاتا تھا، مختلف ہدایات ونصائح کے بعد آئندہ ماہ کی تاریخ کے اعلان کے ساتھ سب کو رخصت کر دیا جاتا تھا۔

اللہ اللہ محدود پیمانہ پر کس انداز سے مستقل مزاجی سے کام ہو رہا تھا اور الحمدللہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، دوسرے مرکزی ادارے بھی اس نوع کے کام کرنا چاہیں تو بے شک حضرت اقدسؒ کے اس طرز عمل سے بڑی رہنمائی ملتی ہے اور کام کرنے والوں کے لئے عمدہ نمونہ موجود ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔

مجلس دعوت الحق کا چودھواں مقصد

غریب طلبہ کی حسب ضرورت امداد کرنا اور وظیفہ دینا

حضرتؒ کی مجلس دعوت الحق کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ:

''طلبہ وتصحیح کنندگان کو بشرط ضرورت حسب گنجائش وظیفہ دینا''

حضرت اقدسؒ کے مدرسے میں احقر نے یہ معمول دیکھا کہ وہ طلبہ جو صاحب حیثیت ووسعت ہوتے نیز وہ حضرات جوتھوڑی مدت مثلاً ایک ماہ دو ماہ یا چھ ماہ کے لئے تصحیح قرآن پاک وتصحیح کلمات اذان کی غرض سے یا اصلاح واستفادہ کی غرض سے تشریف لاتے وہ اپنے کھانے اور ناشتہ کی خوراکی جمع کرتے، مدرسہ ان کا کفیل نہ ہوتا، البتہ ان میں جو غریب ہوتے اور خود کفیل نہ ہوسکتے تھے حضرت کے فرمان کے مطابق ادارہ کی طرف سے ان کی امداد ہوتی، ان کی خوراکی کی فیس معاف ہوجاتی، وظائف تقسیم کئے جاتے زیادہ احتیاج کی صورت میں ان کے کپڑے تیل صابن تک کا انتظام کردیا جاتا، ان سب امور میں حضرت اقدس کی نظر لوگوں کی ضرورت اور اپنی حیثیت ووسعت پر ہوتی تھی۔ گنجائش ہونے پر ضرورت مند طلبہ کی امداد سے دریغ نہ کیا جاتا، وظائف تقسیم کئے جاتے، علاج کرایا جاتا اور مختلف طریقوں سے امداد پہنچائی جاتی اللہ پاک ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس دعوت الحق کا پندرھواں مقصد

عامۃ المسلمین کی دینی ضروریات میں امداد کرنا

حضرتؒ نے اپنی قائم کردہ مجلس دعوت الحق کا ایک مقصد یہ بھی مقرر فرمایا تھا کہ ''عامۃ المسلمین کی وقتی دینی ضروریات اور کاموں میں امداد کرنا''

حضرت اقدسؒ کی دین کے تمام شعبوں اور مختلف کاموں پر نظر رہتی تھی۔ لوگوں کے حالات سے باخبر رہتے ان کی دینی ضروریات کو معلوم کرتے اور حسب گنجائش اس میں حصہ لیتے تھے۔

مختلف مکاتب ومدارس کے ذمہ دار حضرات تشریف لاتے اور حضرت سے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے اور حضرت اقدس خفیہ طور پر حسب ضرورت بڑی رقموں کو دے کر ان کی مدد فرماتے۔

مدرسہ رحمانیہ ہاپوڑ کے مہتمم مولانا جمیل الرحمٰن صاحب قاسمی خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''نومبر ۱۹۹۵ء میں جامعہ کی قدیم سہ منزلہ عمارت گر گئی، املاک کے ساتھ جانی نقصان بھی ہوا، مالی سال کا آخری زمانہ تھا، مدرسہ کا جملہ خرچ قرض پر چل رہا تھا، عمارت گر گئی، زخمی طلبہ کا علاج، پڑوسی کے نقصان کی تلافی۔ ان سب مسائل سے نبرد آزما ہونا ناکارہ کے بس سے باہر تھا۔ بعض قریبی احباب کو لے کر بیٹھا اور اہتمام چھوڑنے کا ارادہ ظاہر کیا''

مولانا موصوف کے حالات اور مدرسہ میں ناگہانی آفت کی اطلاع محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کو ہوئی، آپ بڑے فکرمند ہوئے، اس کے بعد حضرت نے جو کیا اس کو مولانا کی زبان سے سنئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اگلے دن بعد نماز فجر حضرت محی السنہ کی جانب سے دو عالم بطور قاصد ہردوئی سے جامعہ رحمانیہ پہونچے، حضرت والا کا مکتوب گرامی دیا، اور دس ہزار روپئے کی خطیر رقم حضرت محی السنہ کی جانب سے بطور امداد عنایت فرمائی،

حضرت والا نے مکتوب گرامی میں اس اندوہناک حادثہ پر شدید قلق واضطراب کا اظہار فرمایا، فوری تشریف آوری کی تمنا ظاہر فرمائی مگر معالج کی پابندی کے سبب حضرت تشریف نہ لا سکے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ سردست یہ تعاون حاضر ہے آپ ادارہ کی ضرورت تحریر کریں، اہل خیر کو توجہ دلا کر مزید تعاون دلایا جائے گا۔

اس موقع پر حضرت اقدس نے مولانا موصوف کے نام جو مکتوب ارسال فرمایا وہ درج ذیل ہے۔

مکرمی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا حالات معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا، فوراً تقاضہ حاضری کا ہوا مگر بوجہ ناسازی طبع آج کل معالج نے اسفار بند کر رکھے ہیں، وہاں کے لئے کچھ رقم بھیجنے کا داعیہ

ہوا، اس وقت مبلغ دس ہزارروپیہ مرسل ہیں، مَد عام کی رقم سے متعدد اہل خیر کی طرف سے......
حالات مدرسہ ہذا کے لئے کوئی اشتہار تیار ہوتو بھیج دیجئے،...... دوسرے مقامات اہل خیر کو بھی
توجہ دلانے کا خیال ہے، اگر کوئی مضمون مرتب کیا ہوتو مطلع کیجئے۔ حامل رقعہ ہذا ادارہ دعوۃ
الحق کے دفتر کے ذمہ دار ہیں مدرسہ کا پورا معائنہ کرادیجئے اور وقتی ضروریات سے بھی مطلع
کیجئے، مدرسین کی تنخواہ کس قدر باقی ہے، اس وقت تحویل کس قدر ہے۔ والسلام

ابرارالحق ۲۷/رجب ۱۴۱۶ھ

(سوانح حضرت مولانا ابرارالحق حقی ص ۹۰-۹۲)

اس طرح کے نہ معلوم کتنے مدرسوں اور اہل علم حضرات کی وقتاً فوقتاً حضرت امداد فرمایا کرتے تھے، اور کسی سے اس کا اظہار اور تذکرہ تک نہ فرماتے تھے۔

خود احقر کے تصنیف وتالیفی کام میں کئی مرتبہ حضرتؒ نے امداد فرمائی، ایک مرتبہ اسی سلسلہ میں احقر کافی زیر بار ہوگیا تو حضرت کو بڑی فکر ہوئی، کئی مرتبہ حضرت والا نے احقر سے حال دریافت کیا، بمبئی قیام کے موقع پر حضرت کی خدمت میں کہیں سے بڑی رقم بطور ہدیہ کے آئی ہوئی تھی معلوم ہوا کہ حضرت اس کا تذکرہ فرمارہے ہیں اور غور فرمارہے ہیں کہ یہ رقم کس کارِ خیر میں خرچ کی جائے اور اس وقت مختلف مواقع مصارف میں احقر کا بھی ذکر آیا، حضرتؒ کے اس طرز عمل سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینی کاموں میں خرچ کرنے کا حضرت کا خاص مزاج اور عادت تھی اور بہت سوچ سمجھ کر حسب ضرورت وحسب موقع ہی خرچ فرماتے تھے۔ اسی طرح بسا اوقات بعض اہل علم حضرت کی خدمت میں تشریف لاتے اپنے حالات عرض کرتے حضرت بند لفافہ میں رقم دے کر ان کی مدد فرماتے تھے، بہت سے حاجت مندوں کا حضرت نے ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا جس کو پابندی سے عطا فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی غریب اور بیوہ عورتیں حضرت کے گھر آتی تھیں اور ان کی خوراک اور پوشاک کا نظم فرماتے تھے، علاج معالجہ کے علاوہ دیگر ضروریات کے لئے بھی امداد دی فرماتے تھے، لیکن سب خفیہ طور پر،

اپنے مدرسہ کے اساتذہ وملازمین کی پریشانیوں اوران کی ضروریات کا بہت خیال فرماتے تھے کوئی استاد یا اس کے گھر میں کوئی بیمار ہوا تو اس کے علاج کی فکر فرماتے تھے، ولادت اوراس جیسے خرچ کے موقعوں میں خاص طور پر مالی امداد فرماتے تھے جس کا تنخواہ اور دفتر سے کوئی واسطہ نہ ہوتا تھا۔ کسی کی امداد کرنے میں حضرت نہایت اخفاء سے کام لیتے احقر کو جب کبھی رقم عنایت کی تو مخصوص احباب، خدام خاص اور حاضر باش کو بھی باہر کر دیا، کسی بہانہ سے یا صراحۃً فرمادیا کہ ''تھوڑی دیر کے لئے آپ لوگ باہر تشریف لے جائیں'' اور یہ کہہ کر لفافہ عنایت فرمایا کہ یہ آپ کی خدمت میں تحفہ ہے، کتابوں کے سلسلہ میں رقم عنایت فرمائی تو یہ کہہ کر آپ جو کام کر رہے ہیں اس سلسلہ میں تعاون کے لئے ہے، بعض مرتبہ فرمایا کہ اس رقم کی اہل علم کو کتابیں دیدی جائیں۔ اس قسم کی رقموں کو دے کر حضرت کبھی دوبارہ اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے، دے کر گویا بالکل بھول جاتے تھے۔

مجلس دعوۃ الحق کا سولہواں مقصد
کارِ خیر کے لئے مالی وصولیابی کی جد و جہد کرنا

حضرتؒ کی مجلس دعوت الحق کا آخری مقصد یہ تھا:

''کار ہائے مندرجہ بالا امور کے لئے مالی جدوجہد حدود شرعی کے موافق کرنا''

مدرسہ ومسجد اور مجلس کے چندہ کے سلسلہ میں حضرتؒ کا استغناء معروف ومشہور تھا، عام مدارس کی طرح حضرت کے مدرسے کا نہ چندہ ہوتا ہے نہ سفراء گشت کرتے نظر آتے ہیں، بس فی سبیل اللہ توکل علی اللہ کی بنیاد پر مدرسہ کا نظام چلتا ہے اور اللہ کام چلا رہے ہیں، دنیا دارالاسباب ہے اسباب کے درجہ میں پورے استغناء کے ساتھ ارباب خیر کو ضروریات کی اطلاع تو کسی عنوان سے کر دی جاتی ہے لیکن در در گھر گھر جھولی پھیلانا اہل علم کی شان اور

استغناء کے خلاف ہے، اس لئے اس سے احتیاط کی جاتی ہے۔ بقول حضرت اقدس تھانویؒ کے دینی ضروریات کے لئے ہم اطلاع کردیں گے، تعلق بھی رکھیں گے، لیکن تملق نہیں کریں گے، یہی نقطہ نظر حضرت اقدسؒ کا بھی سمجھ میں آتا ہے۔ اسی استغناء کا اثر تھا کہ مدرسین کے تقرر اور تنخواہ مقرر کرتے وقت اس بات کی بھی وضاحت کردی جاتی تھی کہ اگر گنجائش نہ ہوگی تو مجھ پر اس کی ذمہ داری نہ ہوگی، انتظام ہونے کی صورت میں یہ آپ کا مشاہرہ بقدرت ضرورت ہوگا، اور نظم نہ ہوسکنے کی صورت میں آپ کو مطالبہ کا حق نہ ہوگا، حضرت کا نقطہ نظر یہ تھا کہ کام اتنا کرو اور اتنا پھیلاؤ جتنا بس میں ہو، اس سے زائد اپنے کو مشقت میں مت ڈالو۔ مدرسہ کے ذمہ داروں اور اہل دفتر سے معلوم ہوا کہ حضرت کے یہاں مدرسہ اور مجلس دعوت الحق کا نظام علیحدہ علیحدہ ہے، مدرسہ کے سلسلہ میں تو کسی طرح کا چندہ نہ کیا جاتا تھا نہ ہی اس کے لئے سفراء سفر فرماتے تھے محض توکل علی اللہ پر اس کا مدار تھا، البتہ مجلس دعوت الحق کا کام بہت پھیلا ہوا تھا، مجلس دعوت الحق کے مقاصد کی تکمیل کے لئے پورے استغناء کے ساتھ چندہ بھی ہوتا تھا، اس کے لئے سفراء گشت بھی فرماتے تھے اور چندہ وصول کرنے والوں کو اس کا معاوضہ بھی دیا جاتا تھا۔ واللہ اعلم۔

مرکز اشاعت الحق کے اغراض ومقاصد ولائحہ عمل

یہ وہ مضمون ہے جس میں عوام الناس کے ایک سالہ نصاب کی تجویز و دیگر مقاصد تحریر کئے گئے تھے، اس سلسلہ میں حضرتؒ سے کئی مرتبہ گفتگو ہوئی حضرتؒ نے فرمایا ان ساری باتوں اور مقاصد کو جو آپ کے ذہن میں ہیں مرتب کرکے پیش کیجئے، چنانچہ حضرت کے حکم سے احقر نے مضمون مرتب کیا حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر اس کی بڑی قدر اور ہمت افزائی فرمائی اور اس کی ایک فوٹو کاپی اپنے پاس رکھ لی، قدرے اختصار کے ساتھ وہی مضمون یہاں بھی درج کیا جاتا ہے شاید کسی صاحب کو ہندوپاک میں اس کی روشنی میں کچھ کام کی توفیق ہوجائے یا کام کرنے والوں کو اس تحریر سے کچھ رہنمائی مل جائے۔ اب وہ مضمون ملاحظہ فرمایئے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکابر امت اور اہل حق محققین کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ گذشتہ صدی کے مجدد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نور اللہ مرقدہ تھے، علامہ سید سلیمان ندویؒ مولانا عبدالباری ندوی وغیرہ محققین کی تصریحات موجود ہیں، نیز آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارنامے اور آپ کے ملفوظات ومواعظ اور تصانیف خود اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کے تمام شعبوں میں تجدیدی کام لیا اور آپ وقت کے مجدد تھے، خود حضرت حکیم الامت تھانویؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ''طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا لوگ بے حد غلطیوں میں مبتلا تھے الحمد للہ اب سو برس تک تجدید کی ضرورت نہیں رہی اگر خلط ہو جائے گا پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو جائے گا، ہر صدی پر تجدید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس مدت کے بعد نری کتابیں ہی کتابیں رہ جاتی ہیں، اب تو خدا کا فضل ہے کہ وضوح ہوگیا اور کتابیں فی نفسہٖ تو کافی ہیں مگر لوگ ان میں تحریفیں کرتے ہیں، کتابیں تو درکنار جس کو ہدیٰ اور بینات فرمایا گیا ہے اس میں بھی دیکھ لیجئے کہ معانی ومطالب میں کس قدر گڑبڑ مچا رہے ہیں۔

(افاضات الیومیہ ۱۴؍ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ ص ۱۳)

حالات اور ضرورت کا تقاضہ ہے کہ مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تجدیدی اصلاحات جو ان کی تصانیف ومواعظ میں منتشر ہیں ان کو منظر عام پر لایا جائے اور دین کے جتنے شعبے ہیں مثلاً مدارس خانقاہ، تبلیغ، ملی تنظیمیں، اصلاح معاشرہ ومعشیت وسیاست اور انفرادی واجتماعی زندگی میں جو بھی خامیاں وکوتاہیاں امت میں پیدا ہو چکی ہیں مجدد الملت کی ہدایات وتنبیہات کی روشنی میں ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے اور ان کی تعلیمات وتصنیفات اور مواعظ وملفوظات کو مرتب طور پر اس انداز سے امت کے سامنے پیش کیا جائے جس سے استفادہ آسان ہو نیز حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الملت تھانویؒ نے امت کی اصلاح اور دین سیکھنے کے جو مفید طریقے بیان فرمائے تھے جو اس وقت بھی

پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ مفید اور ضروری ہیں ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے۔
یہ ہے مرکز اشاعت الحق کے قیام کا محرک اور اجمالی و مجموعی مقصد، اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے ابتداً مندرجہ ذیل طریقے اختیار کئے جائیں جو مختلف شعبوں واداروں پر مشتمل ہوں گے، تجربات کے بعد جن میں تبدیلی بھی کی جاسکتی ہے۔

تعلیم کا شعبہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت اقدس تھانویؒ نے اپنے مواعظ اور تصانیف میں تصریح فرمائی ہے کہ علم دین کی دو قسمیں ہیں فرض عین و فرض کفایہ، فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے دینی مدارس قائم ہیں جن میں علماء حفاظ، قرّاء، متکلمین، قاضی و مفتی تیار ہوتے ہیں، فرض عین کی ذمہ داری ہر شخص پر عائد ہوتی ہے کہ بقدر ضرورت علم دین حاصل کرے، اس کے لئے محقق تھانویؒ نے مختلف نصابوں کی تقسیم و تجویز فرمائی تھی جن میں ایک نصاب دینیات کا بھی تھا جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ حضرات جن کے اندر پورا عالم بننے کی صلاحیت ولیاقت یا فرصت نہیں ہے ان کے لئے مدارس میں ایک سالہ نصاب تیار کیا جائے جس میں ان کو تصحیح قرآن کے ساتھ ضروری فقہی مسائل اور حدیث کی بعض کتابیں نیز کچھ اسرار و مصالح بھی پڑھا دیئے جائیں پھر وہ اپنے کسی بھی دینی یا دنیوی مشغلے میں لگ جائیں۔

حضرت اقدس تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''علماء کو چاہئے کہ نصاب تعلیم کو وسیع کریں پس ایک نصاب اردو میں ان لوگوں کے لئے ہونا چاہئے جو عربی نہیں پڑھ سکتے ان کو اردو میں ضروریات دین پڑھا کر عقائد و معاملات سے آگاہ کر دینا چاہئے۔'' (وعظ تعمیم التعلیم التبلیغ ص ۱۶۱)

اور فرماتے ہیں ''بقدر ضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اس لئے اگر فرض کفایہ کی ہمت نہ ہو تو فرض عین کی مقدار ضرور حاصل کر لینا چاہئے، آج کل لوگ یوں سمجھتے

ہیں کہ بس ہوتو پورا عالم ہو ورنہ جاہل ہی رہے یہ بڑی غلطی ہے۔جن لوگوں کو عالم بننے کی فرصت نہ ہو وہ بیچ ہی کے راستہ پر رہیں کہ نہ عالم ہوں نہ جاہل بلکہ ضروریات دین کو حاصل کر کے اپنے دنیوی کاروبار میں لگیں،اوراس کے لئے ایک سال کی ضرورت ہے زیادہ کی نہیں۔
(التبلیغ وعظ الہدی والمغفرۃ ص۱۰/۲۱۳)

نیز فرماتے ہیں'' دینیات کے حاصل کرنے کے لئے وہ مختصر کورس کافی نہیں جس میں راہ نجات وغیرہ دوچار مختصر کتابیں ہیں بلکہ اس کے لئے ایسا کورس تجویز کرنا چاہئے تاکہ بالاجمال پڑھنے والے کو معلوم ہوجائے کہ ہمارے گھر میں اسرار وحکم بھی ہیں۔مصالح عقلیہ کی بھی رعایت ہےاور تمدن وسیاست بھی کامل ہے۔(وعظ الفاظ القرآن ص۱۵۱ التبلیغ)

ایک جگہ ارشادفرماتے ہیں'' خلاصہ یہ ہے کہ دینیات کا کورس علماء سے پوچھ کر مقرر کیا جائے تاکہ وہ ایسا کورس مقرر کریں جس سے شریعت کی عظمت قلب میں جم جائے اور عقائد اسلامیہ ایسے راسخ ہوجائیں کہ پہاڑ کے ہلائے نہ ہلیں اوراجمالاً اس کے پڑھنے والے کو اسرار کا علم بھی حاصل ہوجائے تاکہ اس کو یہ معلوم ہوجاے کہ علماء کے پاس احکام کے اسرار اور مصالح عقلیہ بھی ہیں، ذی استعداد کو وہ کتابیں بھی پڑھادی جائیں جن میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ملحدین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہو''۔ (دعوات عبدیت ۸/۱۴۳)

بدقسمتی سے حضرتؒ کی اس تجویز کے مطابق عملی شکل نہیں اختیار کی جاسکی۔اورآج ہمارے سامنے مدارس ومکاتب کے معلمین ومدرسین اور مساجد کے ائمہ وموذنین کی ایسی بڑی تعداد موجود ہے جن کا قرآن پاک بھی صحیح نہیں،مسائل سے بالکل ناواقف،اوراصلاحی امور کی طرف بالکل توجہ نہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسی جہالت کے ساتھ وہ جب قوم کے مقتدا وامام یا کسی مکتب کے معلم ومدرس بنتے ہیں تو ضلوا فاضلوا کا مصداق ہوتے ہیں،نیز آج ہمارے مدارس میں یہ نظم نہ ہونے کی وجہ سے بکثرت فارغ ہونے والے طلبہ ایسے ہوتے ہیں جو علمی وعملی واخلاقی اعتبار سے بالکل کورے ونکمے ہوتے ہیں اور پانچ سال یا آٹھ سال محنت کے بعد بھی وہ

کسی کام کے ثابت نہیں ہوتے۔ اور یہ ساری خرابی حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الملت تھانویؒ کی تجویز کے مطابق عمل نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ حضرتؒ کی اس تجویز کے مطابق عمل کرنے کے لئے ایسے اداروں کی ضرورت ہے کہ جن حضرات کے پاس پورا عالم بننے کا وقت نہیں یا جو حافظ وقاری ہونے کے بعد آگے نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ اب کسی مکتب ومدرسہ کے معلم ومدرس یا مسجد کے امام وموذن اور قوم کے مقتدا بنیں گے ایسے حضرات کے لئے حضرت تھانویؒ کی تجویز کے مطابق ان کی تعلیم وتدریس کا نظم کیا جائے، حفاظ، قراء کی تخصیص نہیں، عوام الناس، دنیادار، اور اسکول وکالج کے طلبہ میں سے جو بھی فرض عین کی مقدار میں علم دین حاصل کرنا چاہیں، وہ بھی ایک سالہ نصاب کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ مدرسہ والوں کو ایسے نصاب کا اضافہ کرنا چاہئے اور اس میں کسی زبان کی تخصیص نہ رکھی جائے جو زبان ان کے لئے آسان ہو اسی زبان میں ان کو وہ کورس پڑھایا جائے۔

اس نصاب کا اجمالی خاکہ تو محقق تھانویؒ نے خود بیان فرمایا ہے باقی علماء کے مشورے سے مزید غور فکر اور تجربہ کے بعد کمی بیشی اس میں ہوتی رہے گی۔ ابتداء میں کام کا آغاز اس طرح ہونا چاہئے کہ ایسے طلبہ کو سب سے پہلے تصحیح کلام پاک اور تصحیح اذان واقامت پر زور دیا جائے اس کے ساتھ دین کے جملہ شعبوں سے متعلق ضروری مسائل نیز ترغیب وترہیب سے متعلق منتخب احادیث پڑھائی جائیں، اور انفرادی واجتماعی یعنی اصلاح نفس واصلاح معاشرہ واصلاح معاملات کے لئے حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کی تصانیف ومواعظ کے منتخبات پڑھائے اور سنائے جائیں اور مطالعہ کی ترغیب دی جائے، حسب ضرورت نئی کتابیں مرتب کر کے ان کا اضافہ کیا جائے۔

ادارہ اشاعت الحق کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اس نصاب کی تکمیل ہے جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی۔ نیز اس کے ساتھ امت کی ضرورت پورا کرنے کے لئے فتویٰ نویسی اور اس غرض کے لئے دارالافتاء کا قیام بھی اس کے مقاصد میں ہے۔

تبلیغ یعنی اصلاح منکرات کا شعبہ

کتاب وسنت میں جا بجا تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید آئی ہے نیز دنیا وآخرت میں کامیابی اور نجات کو اس پر موقوف کیا گیا ہے، اس کے بغیر نہ دنیا میں سکون نصیب ہوگا نہ آخرت میں نجات، اور تقویٰ کے دو جز ہیں امتثال اوامر واجتناب نواہی، یعنی مامورات پر عمل کرنا، منہیات سے باز رہنا، مامورات پر اکتفا کر کے منہیات سے صرف نظر کر لینے سے تقویٰ کامل نہ ہوگا اور نہ اس کے بغیر نجات نصیب ہوگی، دعوت وتبلیغ بھی تقویٰ کا ایک اہم شعبہ ہے، جس کے بغیر آدمی متقی نہیں بن سکتا، اور جس طرح تقویٰ کے دو جز ہیں امتثال اوامر واجتناب نواہی اسی طرح تبلیغ کے بھی دو جز ہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر، یعنی اچھائیوں کو پھیلانا اور برائیوں سے روکنا، دونوں کے مجموعہ کا نام ہے تبلیغ دین، اگر صرف امر بالمعروف کیا جائے، نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے تو تبلیغ ناقص ہوگی جو حصول نجات اور عذاب خداوندی سے بچنے کے لئے ناکافی ہے۔قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّةً.

بدقسمتی سے اس وقت تبلیغی کوششیں اگر چہ بہت کچھ ہو رہی ہیں انفرادی بھی اجتماعی بھی لیکن اکثر بیشتر ان کا محور اور دائرہ صرف مامورات ہیں، منہیات سے تعرض کرنے کو مختلف وجوہ سے خلاف مصلحت سمجھتے ہیں، اور اس بنا پر اس فریضہ کے تارک ہو رہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مامورات کی طرح منہیات کو بھی مقصود بنا کر تبلیغی جدوجہد کی جائے انفراداً بھی اجتماعاً بھی، تقریراً بھی تحریراً بھی، اور اس کے لئے ہر علاقہ میں موقع ومحل کے لحاظ سے مختلف صورتیں اختیار کی جائیں جو حالات اور ضرورت کے اعتبار سے بدلتی بھی رہ سکتی ہیں۔ضرورت کے پیش نظر جن منکرات ومنہیات میں ابتلاء عام ہے۔عوام وخواص، ائمہ وموذنین معلمین ومتعلمین بھی ان میں مبتلا ہو رہے ہیں ان کے متعلق قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں مفید اور صالح مواد تیار کر کے امت کے سامنے پیش کیا جائے مثلاً اس وقت تصویر کشی، فلم سازی، بے پردگی، بے

حیائی اور فضول خرچی کی وبا عام ہوچکی ہے اور اس کو حدود جواز میں لانے تک کی کوشش کی جاتی ہے، ڈاڑھی کٹانے، ٹخنوں سے نیچے لباس کرنے کا ہمارے مدارس کے طلبہ کا فیشن بنتا جارہا ہے، بارہ ربیع الاول کے موقع پر عید میلادالنبی کے عنوان سے بڑے جلسے جلوس ہوتے ہیں جن میں خواص تک شریک ہوتے ہیں، جن کو شعائر اسلام کا درجہ دے دیا گیا۔ دستار بندی، سنگ بنیاد، ختم بخاری کو بڑی اہمیت دی جانے لگی ہے، اور اس میں بڑا وقت اور پیسہ صرف کیا جاتا ہے جس سے مقصود ارضاء حق کے بجائے ارضاء خلق یعنی مخلوق کو دکھلانا اور خوش کرنا ہوتا جارہا ہے، عورتوں کو میراث کے حصہ سے محروم کردینے کا رواج عام ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے منکرات شائع ہیں ان سب کے متعلق کتاب وسنت اور فقہ کی روشنی میں مسائل وفضائل مرتب کر کے پوسٹر رسائل کی شکل میں مختلف رائج زبانوں میں عوام وخواص تک پہنچائے جائیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے لازمی طور پر نشر واشاعت کا شعبہ قائم کرنا بھی ضروری ہوگا، لہٰذا شعبہ تبلیغ کے ساتھ شعبہ نشر واشاعت بھی مرکز اشاعت الحق سے ملحق ہوگا جس کا خاکہ درج ذیل ہے۔

شعبہ نشر واشاعت

ہمارے اکابر نے امت کی اصلاح وہدایت کے لئے جو علمی سرمایہ چھوڑا ہے، آج ہم مختلف اسباب کی بنا پر اس سے استفادہ سے محروم ہورہے ہیں حالانکہ ہمارے اکابر کے علوم ومعارف وحقائق خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تصانیف ملفوظات ومواعظ تو معارف وحقائق کا خزانہ ہیں جو اصلاح امت کے لئے بہت نافع ہیں ان کی نشر واشاعت کا نظم فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ اس نے حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کے علوم ومعارف اوران کے ملفوظات ومواعظ اور تصانیف سے چن چن کر ہر ہر موضوع سے متعلق علحدہ علحدہ مجموعے مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور یہ کام تقریباً پندرہ برس سے جاری ہے چنانچہ فقہ واصول فقہ اجتہاد وتقلید اور اصلاح معاشرہ، اصلاح مدارس وغیرہ دیگر موضوعات پر اب تک تقریباً

پچاس ساٹھ کتابیں تیار ہو چکی ہیں جن میں اکثر مطبوعہ اور بعض ایک مرتبہ طبع ہو کر ختم ہو گئیں، اور دوبارہ ان کی طباعت دس سال کے بعد بھی نہیں ہو سکی، اور نئے مجموعے تیار ہیں، کچھ ناقص ہیں، حضرتؒ کے اس طرح کے مرتب مجموعوں سے امت محض اس وجہ سے استفادہ سے محروم ہے کہ ان کی طباعت واشاعت کی کوئی صورت نہیں۔نشر واشاعت کا یہ اہم کام بھی انشاءاللہ مرکز اشاعت الحق سے انجام پائے گا۔ نیز مختلف اصلاحی پوسٹر ورسائل جنکا تذکرہ ماقبل میں کیا گیا حسب ضرورت ان کی اشاعت وتبلیغ ادارہ کے ذریعہ انشاءاللہ ہوگی، اوراس کے ساتھ ساتھ مخدومی ومرشدی حضرت اقدس مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ العالی اور حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ کے علمی واصلاحی وتبلیغی ملفوظات نیز حضرات شیخین نے اصلاح امت واحیاء سنت کے سلسلہ میں جو کوششیں فرمائی ہیں اس سلسلہ کی تکمیل وترویج، اوران کے علوم واصلاحی مضامین کی اشاعت بھی ادارہ کا عظیم مقصد ہے، حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ کا مکمل اصلاحی درس قرآن ودرس بخاری احقر کے پاس محفوظ ہے نیز حضرتؒ کے ملفوظات ومواعظ احقر نے تقریباً پندرہ سال تک جمع کئے ہیں جن کا بڑا حصہ حضرت کا تصحیح کردہ ہے ان سب کی اشاعت کا بھی پروگرام ہے جو انشاءاللہ اسی ادارہ کے ذریعہ ہوگا، اللہ نے توفیق دی تو انشاءاللہ علمی واصلاحی ماہانہ رسالہ بھی نکالا جائے گا جس میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ وغیرہ کی تلخیص وتسہیل بھی ہوگی۔

یہ ہیں ادارہ مرکز اشاعت الحق کے بنیادی مقاصد۔ یہ ایک مختصر سا خاکہ تھا جس کو احقر نے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پیش کیا تھا حضرت نے اس کی تحسین فرمائی اور تحریر فرمایا کہ مفید تجویز ہے اللہ تعالی آسان اور قبول فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ اس کی ایک نقل، فوٹو کاپی مجھے دے دیجئے مولانا تھانویؒ کی یہ مفید تجاویز لوگوں کے علم میں نہیں، اس وقت میرا طویل سفر ہے۔

اس کے بعد حضرتؒ کے اسفار اور مسلسل بیماریوں کا کچھ ایسا تسلسل رہا کہ مزید اس پر غور کرنے اور عرض کرنے اور عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہیں آسکی، کام کرنے والوں کے لئے میدان خالی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باب۸

مختلف اسفار، حالات، واقعات

حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی ہتھورا (باندہ) تشریف آوری

احقر کے پیر ومرشد حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ سے بڑی عقیدت ومحبت اور عظمت کا تعلق رکھتے تھے بلکہ اپنے شیخ کے قائم مقام سمجھتے تھے، وقتاً فوقتاً حضرت کی خدمت میں حاضری بھی دیتے اور اپنے حالات بھی عرض کرتے تھے۔ حضرات شیخین میں کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی یا بیماری کا علم ہوتا تو دونوں ایک دوسرے کے لئے متفکر اور بے چین ہوجاتے، ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کراتے تھے۔

غایت درجہ تعلق ومحبت کی بنا پر حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ نے حضرت شاہ صاحب سے کئی مرتبہ ہتھورا تشریف آوری کی بھی درخواست کی جو حضرت شاہ صاحب نے نہایت بشاشت سے قبول فرمائی چنانچہ حضرت اقدسؒ مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ کئی مرتبہ مدرسہ ہتھورا تشریف لائے، ہتھورا میں بڑے تبلیغی اجتماع کے موقع پر بھی تشریف آوری ہوئی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی تشریف آوری بلاشبہ بڑے برکات اور بہت سی اصلاحات وہدایات کا موجب ہوتی تھی اور اسی غرض سے حضرت مولاناؒ حضرت شاہ صاحب سے تشریف

آوری کی درخواست فرماتے تھے، ایک مرتبہ کی تشریف آوری کی تفصیل درج ذیل ہے جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔

حضرت والا کی درخواست کے مطابق تشریف آوری کی تاریخ متعین ہوچکی تھی اور وقت موعود کا سب ہی کو بڑی شدت سے اشتیاق وانتظار تھا ، چنانچہ وہ وقت قریب آ گیا، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ کے صفائی ستھرائی، نفاست ولطافت اور نظم ونسق وسلیقہ مندی اور حسن ترتیب کے مزاج سے سب ہی واقف تھے چنانچہ آپ کی تشریف آوری کے وقت آپ کے احترام واہتمام اور آپ کے استقبال میں پورے مدرسہ ومسجد کے دردیوار اور درسگاہوں سے لے کر حجروں اور راستوں تک کی خوب صفائی کرائی گئی۔

وقت مقررہ پر حضرت شاہ صاحبؒ تشریف لائے آپ کی شایان شان استقبال اور مہمان نوازی کا اہتمام کیا گیا، چونکہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ کو حضرت شاہ صاحب سے عقیدت ومحبت اور عظمت کا نہایت نیازمندانہ اور والہانہ تعلق تھا اور حضرت شاہ صاحب بھی اس کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے چنانچہ جب آپ ہتھورا تشریف لائے تو نہایت بشاشت واظہار مسرت کے ساتھ اس طرح جیسے کوئی اپنے گھر اپنے لوگوں اور اپنے مدرسہ میں آیا ہو، حضرت کے یہاں تصنع وتکلف بالکل نہ تھا، جو بات ہوتی تھی بالکل صاف اور واضح، حضرت والا مدرسہ تشریف لائے ناشتہ وآرام کے بعد پورے مدرسہ کا گشت فرمایا، مختلف شعبوں کا جائزہ لیا جیسے کوئی اپنے گھر کا جائزہ لیا کرتا ہے، کمروں اور درسگاہوں کو بھی دیکھا، نماز کے وقت مسجد اور مصلین کا بھی معائنہ فرمایا، حسب موقع مختلف ہدایات وتنبیہات بھی فرمائیں، دراصل بزرگوں کی اس نوع کی ہدایات واصلاحات بڑی اہمیت رکھتی ہیں ۔دارالاقامہ اور کمروں کی صفائی دیکھ کر حضرت خوش ہوئے، کمروں میں رکھے ہوئے سامان اور بستروں کو دیکھ کر فرمایا کہ ''کمروں میں سامان اور بستر اتنے سلیقہ سے رکھا ہوا ہونا چاہئے کہ آنے والے اور دیکھنے والے کو فرحت وراحت محسوس ہو اور ایسا معلوم ہو کہ گویا معزز مہمان

آنے والے ہیں جن کے لئے ہر سامان سلیقہ سے لگایا گیا ہے، بستر سلیقے سے اپنی جگہ لگے ہوئے ہوں، لحاف چادر تہہ کئے ہوئے رکھے ہوں، برتن بالکل صاف دھلے ہوئے الماری میں سلیقے سے رکھے جائیں، چپل جوتے بھی بے ڈھنگے پن سے ادھر ادھر منتشر نہ پڑے ہوں، بلکہ سلیقے سے رکھے ہونے چاہئے الغرض کمرہ بالکل صاف شفاف ہو، اس میں گندگی، بدتہذیبی اور بے سلیقگی کا اثر نہ ہو مثلاً یہ نہ ہو کہ کھانا کھلا رکھا ہے، برتن گندے پڑے ہیں بستر بدسلیقگی سے پڑے ہیں''۔

چند امور کی طرف توجہ و یاددہانی

حضرت والا نے تعلیم کے اوقات میں درسگاہوں کا بھی جائزہ لیا، بعض درجوں میں طلبہ بیٹھے ہوئے کتاب دیکھ رہے تھے حضرت تشریف لے گئے اور مسند پر جلوہ افروز ہوکر موجود طلبہ کی عبارت سن کر ان کی استعداد کا اندازہ لگایا، اور استعداد کی پختگی، بنیاد مضبوط کرنے، نحو صرف میں محنت کرنے پر خاص طور سے توجہ دلائی۔

حضرت اقدس مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ مدرسہ کے مطبخ بھی تشریف لے گئے (جہاں طلبہ کا کھانا پکتا اور تقسیم ہوتا ہے) اور عام طور پر مدارس میں مطبخ میں صفائی ستھرائی کا لحاظ کم رکھا جاتا ہے اور باورچی خود بھی صاف ستھرے نہیں رہتے اور نہ ہی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتے ہیں حضرت نے اس کا اہتمام کرنے پر خاص طور پر زور دیا۔

غالباً مدرسین کے مکانات (احاطہ مولوی گنج) بھی تشریف لے گئے اور معائنہ فرما کر کچھ ہدایتیں فرمائیں، حضرت والا نماز کے وقت مسجد تشریف لائے مسجد طلبہ اور نمازیوں سے پوری بھری ہوئی تھی، نماز کے بعد حضرت نے دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ایک تو یہ کہ نماز سے پہلے اور جماعت شروع ہوجانے کے بعد بھی کچھ باتیں کرنے یا تلاوت کی آواز آرہی تھی، کچھ گنگناہٹ سنائی دے رہی تھی، فرمایا مسجد میں تو بالکل سکون اور خاموشی ہونا چاہئے جس کو تلاوت

کرنا ہو آہستہ تلاوت کرے، یہ باتوں کی آواز اور تلاوت کی گنگناہٹ کیسی، اس سے نمازیوں کا خلل ہوتا ہے اس لئے اس وقت تو حکم یہی ہے کہ ذکر اور تلاوت کی بھی آواز نہ آنی چاہئے''۔

دوسری اہم بات جس کی طرف حضرت نے توجہ دلائی وہ یہ کہ گرمی کے موسم میں بجلی کے پنکھے چل رہے تھے۔ لیکن امام صاحب کے لئے امام خانہ میں پنکھا نہیں لگا ہوا تھا اور پچھلی صفوں میں پنکھوں کی پوری ہوا امام صاحب کو نہیں مل سکتی تھی حضرت نے اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ امام کا حال تو مقتدیوں کے حال سے اعلیٰ وارفع ہونا چاہئے یہ کیا بات کہ مقتدیوں کے لئے تو پنکھوں کا انتظام اور امام کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ امام کے لئے بھی پنکھا ہونا چاہئے۔

تصحیح قرآن پاک اور تصحیح کلمات اذان

کلمات اذان کی تصحیح اور تصحیح قرآن پاک تو حضرتؒ کا خاص موضوع تھا اس کی طرف بھی حضرت نے توجہ دلائی، اذان کے بعض کلمات میں بعض لوگ بے موقع حد سے زائد مد کرتے ہیں اس پر خاص طور پر نکیر فرمائی۔ ایک مجلس میں احقر نے شاہ عبدالحق صاحب محدث دھلویؒ کی کتاب ''درۃ الفرید'' کے حوالہ سے لفظ اللہ میں مد کرنے کا تذکرہ کیا کہ شاہ صاحب نے لفظ اللہ میں تعظیمی مد تحریر فرمایا ہے اور آیت کَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا کو گویا بطور دلیل ذکر فرمایا ہے، حضرت نے اس کو سنا اور ایسے انداز سے گفتگو فرمائی گویا یہ حوالہ اور عبارت حضرت کے علم میں پہلے سے ہے اور مزید کوئی بات نہیں فرمائی البتہ بے موقع اور ضرورت سے زائد اذان میں مد کرنے کو لحن قرار دیا اور اس سلسلہ میں خاص طور پر حضرت ملا علی قاریؒ کی کتاب ''المنح الفکریہ'' نیز شرح وقایہ جلد اول باب الاذان کی بعض عبارات کا حوالہ دیا کہ ان حضرات نے بھی اصول وقواعد کے خلاف اذان دینے کو لحن قرار دیا ہے، اصول وقواعد یہی معیار ہیں لہٰذا جو مد اصول کے خلاف ہوگا وہ بھی لحن ہوگا،

ظہر کی نماز کے بعد اساتذہ مہمان خانہ میں حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے احقر بھی شریک تھا حضرت نے بعض اساتذہ سے ایک ایک رکوع یا اس سے کچھ کم قرآن پاک سنا کہ آیا تجوید کے مطابق صحیح پڑھتے ہیں یا نہیں۔حضرت والا نے سورہ انفطار اکثر لوگوں سے سنی، احقر نے بھی سنائی، اس وقت ٹوکا تو کسی کو بھی نہیں البتہ اتنا فرمایا کہ کچھ کسر ہے، اور وہ کسر معروف کو مجہول پڑھنے کی تھی، اس وقت اس کا احساس پورے طور پر نہیں ہوا بعد میں ہر دوئی حاضری کے موقع پر اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

عشاء کے بعد بیان

حضرت اقدس مولانا سید صدیق صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب کسی بزرگ معزز شخصیت کی تشریف آوری ہوتی تو طلبہ واساتذہ کے علاوہ عوام الناس کے لئے بھی استفادہ کی صورتیں پیدا فرماتے اور ایسا نظام تجویز فرماتے کہ عوام الناس بھی محروم نہ ہوں اور ان کو بھی استفادہ کا موقع مل جائے۔مثلاً کئی روز پہلے سے عوام الناس کو اطلاع دینی شروع فرمادیتے کہ فلاں تاریخ کو فلاں حضرت تشریف لا رہے ہیں آپ حضرات تشریف لائیے گا، ان کے پاس بیٹھئے گا ان کی باتیں سنئے گا، ان سے اصلاحی تعلق قائم کیجئے گا، چنانچہ اس موقع پر بھی حضرت نے اس کا خاص طور پر اہتمام فرمایا، اطراف اور قرب وجوار میں حضرت نے اطلاع پہنچادی کہ حضرت تشریف لائے ہیں عشاء کے بعد بیان ہوگا، آنے کی کوشش کریں، لیکن اس کے لئے ضرورت سے زیادہ اہتمام وتشہیر نہ فرماتے تھے کہ محض بزرگ کی تشریف آوری کے بہانہ لوگوں کو اپنے مدرسے اور اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود بن جائے۔

الغرض حضرت کی اطلاع کے مطابق کافی حضرات تشریف لے آئے اور طلبہ واساتذہ وملازمینِ مدرسہ کا پورا عملہ موجود تھا عشاء کے بعد حضرت کا بیان شروع ہوا، حضرت نے پوری بشاشت کے ساتھ وعظ فرمایا جس میں اصلاح قال واصلاح حال پر خاص طور پر زور

دیا، حضرت کے مخاطبین اہل مدرسہ علماء وطلبا تھے حضرت نے خاص طور پر علم کے ساتھ عمل اور قال کے ساتھ حال کی طرف توجہ دلائی کہ محض پڑھ لکھ لینے اور قیل وقال سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے اندر حال بھی پیدا نہ کرے یعنی اپنے نفس کی اصلاح کر کے ظاہر کے ساتھ باطن کو سنوارنے کی فکر نہ کرے، جو کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرنے کے بعد ہی ہوسکتی ہے، آج لکھنے پڑھنے کی طرف تو لوگوں کو توجہ ہے لیکن اصلاح باطن اور اصلاح اخلاق ومعاملات کی طرف توجہ نہیں، وعظ میں حضرت والا نے مولانا رومی کی مثنوی شریف کے فارسی کے اشعار بڑے والہانہ انداز میں ترنم کے ساتھ پڑھے اور ان کی تشریح فرمائی۔

حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے علاقہ واطراف کے بہت سے لوگوں کو حضرت شاہ صاحب کی طرف رجوع کرنے اور اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ترغیب فرمائی تھی، چنانچہ اس نیت سے کافی لوگ جمع ہو گئے تھے مہمان خانہ میں اتنی گنجائش نہ تھی اسلئے افریقی منزل (بالائی کشادہ عمارت) میں حضرت کا قیام ہوا، خواہشمند حضرات وہیں حضرت والا کی خدمت میں حاضری دیتے احقر بھی موجود تھا ایک صاحب نے آکر اپنا حال عرض کیا اور حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی، حضرت نے ان کو ہدایتیں کیں اور ہر کام دریافت کر کے کرنے کو فرمایا ان صاحب نے اپنا حال عرض کرتے ہوئے حضرت کے سامنے ہی اپنے ہاتھ سے اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا شروع کر دیئے حضرت نے فرمایا یہ کیا حرکت کی ابھی سے مخالفت شروع کر دی، جو بتایا جائے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ دوسرے دن ظہر کے بعد حضرت کی واپسی کا نظم تھا حضرت نے اپنی نماز اول وقت اپنے رفقاء کے ساتھ جماعت سے ادا فرمائی، اور فرض کے بعد کی سنتیں ادا نہ فرما کر یہ فرمایا کہ ہم مسافر ہیں۔ سنن موکدہ بھی ہمارے لئے نفل کا درجہ رکھتی ہیں وقت کم ہے جلدی پہنچنا ہے اس لئے نوافل ترک کر دیں، یہ ایک مختصر سا حال ہے تھوڑا سفر کا جو برسوں کے بعد اپنی یادداشت سے لکھا ہے۔

مظاہر علوم سہارنپور تشریف آوری

مظاہر علوم سہارنپور کی زمانہ طالب علمی میں احقر نے حضرت کو دیکھا کہ کبھی کبھی مظاہر علوم سہارنپور تشریف لایا کرتے تھے، ایک مرتبہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب تشریف لائے ہیں اور کتب خانہ امدادالغرباء میں تشریف فرما ہیں احقر فوراً حاضر ہوا دیکھا کہ بھیڑ لگی ہوئی ہے، کچھ لوگ اندر بیٹھے ہوئے ہیں احقر بھی اندر جا پہنچا، ایک صاحب نے (جو بظاہر کالج کے تعلیم یافتہ معلوم ہوتے تھے) کچھ عقلی سوالات اور اشکالات حضرت سے کئے ہوئے تھے وہ سوالات خواہ مخواہ کے اعتراض کے انداز میں تھے، احقر کا خیال تھا کہ حضرت تھانویؒ کے انداز پر ضرور حضرت جواب دیں گے، کان منتظر تھے جواب سننے کے لئے لیکن حضرت اقدس نے ان کے فضول سوالات کا کوئی جواب نہ دے کر خاموشی اختیار فرمائی، بات ختم ہوگئی، اس وقت تک حضرت والا کے اس طرز عمل کی قدر نہیں ہوئی لیکن آج اندازہ ہوتا ہے کہ بے شک بہت سے سوالات اور سوال کرنے والے حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا جواب بجز خاموشی کے کچھ نہیں ہوتا، وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا، کامل ایمان والوں کے اوصاف میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ خاموشی اور جواب نہ دینا بھی ایک مسکت جواب ہے۔ اس مجلس میں بات آئی گئی ختم ہوگئی۔

حضرت اقدسؒ کے پاس ایک ناشتہ دان تھا جس میں سے کچھ میٹھی ٹکیاں نکالیں اور حاضرین کو تقسیم فرمائیں، اور اصلاحی باتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھوڑی دیر بیان کے بعد مجلس برخاست ہوئی احقر واپس آ گیا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حضرت کی تشریف آوری

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے نیز مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بھی حضرت کا خاص ربط تھا اور جانبین سے ایک دوسرے کو محبت وعظمت کا تعلق تھا جس کا اندازہ ذیل کے دوخطوں سے کیا جاسکتا ہے۔

محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحقؒ کے نام
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا مکتوب گرامی

مخدومی ومحترمی جناب مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا، اور رمضان المبارک کے تمام معمولات چل رہے ہوں گے۔

ایک جرأت کررہا ہوں کہ ایک رقم ذاتی اپنے رقم میں سے آپ کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں تاکہ ماہ مبارک میں صرف ہو، امید ہے کہ قبول فرماکر عزت افزائی فرمائیں گے۔

والسلام دعاء گو وطالب دعاء

ابوالحسن علی ندوی ۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری کے خلیفہ جناب عبدالحافظ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت مولانا علی میاں صاحب کا آنکھ کا آپریشن سیتاپور میں ہوا تھا، مسائل نماز سے متعلق حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم نے تحریر ارسال فرمائی تھی تو حضرت مولانا علی میاں صاحب نے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھادو تب تحریر سناؤ، خدام نے عرض

کیا آپریشن کی حالت میں اٹھنا مناسب نہیں ہے تو فرمایا کہ یہ تحریر ایسے شخص کی ہے جس کا لیٹے لیٹے سننا بے ادبی ہے''۔ (ملفوظات حافظیہ ص ۱۷)

حضرت مولانا محمد رابع حسنی صاحب ناظم ندوۃ العلماء تحریر فرماتے ہیں:

''ادھر چند برسوں سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا کے درمیان قریبی ربط ہوگیا، حضرت مولانا ندوۃ العلماء تشریف لاتے اور بڑے انشراح کے ساتھ طلبہ واساتذہ سے خطاب فرماتے، طلبہ واساتذہ کو بھی حضرت مولانا سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملتا''۔ (ماخوذ از حیات ابرار ص ۵۳۷)

محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب کے نام حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ العالی کا مکتوب گرامی

مخدوم گرامی منزلت مربی جلیل حضرت مولانا شاہ محمد ابرارالحق صاحب حقی مدظلہٗ العالی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعاؤں کی درخواست کے ساتھ عرض ہے کہ خدا کے فضل وکرم سے یہ نیاز منداور دیگر اہل تعلق بخیر ہیں، گذشتہ ہفتہ ہمارے حلقہ کے ایک صاحب جو تہجد گذار نوجوان دیندار مخلص اور مدارس دینیہ کے بڑے ہمدرد تھے مولوی محمد رضوان ندوی ایک حادثہ میں انتقال کر گئے، ان کے لئے دعاء کی درخواست ہے اوران کے چھوڑے ہوئے دینی اور تعلیمی کاموں کی تکمیل کی بھی دعاء کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی مدظلہٗ العالی جناب کا تذکرہ وقتاً فوقتاً کرتے ہیں اوراظہار تعلق فرماتے ہیں اسی سلسلہ کی بات ہے جس کے لئے عزیزی مولوی عبداللہ حسنی سلمہٗ خدمت میں حاضر ہورہے ہیں یہ خود جناب سے دعا لینے کے لئے حاضر ہونے والے تھے کہ ساتھ ساتھ یہ مذکورہ کام بھی انجام دیں گے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب کی طبیعت گذشتہ ہفتہ بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی اور کئی گھنٹے تشویش ناک رہی پھر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہوا اور طبیعت بہتر ہوئی لیکن کمزوری اور بعض دیگر باتیں ہوتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے وقتاً فوقتاً فکر ہو جاتی ہے دعاء کی خصوصی درخواست ہے۔

جناب کی صحت کیلئے ہم سب دعا کرتے ہیں جو ہم سب کے لئے اور ساری ملت کے لئے قیمتی سرمایہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ تادیر قائم وسلامت رکھے، اور ہم لوگوں کو تقویت اور اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کی سعادت حاصل رہے۔ والسلام

خادم وطالب دعاء

محمد رابع حسنی ندوی یکم رجب ۱۴۲۰ھ

نیز حضرتؒ کی وفات کے بعد تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں استفادہ کے لئے ہر طرف سے لوگ پہنچتے تھے، مجھے اور میرے رفقاء کو برابر اپنی تشنگی بجھانے کے لئے حاضر ہونے کا موقع ملتا تھا ی اور ملاقات وحصول دعاء کی سعادت حاصل ہوتی تھی، اب ان کے نہ رہنے سے جو خلا پیدا ہوا ہے کس طرح اس کی تلافی ہو سکے گی یہ سمجھنا مشکل ہو رہا ہے۔ (تعزیتی مکتوب ماخوذ از محی السنہ ص ۱۱)

اسی تعلق ومحبت کا نتیجہ تھا کہ حضرت اقدسؒ کبھی کبھی ندوۃ العلماء بھی تشریف لاتے تھے اور ندوۃ سے بھی بکثرت طلبہ واساتذہ ہر دوئی حضرت کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہوتے تھے، حضرت اقدس کو بھی ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ کا خاص لحاظ ہوتا تھا، یہ تعلق اخیر عمر میں زیادہ بڑھ گیا تھا، حضرت والا لکھنؤ تشریف لاتے اور اہل ندوۃ حضرت والا سے تشریف آوری کی درخواست کرتے وقت میں گنجائش ہوتی تو حضرت ضرور تشریف لاتے اور اہل ندوۃ کو مستفید فرماتے۔

ایک مرتبہ احقر کی طالب علمی میں (جب کہ مظاہر علوم سہارنپور سے دورہ حدیث اور

افتاء کی تکمیل کے بعد عربی ادب پڑھنے کی غرض سے ندوۃ العلماء میں اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے حکم سے داخل تھا) اس وقت بھی حضرت ندوۃ العلماء تشریف لائے منتظمین حضرات نے عصر کے بعد حضرت کا پروگرام طے کردیا چنانچہ عصر کے بعد حضرت نے مسجد میں ممبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا جس میں قرآن پاک صحیح اور تجوید کے ساتھ پڑھنے اور نمازوں کے سنت کے مطابق ہونے کی خاص طور پر ترغیب فرمائی، نیز اذان واقامت کی تصحیح کی طرف بھی توجہ دلائی حضرت نے ارشادفرمایا کہ آج ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ہماری ہر چیز بڑھیا سے بڑھیا عمدہ سے عمدہ ہو مکان عمدہ ہونا چاہئے کپڑے نفیس اور قیمتی ہونا چاہئے کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ ہونا چاہئے، ہر شخص اچھی چیز کو پسند کرتا ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے گھٹیا، اور خراب چیز کو کوئی پسند نہیں کرتا نہ اس کو طلب کرتا ہے، جب ہر چیز میں ہماری کوشش ہوتی ہے کہ عمدہ اور بڑھیا ہونا چاہئے تو اذان ونماز کے سلسلہ میں ہماری کوشش کیوں نہیں ہوتی کہ ہماری نماز اور اذان بھی عمدہ ہو، تلاوت کے بارے میں ہماری کوشش کیوں نہیں ہوتی کہ ہماری تلاوت بھی عمدہ ہو، دنیا کی ہر چیزیں ہم نمبر ایک کی پسند کرتے ہیں اور دینی معاملات میں ادنیٰ درجہ کی تین نمبر کی پسند کرتے ہیں، ہماری اذان نماز تلاوت بھی تو نمبر ایک کی اور عمدہ سے عمدہ ہونا چاہئے۔ اور عمدہ کیسے ہوگی جو سنت کے مطابق، مسئلہ کے موافق ہو، تلاوت عمدہ کیسے ہوگی جو تجوید کے مطابق ہو، اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے''۔

طلبہ کو اصلاح حال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مدرسہ کے ماحول میں خاص طور پر سلام کا رواج ڈالنے کی ہدایت فرمائی کہ مدارس میں بھی سلام کا رواج کم ہوتا جارہا ہے، افشاء سلام کا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اسی طرح طلبہ کے اسبال ازار یعنی ٹخنوں سے نیچے لباس ہونے پر بھی مناسب انداز میں اصلاح کی طرف توجہ دلائی اور خاص طور پر ڈاڑھی کے مسئلہ میں طلبہ سے فرمایا کہ علماء وطلبہ نائبین رسول ہیں، دینی مدارس میں علماء وطلبہ کی اگر شرع کے مطابق پوری ڈاڑھی نہ ہوگی تو پھر کہاں ہوگی جب نائبین رسول اور خدام دین

سنت کے مطابق پوری ڈاڑھی رکھنے کا اہتمام نہ کریں گے تو اور کون کرے گا، الغرض مختصر سے وقت میں حضرت اقدس نے طلبہ واساتذہ کے سامنے نہایت قیمتی باتیں بیان فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بزرگوں کی ہدایت کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ ایک مختصر سال حال تھا حضرت کے ندوۃ العلماء میں تشریف آوری کا، اس کے علاوہ مختلف اوقات میں حضرت ندوۃ تشریف لاتے رہے۔ اور کبھی مجلس عام اور کبھی مجلس خاص (مہمان خانہ) میں اساتذہ اور طلبہ کے سامنے اپنی عادت کے موافق اصلاحی باتیں بیان فرماتے رہے۔

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی کے ساتھ ہردوئی حضرت کی خدمت میں حاضری

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس کی بھی توفیق عطا فرمائی کہ اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے ساتھ بھی حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوئی ہردوئی بھی اور کانپور میں بھی، حضرت قاری صاحبؒ کو دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پوری عاجزی وتواضع اور نہایت نیازمندی کے ساتھ حاضر ہوتے اور حضرت والا کی خدمت میں باادب خاموش بیٹھے رہتے اور حضرت والا کچھ نہ کچھ اصلاحی باتیں بیان فرماتے رہتے، حضرت والا کے جو معمولات اور اوقات مقرر تھے ان کا پورا لحاظ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسے موقع پر حضرت کے ساتھ حاضری ہوئی جبکہ ملک کے مختلف شہروں میں بابری مسجد کے قضیہ کی وجہ سے فرقہ وارانہ فسادات ہورہے تھے اور پورے ملک میں ہندو مسلم نے کشیدگی اختیار کرلی تھی، ہر جگہ حالات پرخطر تھے، مسلمانوں کی نہ جانیں محفوظ تھیں نہ مال، بعض علاقوں میں راستہ چلتے مسافرین کو سواریوں سے اتار کر قتل وظلم کا نشانہ بنایا گیا، اس موقع پر حضرت شاہ صاحب نے خاص طور پر اس مسئلہ پر دیر تک گفتگو فرمائی کہ ایسے وقت

میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ،حضرت اقدسؒ کی مفصل گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''یہ حالات کوئی نئے حالات نہیں ہیں صحابہ کرام ان سب حالات سے گذر چکے ہیں اس وقت جو ان کے لئے ہدایات کی گئی تھیں وہی ہدایات آج ہمارے لئے بھی ہوں گی۔ حضرتؒ نے جنگ بدر اور غزوہ حنین کے واقعہ کو بیان فرما کر مسلمانوں کے حالات پر منطبق کرتے ہوئے اور مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسے حالات میں مسلمانوں کو خاص طور پر اصلاح اخلاق واعمال اور انابت الی اللہ کا اہتمام کرنا چاہیے ،تمام گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہیئے فسق فجور والی زندگی چھوڑ کر تقویٰ والی زندگی اختیار کرنا چاہیئے ،مسلمانوں میں جب صبر اور تقویٰ والی زندگی آئے گی تو اللہ کی نصرت آئے گی۔ جنگ بدر میں باوجودیکہ مسلمان اقلیت میں تھے مادی وسائل سے بھی کمزور تھے لیکن صبر وتقویٰ اور استقلال والی زندگی تھی تو اللہ کی طرف سے کھلی نصرت ہوئی، اس کے برخلاف غزوہ حنین میں جبکہ مسلمانوں کی کثرت تھی اور مادی وسائل کے لحاظ سے بھی وہ کمزور نہ تھے لیکن اس کے باوجود شکست ہوئی وجہ اس کی کیا تھی؟ مسلمان خود پسندی میں مبتلا ہوگئے تھے تقویٰ میں کچھ کمی آگئی تھی قرآن پاک میں اس کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْاَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔

ان آیات کی روشنی میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صرف مادی وسائل ہی سے سب کچھ نہیں ہوتا ایسے حالات میں جبکہ مسلمان حکومت اور مادی لحاظ سے بالکل کمزور ہیں ان کے لئے تو صبر وتقویٰ اور انابت الی اللہ کے سوا کوئی چارہ نہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور دعاء واستغفار میں لگیں، حق تعالیٰ کا وعدہ ہے۔''اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا''

اگر تم صبر وتقویٰ اختیار کروگے تو مخالفین کی سازشوں اور شرارتوں سے تم کو کچھ ضرر نہ ہوگا، اور وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ،مسلمان ایسے حالات میں سب کچھ کرتے ہیں جو کرنا چاہیئے وہ نہیں کرتے''۔

کانپور میں حضرت کی خدمت میں حاضری

اسی طرح ایک مرتبہ احقر اپنے حضرت کے ساتھ کانپور میں تھا معلوم، ہوا کہ حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحبؒ حاجی صاحب کے مکان میں قیام فرما ہیں حضرت اقدس تشریف لے گئے احقر حضرت کے ساتھ تھا حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ نے بڑے اہتمام اور محبت کے ساتھ حضرت سے ملاقات فرمائی، مجلس میں دیر تک مختلف موضوعات سے متعلق حضرت ارشادات فرماتے رہے، اسی موقع پر حضرت شاہ صاحب نے خاص طور پر ختم بخاری کے بڑھتے ہوئے رواج جس کو آج رسم اور جشن کے طور پر کیا جانے لگا ہے اور اس کا بہت اہتمام ہونے لگا ہے، حضرت نے خاص طور پر اس پر نکیر فرمائی، حضرت نے فرمایا یہ امر قابل اصلاح ہے۔ بعض مسائل کی بابت احقر نے استفسار کے طور پر کچھ عرض کرنا چاہا حضرت مولاناؒ نے اشارہ سے منع فرمادیا احقر خاموش ہوگیا۔

حضرت اقدس مولاناؒ کا حضرت شاہ صاحب سے نہایت گہرا نیازمندی کا تعلق تھا، حضرات شیخین میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی یا بیماری کی اطلاع ملتی تو غائبانہ صحت وعافیت کی دعاء فرماتے، عیادت کے لئے تشریف لاتے، حضرت اقدس مولاناؒ کا جب کبھی ہردوئی کے قریب سے گذرنا ہوتا تو ہردوئی حضرت کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے۔ اور ایک خاص بات یہ کہ جب ہردوئی تشریف لے جاتے تو وہاں کے معمولات اور ہدایات کو غور سے دیکھتے سنتے اور جو مناسب حال ہوتا اپنے مدرسہ میں بھی اس کو اپناتے، کوئی اہم بات پیش آتی حضرت شاہ صاحب سے مشورہ فرماتے، کوئی پریشانی یا حادثہ پیش آتا تو حضرت کو اطلاع کرکے دعاء کی درخواست فرماتے، حضرت شاہ صاحب کو حضرت مولانا کی بیماری یا کسی پریشانی کا علم ہوتا تو خیریت دریافت فرماتے اور عیادت کے لئے تشریف لاتے، ایک مرتبہ حضرت مولاناؒ کانپور میں اور ایک مرتبہ لکھنؤ میں زیر علاج تھے حضرت شاہ صاحب عیادت کے لئے تشریف

لائے کانپور بھی اور لکھنؤ بھی۔ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب علیل تھے یا کچھ اور بھی ضروری بات تھی جس کی وجہ سے حضرت مولانا نے احقر کو ہتھورا سے باندہ حضرت سے فون کے ذریعہ خیریت معلوم کرنے اور ضروری پیغام دینے کے لئے بھیجا اس وقت ہتھورا میں فون نہ تھا۔اس سے اندازہ ہوتا ہے حضرات شیخین کے باہمی روابط کا۔

زمانہ طالب علمی میں ندوۃ العلماء سے ہردوئی حضرت کی خدمت میں حاضری

احقر کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ باندوی سے تھا اور آپ ہی کے مشورہ سے مظاہر علوم سے فراغت کے بعد ندوۃ العلماء میں زیر تعلیم تھا، ندوۃ العلماء میں کسی موقع پر دو تین دن کی چھٹی میں اپنے پیر ومرشد کے مشورہ سے ہردوئی حضرت کی خدمت میں بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ حاضر ہوا تھا، اس وقت حضرت اقدس کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، حضرت والا نہایت نشیط فعال بیدار مغز، دور اندیش نظر آئے، ہر کام اپنے وقت پر ہر چیز اپنے ٹھکانہ اور اپنے موقع پر، معمولات کی پابندی، نظم وضبط کا اہتمام اور اوقات کی پوری حفاظت، جگہ جگہ تختیاں آویزاں اور اعلانات چسپاں ہیں جس میں مہمانوں کے لئے مختلف ہدایات اور ملنے کے اوقات اور اصلاح کی غرض سے آنے والوں کے لئے خصوصی ہدایات تھیں۔

حضرت والا کے ذوق ومزاج سے فی الجملہ واقفیت ہو چکی تھی یہ بات بھی پورے طور پر مستحضر تھی کہ حضرت والا کا سب سے اہم مشن اور دعوت یہ ہے کہ ہر کام خصوصاً اذان ونماز شریعت وسنت کے مطابق ہو اور اسی بات کی آپ لوگوں کو بکثرت تلقین فرماتے ہیں، صفائی ستھرائی جو اسلام کی اہم تعلیم ہے اس پر بہت زور دیتے ہیں، ندوۃ العلماء میں حضرت کے اس نوع کے اصلاحی ارشادات سنے ہوئے بہت زمانہ نہیں گذرا تھا، احقر جب ندوۃ العلماء سے ہردوئی کے لئے چلا تو اسی نیت سے کہ حضرت والا کو اپنا قرآن پاک سناؤں گا، اپنی پوری نماز

رکوع سجدہ کر کے دکھلاؤں گا کہ یہ صحیح سنت کے مطابق ہے یا نہیں، چنانچہ حاضری کے بعد ایک کاغذ میں حاضری کی غرض اور مقصد تحریر کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت بہت خوش ہوئے اور بڑے اکرام کا معاملہ فرمایا اپنے گھر سے ناشتہ وکھانے کا انتظام فرمایا، فرط شوق میں حضرت والا کو تنہا دیکھ کر دفتر اہتمام میں ایسے وقت میں داخل ہو گیا جو ملاقات کا وقت نہ تھا، لیکن حضرت نے اس وقت زجر وتوبیخ کچھ نہ فرمائی البتہ دوسرے موقع پر دوسری مجلس میں عمومی انداز میں لطیف انداز سے فرمایا لوگ بے وقت اور بے موقع آجاتے ہیں، اس وقت احقر کو اپنی غلطی کا احساس اور ندامت ہوئی۔

الغرض حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر احقر نے اپنی نماز رکوع سجدہ کر کے دکھلایا حضرت نے بغور دیکھا اور احقر کی دلجوئی اور جذبہ کی رعایت فرمائی۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات مثلاً مدارس میں ہونے والی کوتاہیاں کچھ رسوم و بدعات، حفظ ناظرہ پڑھانے کے طریقے اور نصاب سے متعلق احقر نے کچھ باتیں بغرض استفادہ عرض کیں حضرت والا نے نہایت شفقت ومحبت کے ساتھ جملہ معروضات کو سنا اور از راہ شفقت بہت سے اصلاحی پرچے جس میں مختلف رسوم ورواج کی اصلاحات وضروری ہدایات تھیں عنایت فرمائے، اور ایک بڑی تختی جس میں حفظ ناظرہ پڑھانے والوں کے لئے ضروری ہدایات اور طریقے حضرت نے تحریر فرمائے تھے جس پر حضرت کے دستخط بھی تھے حضرت نے دست خاص سے عنایت فرمائی جو بے شک احقر کے لئے بابرکت تحفہ تھا، احقر خوشی خوشی واپس آیا۔ ہر دوئی حاضری کی تفصیل اپنے شیخ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ سے عرض کی حضرت خوش ہوئے البتہ ایک بات یہ فرمائی کہ کھانے کا انتظام تم کو خود اپنا کرنا چاہیئے تھا، اس کے بعد بھی حضرت کچھ فرماتے تو بات دوسری تھی (حضرت کے مدرسہ کا معمول ہے کہ مہمانوں کو مدرسے کا کھانا نہیں کھلایا جاتا آنے والے حضرات خوراکی جمع کرتے ہیں تو مدرسہ سے کھانا کھا سکتے ہیں۔)

عوام الناس کے لئے ایک سالہ نصاب کی تجویز وتشکیل

احقر اس وقت تصنیف وتالیف کا کام شروع کر چکا تھا، حضرت اقدس تھانویؒ کے ملفوظات کو سامنے رکھ کر مختلف موضوعات سے متعلق منتخب مضامین متفرق کاپیوں میں جمع کئے تھے وہ کاپیاں بھی ساتھ لے گیا تھا اور حضرت اقدس سے اپنے اس کام کا تذکرہ کر کے وہ کاپیاں حضرت کو دکھلائیں حضرت نے اس کام کو پسند فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

احقر نے اس وقت اجمال کے ساتھ بعد میں تفصیل کے ساتھ حضرتؒ سے ایک بات خاص طور پر حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے عرض کی کہ ''حضرت اقدس تھانویؒ نے ضروری تعلیم جو فرض عین کا درجہ رکھتی ہے اس کے سیکھنے سکھانے کے لئے عوام الناس اور ایسے لوگوں کے لئے جو پورا عالم نہیں بننا چاہتے یا حفظ پورا کرنے کے بعد دوسرے کام میں لگنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے ایک سالہ دو سالہ دینیات کے نصاب کی تشکیل وتجویز فرمائی ہے نصاب کا خاکہ بھی بتایا ہے، حضرت تھانویؒ کی عبارتوں کے اقتباسات بھی عرض کئے، اور یہ بھی عرض کیا کہ اس کے مطابق عمل نہیں ہو رہا اس کی کوئی خاص وجہ یا مانع ہے یا محض لاپرواہی، حضرت نے پوری تفصیل کو بغور سنا اور فرمایا کہ یہ باتیں لوگوں کے علم میں نہیں، لوگوں کی اس پر نظر نہیں ایک عرصہ کے بعد احقر کے مقرر عرض کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ آپ کے ذہن میں حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کی تعلیمات وہدایات کے پیش نظر جو خاکہ ہو اور جو اس کے مقاصد اور طریقہ کار ہوں اس کو مرتب کریئے، چنانچہ حضرتؒ کے فرمان کے مطابق احقر نے اس کو مرتب کیا اور حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا حضرتؒ نے ملاحظہ فرمایا اور فرمایا اس کی ایک فوٹو کاپی مجھے دیجئے چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔

(اس کی تفصیل ص: ۱۸۸ میں گذر چکی ہے)

جمعہ کے دن حاضری اور کچھ عبرت کی باتیں

جمعہ کا دن تمام مدارس میں چھٹی کا دن ہوتا ہے اور عموماً طلبہ اس چھٹی کے دن کو سیر وتفریح اور کھیل کود میں ضائع کردیتے ہیں، ایک مرتبہ ہردوئی جمعہ کے دن حاضری ہوئی، اس وقت حضرت کے معمولات کو دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی، دیکھا کہ حضرت والا نہایت نشیط مدرسہ کے حجروں اور احاطوں کا خود معائنہ فرمارہے ہیں، اپنی زیرنگرانی پورے صحن کی صفائی کرارہے ہیں، طلبہ جھاڑو دینے کوڑا جمع کرنے میں مصروف ہیں اور حضرت کھڑے نگرانی فرمارہے ہیں، کبھی اپنے مکان تشریف لے جاتے ہیں تو فوراً واپس آجاتے ہیں، مدرسے کی نالیوں کا بھی جائزہ لے رہے ہیں اور ان کو بھی صاف کرارہے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت کا ہمیشہ کا معمول ہے کہ جمعہ کے دن اہتمام سے پورے مدرسے کے احاطے، صحن، نالیوں وغیرہ کی صفائی کراتے ہیں،

آج کل بہت سے دینی مدارس میں مدرسے کے احاطوں اور صحن کے سامنے کے حصوں بلکہ حجروں تک کی صفائی نہیں ہوتی، لمبا وقفہ گذر جاتا ہے جھاڑو دینے کی نوبت نہیں آتی جس کی وجہ سے پڑھا لکھا طبقہ بدسلیقہ اور صفائی ستھرائی سے لاپرواہ سمجھا جانے لگا ہے لیکن ہردوئی میں حضرت کا یہ معمول دیکھ کر بڑا سبق ملا، کاش تمام اہل مدارس اس کا اہتمام کرنے لگیں تو امت کے لئے بہترین نمونہ سامنے آجائے۔

جمعہ کے دن صفائی ستھرائی کے دوران ایک خاص بات یہ دیکھنے میں آئی کہ حضرت اقدسؒ کے ادھر ادھر کثرت سے آنے جانے میں بے خیالی میں حضرت کی لنگی ٹخنوں سے نیچے ہے، اس وقت بڑا تعجب ہوا کہ حضرت تو اسبالِ ازار یعنی ٹخنوں سے نیچے لباس ہونے کے سخت خلاف ہیں، سنا ہے کہ جو طلبا اس حرکت سے باز نہیں آتے ان کا وہ لباس جو ٹخنوں سے نیچے ہو قینچی سے کاٹ دیا جاتا ہے، اور کیوں نہ اس قدر اہتمام ہو جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کا لباس ٹخنوں سے نیچے دیکھتے فوراً فرماتے اِرْفَعْ اَزَارَکَ، اپنا لباس ٹخنوں

سے اوپر کرو، عمر فاروقؓ جیسا شخص اپنے آخری وقت میں جبکہ وفات کے آثار نمودار ہورہے تھے اس وقت ایک نوجوان پر نظر پڑتی ہے جس کا لباس ٹخنوں سے نیچے ہے فوراً اس کو بلواتے اور اس پر نکیر فرماتے ہیں۔ الغرض ٹخنوں سے نیچے لباس ہونے کی وہاں ہرگز اجازت نہیں، لیکن اس وقت خود حضرت کی لنگی ٹخنوں سے نیچے نظر آرہی تھی اسی وقت دل میں یہ بھی خیال آیا کہ حضرت کو اس کی اطلاع کردی جائے کیونکہ یہ یقین تھا کہ اس اطلاع سے حضرت والا کو ناگواری بالکل نہ ہوگی بلکہ خوشی ہوگی، اور حضرت تو منکرات پر نکیر اور غلط باتوں کی اصلاح اور شرعی وضع قطع ہونے پر تو خود ہی بہت زور دیتے ہیں اس لئے حضرت کو انشاء اللہ اس اطلاع سے ناگواری نہ ہوگی۔ چنانچہ نادانی میں یہ احمقانہ اور طفلانہ حرکت کر بیٹھا کہ واپسی میں خیریت اور دعاء کا جو خط لکھا اس میں اس کا بھی تذکرہ کردیا، حضرت کی طرف سے جواب موصول ہوا نہایت شفقت و محبت کا اور ٹخنوں سے نیچے لنگی ہوجانے کے سلسلہ میں جو لکھا تھا اس کی بابت ایک جملہ تحریر فرمایا ''آئندہ انشاء اللہ خیال رکھوں گا'' اپنی اس حماقت پر افسوس تو بعد میں ہوا کہ ایسا مربی و شیخ جو اپنے مریدین و طلبہ کی ظاہری وضع قطع کی پوری نگرانی رکھتا ہو کیونکر دانستہ طور پر ایسی غلطی کا مرتکب ہوسکتا ہے، حضرت والا ماشاء اللہ صحت مند تھے پیٹ بھی کچھ نکلا ہوا تھا اسلئے لنگی اوپر سے باندھنے کے باوجود غیر اختیاری طور پر نیچے کھسک آتی ہوگی جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بابت اسی طرح منقول ہے۔ واللہ اعلم

بہر حال اپنی غلطی اور ندامت کا احساس تو بعد میں ہوا لیکن حضرت والا کی اس شان عبدیت و منکسر المزاجی اور اعتراف قصور کا سبق بھی مل گیا کہ معصیت نہ ہونے کے باوجود فرماتے ہیں کہ آئندہ لحاظ رکھوں گا نہ تاویل نہ توجیہ۔

جمعہ کے دن کے بعض معمولات

جمعہ کے دن حاضری کے موقع پر ایک بات یہ بھی دیکھی کہ چھوٹی عمر کے طلبہ بڑے

خوش خوش کھیل رہے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت نے نہ صرف اجازت بلکہ ایک درجہ میں ترغیب بھی فرمائی ہے کہ بچے کھیلا بھی کریں، چنانچہ حضرت کی موجودگی میں بچے بے تکلف کھیل رہے تھے البتہ یہ کھیل کی اجازت محدود وقت کے لئے ہوتی تھی اس کے بعد پھر کوئی لڑکا کھیلتا نظر نہ آ سکتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ طلبہ کو اتنی آزادی بھی دو کہ مدرسہ کو اپنا گھر سمجھیں جس طرح گھروں میں کھیلتے کودتے ہیں یہاں بھی گھر کی طرح رہیں۔

مدرسہ کے بعض حصوں میں بعض بڑے طلبہ ورزش کرتے ہوئے بھی نظر آئے، ایک خاص بات یہ دیکھی کی سردی کے موسم میں گرم پانی کا انتظام تمام طلبہ کے لئے ہر وقت رہتا تھا، جمعہ کے دن خاص طور پر، چنانچہ تمام طلبہ گرم پانی سے غسل کرتے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے، اور سردی کے موسم میں گرم پانی ہونے کی سخت تاکید فرماتے ہیں اور مدرسہ کی طرف سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے، اس کے لئے ایک مستقل ملازم رکھا گیا ہے، مہمانوں کے لئے بھی گرم پانی کے استعمال کی اجازت رہتی ہے، اسی طرح گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی کا انتظام بھی سب کے لئے رہتا ہے طلبہ مدرسین ٹھنڈا پانی کمروں اور گھروں میں بھی لے جاسکتے ہیں شہر والوں کو بھی ٹھنڈا پانی پینے کی اجازت ہے لیکن باہر بھر کر لے جانے کی ان کو اجازت نہیں۔

جمعہ کے دن مختلف مساجد میں پروگرام

جمعہ کے دن ایک بات یہ دیکھی کہ حضرت نے شہر کی مختلف مساجد میں دینی پروگرام کے سلسلہ میں اہل علم کو مقرر کر رکھا ہے جو مختلف مساجد میں جاتے اور دین کی باتیں سناتے ہیں، شاید ہی کوئی مسجد ایسی ہو جہاں اس طریقہ کے مطابق حضرت کا فیض نہ پہنچا ہو یہی وجہ ہے کہ شہر ہردوئی کے عوام شرک و بدعات اور رسومات سے عموماً محفوظ ہیں۔

ایک مرتبہ جمعہ کے دن حاضری ہوئی دیکھا کہ حضرت جمعہ کے وقت سے کافی پہلے

بالکل مستعد اور تیار ہو چکے ہیں معلوم ہوا کہ آج شہر کی فلاں مسجد میں جمعہ پڑھنے تشریف لے جائیں گے، از راہ شفقت احقر کے پاس خادم کے ذریعہ اطلاع بھیجی کہ ساتھ چلنا چاہیں تو چلیں ضروری نہیں، احقر کے لئے اس وقت اس سے بڑے شرف کی کیا بات ہو سکتی تھی، حاضری ہی اسی مقصد سے ہوئی تھی کہ حضرت کی کچھ باتیں دیکھنے سننے کو نصیب ہو جائیں، حضرت کے ساتھ ایک مسجد میں پہنچا وہاں پہلے سے اطلاع کر دی گئی تھی، بہت زیادہ اہتمام نہیں تھا، نہ کوئی خاص پروگرام معلوم ہوتا تھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت تو یہاں آتے رہتے ہوں گے کوئی نئی اور اہم بات نہیں ہے۔

حضرت تشریف لے گئے ممبر پر بیٹھ کر کچھ دیر دین کی بات بیان فرمائی اور فرمایا کہ مجھے جمعہ کی نماز دوسری مسجد میں پڑھنا ہے، دین کی بات پوری فرما کر دوسری مسجد میں جو تھوڑی فاصلہ پر تھی تشریف لے گئے احقر ساتھ تھا وہاں نماز کچھ تاخیر سے ہوتی تھی وہاں پہنچ کر بھی (خیال نہیں جمعہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد) تھوڑی دیر دین کی بات فرمائی، الغرض جمعہ کے دن اس طرح دو مسجدوں میں وعظ فرمایا۔ ایک موقع پر احقر سے ارشاد فرمایا ایک ہی مسجد میں محدود نہ رہیں بلکہ مختلف مساجد میں وقتاً فوقتاً دین کی باتیں سناتے رہا کریں۔

جمعہ کے دن کی ایک اور خاص بات

حضرت کے مدرسہ میں جمعہ کے دن ایک بات یہ بھی دیکھی کہ تمام طلبہ اور جو مہمان پہنچتے ہیں ان کے لئے بھی تاکیدی ہدایت ہے کہ جمعہ کی نماز کی تیاری اتنی پہلے شروع کر دیں کہ جمعہ کی اذان سے کافی پہلے تیار ہو جائیں اور اذان سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے مسجد پہنچنے کی کوشش کریں اور مسجد پہنچ کر صلوٰۃ التسبیح ادا کریں، اذان کے بعد مہمان خانہ اور حجروں کے مقفل کرنے کی ہدایت ہے، چنانچہ دیکھا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی دار الاقامہ اور مہمان خانہ میں سناٹا ہو جاتا ہے اور مسجد جمعہ کی اذان اول سے قبل ہی بھر جاتی ہے لوگ صلوٰۃ التسبیح ادا

کرتے رہتے ہیں۔

(صلوٰۃ التسبیح کے جمعہ کے دن پڑھنے کی کوئی خصوصیت نہیں ہے نہ ہی اس کے لئے وقت مقرر ہے لیکن جمعہ کے دن چھٹی کی وجہ سے وقت میں گنجائش ہوتی ہے اس لئے اس دن پڑھنا آسان ہوتا ہے)

اذان کے بعد فوراً وعظ شروع ہو جاتا ہے اور خطبہ کے وقت سے تقریباً سات منٹ قبل بات ختم کر دی جاتی ہے ایک منٹ میں مسجد کے لئے چندہ ہوتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کپڑے کی چھوٹی چھوٹی مختلف تھیلیاں بنالی گئی ہیں ہر صف میں ایک طالب علم تھیلی لے کر گشت کر لیتا ہے جس کو کچھ دینا ہوتا ہے تھیلی میں ڈال دیتا ہے ایک صف گشت لگانے میں مشکل سے آدھ منٹ کا وقت صرف ہوتا ہے اس طرح تقریباً ایک منٹ میں پوری مسجد میں چندہ ہو جاتا ہے۔ حضرت خود بھی اپنی جیب سے نکال کر چندہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب مسجد آیا کریں کچھ لے کر آیا کریں، اس کے بعد لوگ سنت پڑھتے ہیں اور جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے۔

مختلف حاضریوں کے مختصر تذکرے اور کچھ عبرت کی باتیں

ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں ایسے وقت حاضری ہوئی کہ عصر کی نماز ہو چکی تھی مغرب کا وقت قریب تھا گاڑی حضرت کے مکان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور حضرت اقدس شہر کی کسی مسجد میں پروگرام کے تحت جانے کے لئے تیار تھے۔ احقر حاضر ہوا سلام مصافحہ ہوا، نظام بتلا دیا کہ قیام کا ارادہ ہے استفادہ کی غرض سے حاضری ہوئی ہے، حضرت نے خود نہ فرما کر خادم کے ذریعہ یہ پیغام کہلوایا کہ اگر سفر کا تکان ہو تو آرام کریں اور اگر ساتھ چلنا چاہیں تو چل سکتے ہیں، احقر کے لئے اس سے بڑی سعادت اور خوشی کی بات کیا ہو سکتی تھی فوراً تیار ہو گیا اس وقت تھکاوٹ اگر ہوتی بھی تو حضرت کے اس فرمان کے بعد ساری تھکاوٹ دور

ہوجاتی ، احقر حضرت کے ساتھ گاڑی پر بیٹھا، محبت کے ساتھ حضرت اقدس کی ہیبت وعظمت بھی دل میں تھی۔ گاڑی چلتے ہوئے حضرت اقدس نے بعض اہل علم اور چند مصنفین کا تذکرہ فرمایا کہ وہ اسی مقام میں رہا کرتے تھے۔ راستہ بھر حضرت اقدس ایسے ارشادات فرماتے رہے جس سے طبیعت کو کافی انس وقرب ہوا۔ حضرت مغرب کے وقت مسجد پہنچے لوگ پہلے سے منتظر ومشتاق تھے، ہجوم لگا ہوا تھا حضرت اقدس نے مسجد کے دروازہ پر پہنچتے ہی دائیں بائیں طرف دیکھا کہ مسجد کی دیواروں پر جلسہ کے پرانے اشتہارات جن کی تاریخ گذر چکی تھی چسپاں تھے ارشاد فرمایا کہ ان اشتہارات کا مقصد پورا ہو چکا، تاریخ گذر چکی اب ان کی کوئی ضرورت نہیں ان کو علحدہ کردینا چاہئے مسجد کی دیوار صاف ہونی چاہئے اور اس کے لئے کوئی عمدہ مثال بیان فرمائی جس کا حاصل یہ تھا کہ جس ضرورت کے تحت کسی شی کا استعمال کیا جائے ضرورت پوری ہوجانے کے بعد اس کو علحدہ کرلیا جاتا ہے، علاج معالجہ کے سلسلہ میں ضرورتاً کسی شی کو اختیار کیا جاتا ہے ضرورت پوری ہونے کے بعد اس کو علحدہ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مسجد کے اندر محراب وممبر کے قریب تشریف لے گئے وہاں قرآن پاک بے ترتیب بغیر جزدان کے رکھے ہوئے دیکھ کر حضرت اقدس نے اس پر نکیر فرمائی اور سلیقہ وترتیب سے قرآن پاک جزدان میں رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

نماز کے بعد اعلان ہوا کہ تقریباً دس منٹ یا پندرہ منٹ دین کی بات ہوگی جن حضرات کو زیادہ ضروری کام نہ ہو جس قدر ہو سکے تشریف رکھیں، اس نوع کا اعلان بھی احقر نے حضرت ہی کے یہاں سنا جس میں جملہ امور کی رعایت رکھی گئی ہو۔ ضروری کام والے کے لئے جانے کی گنجائش بھی باقی رکھی گئی ہے۔ اصرار سے بھی احتراز ہے اور ضرورت کی بنا پر جانے والوں سے بدگمانی قائم کرنے کا بھی سدباب ہے اور جس کے پاس وقت مختصر ہو مختصر وقت ہی تک بیٹھنے کی ترغیب اور اس کے بعد جانے کی اجازت ہے، نماز کے بعد حضرت والا کرسی یا ممبر پر تشریف فرما ہوئے حمد وثنا کے بعد آغاز کلام میں یہ بھی فرمایا کہ ''اعلان دس منٹ

یا پندرہ منٹ کا ہوا ہے، انشاء اللہ اتنی ہی دیر میں بات پوری ہو جائے گی اس سے زائد وقت نہیں لیا جائے گا اور اس سے کم وقت میں بھی بات پوری ہو سکتی ہے۔ اس کی مثال تو اسپتال کی ہے کہ علاج کے لئے اندازہ سے آدمی وقت گذارتا ہے اگر جلدی شفا ہو جاتی ہے تو جلدی واپس آجاتا ہے مقصد پورا ہو جانے پر وقت سے پہلے بھی چھٹی ہو جاتی ہے''۔

لیکن حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ شفاء ہونے میں کبھی وقت زیادہ بھی لگ جاتا ہے، حضرتؒ اس کے سخت مخالف تھے کہ دین کی بات سنانے کے لئے لوگوں کو اصرار سے روکا جائے اور نہ رکنے والوں سے بدگمان ہوا جائے یا جتنی دیر کا اعلان ہوا ہے اس سے زائد دین کی بات سنائی جائے، اس پر حضرت سخت ناراض ہوتے تھے اور اس کو وعدہ خلافی کے مرادف سمجھتے تھے، اور اعلان کے مطابق وقت مقررہ سے پہلے ختم کرنے میں یہ خرابی نہیں ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ جمعرات کے دن حاضری کے موقع پر وہاں کے معمولات کے مطابق ہفتہ واری اجتماع میں حضرت کے حکم سے احقر کا بیان تجویز ہوا معمول کے خلاف چند منٹ زائد بیان ہو گیا اس پر حضرت والا نے احقر کو تنبیہ فرمائی کہ ''جمعرات کے دن بعد مغرب تھوڑی دیر بیان ہوتا ہے اس کے بعد طلبہ کے کھیلنے اور تفریح کا بھی وقت رکھا گیا ہے اس وقت بچے کھیلتے بھی ہیں''۔

الغرض حضرت نے مسجد میں مختصر تمہید کے بعد کچھ ضروری دینی باتیں بیان فرمائیں حضرت والا کی تقریر کے بعد مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوا، ازدحام کافی تھا حضرت نے فرمایا مصافحہ کے لئے لائن لگالی جائے آسانی سے سب کا مصافحہ ہو جائے گا، مصافحہ کے بعد حضرت مسجد کے باہر گاڑی کے پاس تشریف لائے، کثرت ازدحام نیز جوتوں کے تلاش کرنے کے سبب احقر کو گاڑی تک پہنچنے میں دیر لگی، حضرت کھڑے انتظار فرما رہے تھے مجھے خطرہ تھا کہ حضرت کا وقت ضائع ہوا، انتظار کی تکلیف ہوئی حضرت ڈانٹیں گے، لیکن یہ خیال غلط ثابت

ہوا کہ حضرت بہت سخت ہیں اور بہت جلد خفا ہو جاتے ہیں، حضرت نے نہایت محبت سے فرمایا کہاں چلے گئے تھے بیٹھیے، مدرسہ واپسی ہوگئی۔

ایک مرتبہ سہارنپور سے واپسی پر نوچندی اکسپریس سے ہردوئی اتر گیا اس ارادہ سے کہ چند گھنٹہ حضرت کی خدمت میں گذار کر بس وغیرہ سے کانپور یا لکھنؤ واپسی ہو جائے گی، علی الصباح حضرت سے ملاقات ہوئی معمولات میں شرکت ہوئی، حضرت نے واپسی کا نظام دریافت فرمایا احقر نے نظام بتلایا لیکن سواریوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے وقت اور سواری کی تعین نہیں کر سکا، حضرت نے اس کی طرف توجہ دلائی اور تنبیہ فرمائی کہ جب کہیں سفر کیا جاتا ہے تو سواریوں کی اور ان کے اوقات کی تحقیق کر لی جاتی ہے اس کے بغیر دشواری ہوتی ہے آپ کو سواریوں کا علم نہیں، حضرت نے خود ہی ارشاد فرمایا اتنے بجے سواری ہے اتنی دیر میں پہنچائے گی آپ کو جمعہ کی نماز لکھنؤ میں مل سکتی ہے ایک طالب علم کو پہلے سے روانہ فرما کر بس میں بیٹھنے کی سیٹ حاصل کر لی اور دوسرے طالب علم کے ساتھ رکشہ میں روانہ فرمایا اور طلبہ کو کرایہ خود ہی عنایت فرمایا۔

یہ ہیں ہمارے بڑوں کے اخلاق کریمانہ اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت وعنایت کا برتاؤ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ حاضری کا ذکر

ایک مرتبہ اور حضرت کی خدمت میں بعد عصر حاضری ہوئی، بعد مغرب دیکھا کہ ایک گاڑی بھر کر کچھ مہمان بغیر اطلاع کے پہنچ گئے اور حضرت سے ملاقات کی خواہش کی، حضرت مکان سے باہر تشریف لائے اور ان حضرات سے فرمایا ''آپ حضرات وقت لئے اور اطلاع کئے بغیر چلے آئے، ہر شخص کے کچھ حالات اور معمولات ہوتے ہیں، ملاقات کے کچھ اوقات ہوتے ہیں، قیام وطعام کا نظم کرنا ہوتا ہے، کبھی کہیں کا پروگرام ہوتا ہے آپ لوگ بغیر

تحقیق کے چلے آئے ،اگر میں نہ ملتا تو آپ کا پیسہ اور وقت برباد جاتا،آپ حضرات کی سہولت اور آسانی ہی کے لئے کہا جاتا ہے کہ پہلے سے وقت لے کر اطلاع کر کے آئیں، بسا اوقات مہمان یہاں اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ مزید ٹھہرانے کی گنجائش نہیں ہوتی اس وقت بڑی دشواری ہوتی ہے بعضوں کو مسجد میں ٹھہرانا پڑتا ہے'' اس کے بعد حضرت نے سب سے ملاقات کی مصافحہ فرمایا،معلوم ہوا کہ جس علاقہ سے اور جس قصبہ سے یہ حضرات آئے ہیں ان میں آپس میں شدید اختلاف ہے ملاقات کے بعد حضرت نے ان حضرات سے احقر کے متعلق فرمایا کہ یہ ہتھورا کے مفتی صاحب ہیں آپ سب حضرات یہاں بیٹھئے یہ آپ حضرات کے سامنے کچھ باتیں آپ کے نفع کی کہیں گے آپ لوگ سنئے، حضرت نے مہمانوں کو سامنے چبوترہ میں (جو اصحاب صفہ کے چبوترہ کے مشابہ ہے) بٹھا دیا اور ایک پلنگ باہر بچھا کر اس پر تکیہ رکھ دیا گیا، چھوٹے لاؤڈ اسپیکر کا نظم کر کے احقر سے کچھ کہنے کے لئے فرمایا گیا،حضرت کا حکم تھا الامر فوق الادب احقر پلنگ پر بیٹھا اور اتحاد واتفاق کے موضوع پر کچھ دیر بات کی، حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور اندر ہی سے احقر کی باتیں سنتے رہے، جمعرات کا دن تھا طلبہ کھیل رہے تھے یہ گفتگو صرف مہمانوں کے سامنے ہو رہی تھی۔

ایک اور حاضری کا ذکر

ایک مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں ایسے دن حاضری ہوئی کہ اس دن حضرت کے مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا عنوان تو اس کا جلسہ کا ہوتا تھا لیکن پروگرام اصلاحی ہوتا تھا، جس میں علماء کرام کے اصلاحی بیانات ہوتے تھے،اس طرح کے اصلاحی پروگرام اور جلسے حضرت کے مدرسہ میں ہوتے رہتے ہیں، ہفتہ واری اجتماع بھی ہوتا ہے، ماہانہ جوڑ اور سالانہ جلسہ بھی، حضرتؒ نے ایک استاد کو احقر کے پاس بھیج کر دریافت فرمایا کہ آج جلسہ میں کچھ بیان کر دیں گے؟ باوجودیکہ احقر مقرر نہیں بیان کی عادت نہیں لیکن حضرت کے اس فرمان کے بعد احقر

انکار کی جرأت نہ کر سکا اور تعمیل ارشاد میں اپنی سعادت سمجھ کر عرض کر دیا کہ جی انشاء اللہ عرض کر دوں گا، چنانچہ عشاء کے بعد جلسہ تھا جس میں اطراف کے حضرات عامۃ المسلمین کثرت سے تشریف لائے ہوئے تھے شعبان کی غالبًا پندرہویں شب تھی جلسہ میں احقر نے اسی مناسبت سے کچھ باتیں عرض کیں جن کو حضرت اپنے مکان سے سن رہے تھے۔

احقر اس وقت ہتھورا باندہ سے حاضر ہوا تھا، کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ کا مکتوب گرامی حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی کے نام پہنچا ہوا تھا جس میں حضرت نے اپنے قرب وجوار کے بعض قصبات کا نام لکھ کر تحریر فرمایا تھا کہ یہاں کے لوگ آپ سے بڑا حسن ظن رکھتے ہیں، آپ سے ان حضرات کو بڑی عقیدت ومحبت ہے لیکن یہ حضرات عورتوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے نہ بیٹیوں کو میراث میں حصہ ملتا ہے نہ بہنوں کو، آپ ان حضرات کو اس کی طرف توجہ دلائیں اس انداز کا حضرت نے مضمون تحریر فرمایا تھا، حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ نہایت منکسر المزاج تھے جو اپنے فطری مزاج کے مطابق اس کی بھی جرأت نہ کرتے تھے کہ حضرت کے علاقہ میں بھی جا کر کسی جلسہ میں کچھ بیان کریں، آپ تو بڑی نیاز مندی سے استفادہ کی غرض سے ہردوئی تشریف لاتے تھے، یہ پوری تفصیل احقر کے ذہن میں تھی، حسن اتفاق کہ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق کے منشاء وحکم سے پندرہویں شعبان کے موقع پر احقر نے جو مضمون بیان کیا اس میں بنیادی بات یہ عرض کی کہ حقوق العباد میں کسی نوع کی کوتاہی ہوگی اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایسی بابرکت رات میں بھی معاف نہ کرے گا، اسی مناسبت سے احقر نے میراث میں ہونے والی کوتاہیوں کا تفصیل سے ذکر کیا کہ یہ بھی حقوق العباد میں سے ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہرگز معاف نہ کرے گا نہ اس بابرکت رات میں اور نہ ہی قیامت میں، یہ وہ گناہ ہے جو حج کرنے اور جہاد میں گردن کٹانے سے بھی معاف نہیں ہوتا، اسی ضمن میں احقر نے بیٹیوں اور بہنوں کو میراث کا حصہ نہ دینے میں جو کوتاہی ہوتی ہے خاص طور پر ذکر کیا، حضرت اقدسؒ مکان میں تشریف فرما تھے اور ساری باتیں سن رہے تھے صبح کے

وقت حضرت مہمان خانہ (قیامگاہ) خود تشریف لائے اور خاص انداز سے تحسین فرمائی کہ ماشاء اللہ رات اچھی بات بیان کی، حضرت والا کے اس جملہ سے احقر کو بڑی مسرت ہوئی اللہ کا شکر ادا کیا۔ ہتھورا واپسی پر احقر نے اپنے شیخ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ سے پوری تفصیل عرض کی حضرت بہت خوش ہوئے اور بار بار اس تذکرہ کو سنا اور دریافت فرمایا۔

احقر کی بعض تصنیفات اور حضرت اقدسؒ کی خصوصی توجہ وعنایت

• ۱۴۱۰ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی صاحب تھانویؒ کے افادات پر مشتمل احقر کی ترتیب دی ہوئی پہلی کتاب ''العلم والعلماء'' اور اس کے ساتھ بعض دوسری کتابیں استاد شاگرد کے حقوق اور تعلیم وتربیت کے طریقے، فقہ حنفی کے اصول وضوابط وغیرہ طبع ہوئیں، اپنی سعادت سمجھ کر احقر نے یہ کتابیں حضرت اقدس کی خدمت میں ارسال کیں حضرت نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعاؤں کے ساتھ مندرجہ ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا:

مکرمی زید لطفہ السامی السلام علیکم

اہم اور نافع کام کی توفیق آپ کو منجانب اللہ ملی، مسرت ہے بارک اللہ تقبل اللہ۔ ان کتابوں سے منتفع ہوا طلبہ کرام اہل علم کو بھی اس کے مضامین سنائے گئے دل سے دعاء ہے اگر کوئی بات دل میں آئے گی تو عرض کر دوں گا۔ والسلام

ابرار الحق

احقر کی ترتیب دی ہوئی کتابوں کا یہ سلسلہ چونکہ حضرت اقدسؒ کے شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ملفوظات ومواعظ اور دیگر تصانیف سے انتخاب وترتیب پر مشتمل تھا اس لئے حضرت نے اس کام کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور بہت پسند فرمایا، بڑی ہمت افزائی فرمائی احقر کی غیبت میں متعدد حضرات سے متعدد مرتبہ اس کام کا

تعارف فرمایا، کئی مرتبہ لوگوں کے سامنے احقر سے دریافت کیا کہ اس سلسلہ کی اب کتنی کتابیں ہوگئی ہیں احقر نے جواب عرض کیا حضرت نے خوش ہوکر فرمایا بہت بڑا کام ہوگیا اور حاضرین سے فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کی تحقیقات منتشر تھیں لوگوں کو پڑھنے اور مطالعہ کرنے میں دشواری ہوتی تھی اب ماشاءاللہ موضوع سے متعلق ساری چیزیں ایک جگہ مل جاتی ہیں۔ مثلاً بیاہ شادی سے متعلق حضرت مولانا تھانویؒ نے کہاں کہاں کیا کیا فرمایا وہ سب منتشر تھا اب وہ سارے مضامین ایک جگہ آپ کو اسلامی شادی کتاب میں مل جائیں گے''۔

احقر اس وقت مدرسہ ہتھورا میں تدریسی کام میں لگا ہوا تھا سالانہ تعطیل کے موقع پر وطن امرودہا ضلع کانپور گھر پر موجود تھا اچانک اطلاع ملی کہ ہردوئی سے تار آیا ہے اور حضرت نے احقر کو ہردوئی بلایا ہے، یہ اطلاع پہلے ہتھورا پہنچی جب معلوم ہوا کہ میں مدرسہ میں نہیں ہوں تو تار گھر پہنچا اور معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؒ نے احقر کے تصنیفی تالیفی کام کے لئے دو یا چار ہزار روپئے تعاون کے طور پر ارسال فرمائے ہیں، اس وقت دو ہزار بھی بہت تھے پھر حضرت کا تو ایک روپیہ بھی برکت اور توجہ کے لئے بہت کافی اور نعمت عظمیٰ تھا، حضرتؒ کی یہ شفقت وعنایت صرف ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ اس کا بار بار ظہور ہوا، ایک مرتبہ بعض مسودات تیار تھے لیکن طباعت کی کوئی صورت نہ تھی حضرت ہی کی عنایت سے طباعت ہوئی الحمدللہ حضرت اقدسؒ کی توجہ ودعاؤ اور تعاون شروع ہی سے احقر کو حاصل رہا اور یہ سب برکت تھی احقر کے پیرومرشد حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کی، اللہ تعالیٰ ہمارے دونوں شیوخ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، درجات عالیہ سے نوازے ان کے روضہ کو انوار سے بھردے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور جنت میں ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب فرمائے۔

حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ سے اصلاحی تعلق

اب تک حضرتؒ کی شفقتیں عنایتیں تو خوب حاصل رہیں حاضری بھی بار بار ہو چکی تھی، بعض مرتبہ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی کی معیت میں بھی حضرت کی خدمت میں حاضری ہو چکی تھی لیکن اصلاحی تعلق ابھی حضرت سے نہیں تھا بلکہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب سے تھا۔

احقر کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ عرصہ سے علیل چل رہے تھے اور حالات وقرائن بلکہ آپ کے بہت سے ارشادات سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب حضرت کا آخری وقت قریب ہے جس کی کچھ تفصیل احقر نے اپنی کتاب حیات صدیق میں کی ہے، انہیں بیماری کے دنوں میں احقر نے حضرت سے بہت سی باتیں دریافت کیں ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ ہم لوگوں کے لئے حضرت کس سے تعلق رکھنا پسند کرتے ہیں، حضرت کے بعد احقر کس سے تعلق قائم کرے، یہ عنوان اگرچہ بہت ثقیل اور بڑی بے ادبی و گستاخی ہے لیکن بسا اوقات آدمی کسی حال سے مغلوب ہو جاتا ہے اور اسی غلبہ حال میں ضرورت کے پیش نظر ایسی نازیبا حرکت بھی کر بیٹھتا ہے اور فوائد و حکمتیں اس سوال میں بھی یقیناً ہیں۔ الغرض احقر نے حضرت اقدس سے یہ استفسار کیا جس کے جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ دعا کرنا، استخارہ کرنا جس سے مناسبت ہو جس کی طرف رجحان اور طبعی میلان ہو اس سے رابطہ قائم کرنا، دوسری بات احقر نے اپنے مستقل قیام کی بابت معلوم کی تھی کہ مستقل کہاں رہنا اور کہاں کام کرنا ہے جس جگہ کے لئے حضرت فرما دیں گے انشاء اللہ پوری زندگی وہیں گذار دوں گا، اس کے جواب میں حضرت نے قطعی طور پر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا البتہ یہ چند جملے ارشاد فرمائے آپ کی ضرورت تو ہر جگہ ہے آپ جہاں رہیں گے وہیں اللہ آپ سے کام لے گا ابھی کوئی فیصلہ نہ کریئے وقت آنے پر اللہ خود فیصلہ کر دے گا۔

بہرحال حضرت کے یہ جوابات احقر کے لئے بڑی سعادت اور نیک فال کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن دونوں جوابوں سے بات صاف نہ ہوسکی معلق ہی رہی، حضرت اقدس مولانا صدیق احمد صاحبؒ کی وفات کے بعد اب احقر کو حضرت کی وہ بات رہ رہ کر یاد آتی تھی اور فکر لاحق ہوگئی کہ اب کس رہبر اور پیر و مرشد کا دامن تھاما جائے اور کہاں تلاش کیا جائے۔ بالآخر حضرت کے ارشاد و فرمان اور حضرتؒ کی تقریری وتحریری ہدایت کے مطابق دعا اور استخارہ کے بعد احقر نے ہردوئی کا رخ کیا اور حضرت قاری صاحبؒ کی وفات کے بعد پہلے ہی عشرہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مقصد کو ظاہر کیا لیکن تشویش وفکر اس وقت بھی تھی، رات ہردوئی سویا تو حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کی خواب میں زیارت ہوئی ایک پرچہ میں حضرت نے تحریر فرمایا، اصلاحی تعلق قائم کر لیجئے'' صبح اٹھ کر حضرت والا کی خدمت میں پوری تفصیل عرض کی اور اصلاحی تعلق قائم کرنے کی اجازت چاہی حضرت نے پوری خوشی اور بشاشت سے منظور فرمایا اور اصلاحی مکاتبت کی اجازت دے دی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب سے جو سب سے آخری اصلاحی مکاتبت ہوئی تھی اس کی اور چند اصلاحی خطوط کی نقل بھی ارسال کیجئے۔ چنانچہ حضرت کی ہدایت کے مطابق احقر نے آخری اصلاحی خط مع چند دوسرے خطوط کے خدمت میں پیش کئے حضرت نے مختلف ہدایات فرمائیں احقر نے جو حالات عرض کئے تھے اس کے مطابق جوابات تحریر فرمائے، اصلاحی مکاتبت کا یہ سلسلہ تقریباً آٹھ برس جاری رہا ''مکاتیب ابرار'' کے نام سے انشاءاللہ یہ خطوط بھی علحدہ شائع کئے جائیں گے شاید کسی صاحب کو نفع پہنچ جائے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت والا نے اپنی معذوریوں اور کثرت مشاغل وامراض کی وجہ سے عام طور پر لوگوں کو بیعت کرنا ترک فرما دیا تھا اور بکثرت حضرت فرمایا کرتے تھے کہ

’’بیعت ہوجانا مقصود اصلی نہیں، اصل چیز تو اصلاحی تعلق ہے، اپنے امراض اور باطنی حالات کی اطلاع کرنا اور شیخ کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا یہ حاصل ہے بیعت کا اگر یہ بات نہیں حاصل تو محض رسمی طور پر بیعت ہوجانے سے کوئی فائدہ نہیں، اور اگر یہ حقیقت حاصل ہے اور رسمی طور پر بیعت نہ بھی ہو تو کوئی نقصان نہیں، بیعت ہونا کوئی ضروری چیز نہیں، اصلاح ضروری ہے، عام طور پر لوگوں نے بیعت ہی کو ضروری اور مقصود سمجھ لیا ہے یہ بڑی غلطی ہے‘‘۔

اس لئے حضرت اقدسؒ لوگوں کے اس فاسد عقیدہ و عمل کی اصلاح کی غرض سے بہت کم لوگوں کو بیعت فرماتے تھے، اگر کوئی بیعت کی درخواست کرتا تو حضرت اس سے دریافت فرماتے کہ بیعت کیوں ہوتے ہو؟ اس کی غرض اور منشاء کیا ہے؟ اگر وہ یہ کہتا کہ اصلاح کی غرض سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، تو حضرت ارشاد فرماتے کہ اصلاح بیعت پر موقوف نہیں، اس کے بغیر بھی اصلاح ہوسکتی ہے، نیز اصلاحی مکاتبت کے لئے بھی حضرت نے یہ اعلان لگوادیا تھا کہ ’’احقر کے خلفاء موجود ہیں ان میں سے جس سے مناسبت ہو ان سے بیعت و اصلاح کا تعلق قائم کرلیں مجھ سے صرف دعاء کرالیں‘‘۔

لیکن خصوصی طور پر مخصوص حضرات کے لئے ابھی یہ دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس کا کوئی ضابطہ نہ تھا بلکہ محض حضرت کے طبعی انشراح اور منجانب اللہ القاء پر موقوف تھا، اخیر اخیر عمر تک حضرت اقدسؒ نے خواص و عوام کو کثرت سے بیعت فرمایا اور کبھی مخصوص اور قریبی احباب کو بھی انکار فرمادیا۔

بیعت کی حقیقت سے احقر اچھی طرح واقف تھا اور اس سلسلہ میں حضرت اقدسؒ کا نقطہ نظر اور حضرت کے ارشادات بھی مستحضر تھے اور اس کے ساتھ حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کے ملفوظات میں یہ بھی پڑھ چکا تھا کہ اگر کسی کا سابق شیخ صالح متبع شریعت و متبع سنت اور صحیح سلسلہ والا تھا تو اب اس کی وفات کے بعد دوسرے شیخ سے بیعت کی ضرورت نہیں، صرف اصلاحی تعلق جس سے مناسبت ہو قائم کرلینا کافی ہے۔ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں،

اور اگر پہلا شیخ ایسا نہ ہوتو پھر کسی دوسرے شیخ سے جوان اوصاف کا حامل ہوتجدید بیعت کر لینا چاہئے۔ان سب وجوہات کی بناپراحقر نے حضرت اقدسؒ سے بیعت کی درخواست نہیں کی تھی اور نہ ہی بیعت کی طرف زیادہ رغبت ہورہی تھی ،لیکن حضرت ہی کے بعض خلفاءاور قریبی عزیز نے مجھ سے اس بات پر اصرار کیا کہ میں حضرت سے بیعت ہو ہی جاؤں ،احقر نے ادب سے عرض بھی کیا کہ میرا حضرت سے اصلاحی تعلق قائم ہے،لیکن ان صاحب کا اصرار تھا کہ بیعت بھی ہوجاؤں احقر نے عرض کیا کہ حضرت اب تو بیعت کرتے بھی نہیں، ان قریبی عزیز صاحب نے فرمایا کہ میں کہہ دوں گا کرلیں گے، بہرحال ایک مرتبہ احقر نے بیعت کی درخواست بھی حالات کے ضمن میں کردی،اس کے جواب میں حضرت نے انکار تو نہیں فرمایا بلکہ یہ تحریر فرمایا کہ ابھی انشراح نہیں،حضرت والا کا یہ عدم انشراح بالکل بامعنی اور حضرت والا کے روح کی پاکیزگی ،مزاج کی سلامتی اور باطنی نفاست وفراست کی واضح دلیل تھی جس نے حضرت کی محبت وعقیدت میں اور اضافہ کردیا کیونکہ یہ تعلق اور بیعت کی ظاہری صورت بھی ایسی نہیں کہ محض دوسروں کے کہنے اور تلقین کی بناپر اختیار کی جائے بلکہ یہ تو اپنے طبعی رجحان وقلبی میلان اور پورے انشراح ورغبت سے پوری آمادگی کے ساتھ ہونا چاہئے نہ یہ کہ محض دوسروں کی تلقین واصرار کی بنا پر یا محض رسمی طور پر دوسروں کی ریس یا کسی کی تقلید میں کرلیا جائے ،جب ظاہری بیعت کا یہ حال ہے تو حقیقی بیعت یعنی اصلاحی تعلق قائم کرنا اس کا اندازہ بھی اسی سے لگالینا چاہئے۔آج کل لوگوں کو بیعت سے جو پورا فائدہ نہیں ہوتا اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بیعت کی حقیقت اوراس کے اصول وآداب اور حقوق سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اور شروع ہی سے اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔

الغرض احقر نے بعض بڑوں کے فرمان واصرار کی بنا پر بیعت کی درخواست تو کردی لیکن حضرت نے عدم انشراح کا عذر فرما کر درخواست کو منظور نہیں فرمایا، ایک عرصہ گذر گیا اصلاحی تعلق برابر قائم رہا، حالات سے مطلع کرتا رہا اور حضرت والا جواب سے سرفراز فرماتے

رہے، ایک مرتبہ خود ہی قلب میں داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت سے بیعت بھی ہو جاؤں کیونکہ یہ صحیح ہے کہ بیعت فی نفسہٖ مقصود نہیں اصل چیز اصلاح ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بیعت کی صورت بھی فی نفسہٖ ایک مسنون عمل باعث فضیلت ہے، حدود میں رہتے ہوئے اس کی فضیلت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، بیعت کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں بیعت ایمان، بیعت امارت، بیعت جہاد، اور بیعت اعمال، ساری ہی قسمیں شریعت سے ثابت ہیں اخیر کی قسم بیعت اعمال یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے جس کا صوفیاء ومشائخ کے یہاں معمول ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ یہ مسنون عمل ہے حضرت والا سے بیعت کے ذریعہ یہ شرف بھی حاصل کرلیا جائے، دوسرے اگر چہ یہ صحیح ہے کہ سابق شیخ اگر متبع سنت اور صالح تھا تو اب شیخ ثانی سے تجدید بیعت کی ضرورت نہیں لیکن دیگر فوائد وفضائل اور برکات کی غرض سے اگر کرلیا جائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں اسلئے اب اپنی طلب صادق کے ساتھ حضرت کی خدمت میں درخواست عرض کی جس میں یہ تفصیل بھی عرض کی کہ بیعت کی جو حقیقت ہے اور اس کا جو درجہ ہے الحمدللہ وہ ذہن میں ہے اور اس کے مطابق عقیدہ بھی ہے لیکن چونکہ یہ ایک مسنون عمل ہے اس فضیلت کی وجہ سے بیعت کی درخواست ہے۔ دوسرے اس مصلحت کی وجہ سے بھی کہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب اور حضرت اقدس تھانویؒ کا جو سلسلہ ہے اسی سلسلہ سے احقر پہلے بھی بیعت ہوا تھا جس میں ایک واسطہ زائد ہے حضرت والا سے بیعت ہونے میں ایک واسطہ کی کمی اور مشائخ سے قرب ہوگا اس لئے بھی حضرت والا سے بیعت کی درخواست ہے، حضرتؒ ان معروضات سے خوش ہوئے اور احقر کو بیعت فرمالیا۔

سفر حج

حضرت اقدسؒ سے اصلاحی تعلق کے بعد رفتہ رفتہ قرب وانس اور محبت وعظمت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور حضرت والا کی طرف سے بھی شفقتیں وعنایتیں بڑھتی رہیں، اس زمانہ میں حضرت والا تقریباً ہر سال حج کو جایا کرتے تھے احقر کو بھی اشتیاق ہوا کہ یہاں کی طرح

وہاں کی ارض طیبہ اور مقام مقدس حرم پاک میں بھی حضرت والا کی صحبت بابرکت اور وہاں کی مجالس وملفوظات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل ہوجائے لیکن ظاہری حالات اور مادی وسائل ایسے نہ تھے کہ اس سعادت کو حاصل کرسکوں کیونکہ کچھ عرصہ قبل لکھنؤ میں ایکسیڈنٹ ہوجانے کی وجہ سے کافی چوٹ آچکی تھی حضرت کوفون پر اطلاع کی، حضرت اقدس نے ہر دوئی میں دعاء کرائی اور بار بار کرائی، کچھ افاقہ ہو چکا تھا لیکن تکلیف باقی تھی ادھر سفر حج کا وقت آچکا تھا، دلی تمنا تھی کہ جس طریقہ سے حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ ایک عرصہ تک اس دیار مقدس میں اپنے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی خدمت میں رہ کر مستفید ہوئے احقر ناکارہ کو بھی اپنے شیخ کے ساتھ یہ سعادت حاصل ہوجائے،۔

حضرت اقدسؒ سے بھی اپنی اس آرزو وتمنا کا اظہار کیا اور دعاء کی درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ روزانہ صلوٰۃ الحاجۃ دو رکعت پڑھ کر دعاء کیا کرو، اس کی پوری پابندی تو نہیں کرسکا لیکن دل وجان سے دعاء میں لگ گیا۔ حضرت اقدسؒ کی توجہ ودعاء کی برکت سے سارے انتظامات ہوگئے اور احقر سفر حج کے لئے روانہ ہوگیا، حضرت اقدس دوسرے راستہ سے پہلے روانہ ہوچکے تھے لیکن وہاں جاکر ملاقات ہوگئی۔ روزانہ الحمد للہ حضرت کی خدمت میں حاضری ہوتی تھی۔ ۲۴ گھنٹہ خادم بن کر ساتھ رہنے کی سعادت تو حاصل نہیں کرسکا لیکن پوری کوشش ہوتی تھی کہ زائد سے زائد وقت حضرت ہی کی خدمت میں گذرے، احقر کا خیال یہ تھا کہ حضرت والا خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے فرماتے ہوں گے، کافی بھیڑ میں بھی صف اول میں بیٹھنے کی کوشش فرماتے ہوں گے، حجر اسود کی تقبیل میں خوب مجاہدے کرکے پیش قدمی کرتے ہوں گے، لیکن وہاں جاکر "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" کا نمونہ سامنا آیا، آج اس پر بڑا فخر اور کمال سمجھا جاتا ہے کہ صف اول ہی میں جگہ مل جائے گو دوسروں کو ایذاء دے کر گردنوں پھلانگتے ہوئے پہنچا جائے، حجر اسود کی تقبیل کی جی جان توڑ کر کوشش کی جائے اور کچھ بھی ہو ایک دوسرے پر گرتے پڑتے دھکا دیتے ہوئے بھیڑ کو چیرتے ہوئے چھلانگ لگا کر آگے پہنچ کر حجر اسود کی تقبیل کی

فضیلت حاصل کر ہی لی جائے، یہ فضیلت نہیں معصیت ہے، اس کی ممانعت تو حدیث پاک میں بھی آئی ہے، فقہاء نے سختی سے اس سے منع فرمایا ہے ایسے موقع پر تو حکم یہی دیا گیا ہے کہ اپنے کو مشقت میں ڈال کر دوسروں کی ایذاء کا باعث مت بنو، آسانی سے جو فضیلت حاصل ہو جائے اس کو حاصل کرلو، حسن نیت اور اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ بہت کچھ اجر وثواب دے دے گا نِيَةُ الْمُؤ مِنِ خَيْـرٌ مِّنْ عَمَلِهِ' (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) اَلدِّيْنُ يُسْرٌ، واقعی دین آسان ہے۔

حضرت والا کو اس پر پورا عامل پایا، حرم پاک میں لوگوں کا شدید ہجوم واز دہام کہ اندر جانا اور صفوں میں جا گھسنا بہت مشکل، حضرت کو دیکھا کہ جہاں جگہ ملی سب سے اخیر میں پچھلی صف میں بلکہ بسا اوقات حرم پاک کے خارجی حصہ میں صفوں سے متصل جہاں گنجائش ہوئی وہیں بیٹھ گئے اور جماعت سے نماز ادا فرمالی، حضرت کو اس کا تو اہتمام رہتا تھا کہ نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ حرم پاک میں ہو، لیکن پھر جہاں جگہ مل جاتی اسی پر قانع اور صابر ہو جاتے، یہی حال طواف وحجر اسود کی تقبیل اور حج کے دیگر ارکان کی ادائیگی مثلاً کنکریوں کے مارنے میں تھا کہ ہمیشہ حضرت نے جلد بازی اور خود کو مشقت میں ڈال کر دوسروں کو ایذا پہنچانے سے پرہیز کیا اور ہمیشہ اس کا لحاظ فرمایا کہ ہماری کسی ادنیٰ حرکت سے کسی کو تکلیف نہ ہو، کنکریوں کے مارنے میں ایسے وقت کا انتخاب کیا جاتا جب بھیڑ کم ہو جاتی۔

دیار مقدس کی بابرکت مجلسیں

یوں تو دیگر اوقات میں بھی حضرت لوگوں سے ملاقات کرتے تھے اور ہر وقت آنے والوں کے سامنے کچھ نصیحتیں فرماتے ہی رہتے تھے لیکن عصر کے بعد کا وقت عمومی مجلس کا تھا جس میں حضرت کچھ ارشاد فرماتے تھے، اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حضرت فرماتے آج فلاں صاحب کچھ فرمائیں گے حضرت کے فرمان کے مطابق دوسرے صاحب کچھ فرماتے، یہ

اصلاحی مجلسیں بلاشبہ بہت مفید ہوتی تھیں کاش ان کو ضبط کرلیا ہوتا تو آج امت ان سے فیضیاب ہوتی۔

اس موقع پر ایک خاص بات یہ بھی دیکھی کہ گرمی کی شدت دھوپ کی تپش میں جتنے لوگ بھی حضرت سے ملاقات کے لئے آتے حضرت نے ہدایت کررکھی تھی کہ ان کو عمدہ مشروب پلایا جائے، حضرت کے یہاں بہت سے مشروبات رکھے ہوئے تھے ایک مرتبہ احقر کی حاضری ہوئی اس وقت سنترے کا خوش ذائقہ نفیس مشروب حضرت کے حکم سے احقر کو بھی پلایا گیا۔ حضرت اقدسؒ کی ان توجہات وعنایات کا اللہ تعالیٰ ہی ان کو صلہ دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

انتقالِ مکانی کے اسباب اور حضرت اقدسؒ کے ارشادات

ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے کہ احقر نے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا صدیق احمد صاحب سے استفسار کیا تھا کہ آئندہ مجھے مستقل کہاں رہنا اور کام کرنا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ وقت پر جیسے حالات ہوں گے اللہ تعالیٰ خود انتظام فرمادے گا، اور یہ منجانب اللہ تقدیری بات تھی کہ گھر والوں کے مشورے اور کوشش سے ایک زمین لکھنؤ میں حضرتؒ کی حیات ہی میں خریدی جاچکی تھی جس پر ذاتی مکان بنوانے کی تجویز تھی، گو احقر کی مرضی نہ تھی لیکن گھر والوں کی پوری منشا تھی اور حضرت اقدس مولانا صدیق احمد باندویؒ کا صریح فرمان اور تاکیدی حکم تھا کہ لکھنؤ میں مکان بنوالو، احقر نے حضرت سے ادب سے عرض بھی کیا کہ لکھنؤ میں رہنا تو ہوگا نہیں احقر کا ذاتی مکان وطن میں موجود ہے حضرت نے فرمایا کچھ بھی ہو مکان بنوالو، نہ رہنا ہو تو بیچ دینا لیکن بنوالو، چنانچہ احقر نے طے کرلیا کہ چہار دیواری کرا کر ایک جھوپڑی ڈالدوں گا لیکن حضرت کا فرمان باقاعدہ مکان بنوانے کا تھا، حضرت نے لکھنؤ اپنے بعض متعلقین کے نام احقر کے متعلق خط لکھا کہ یہ بیچارے ناتجربہ کار ہیں نئی جگہ ہے مکان

بنوانے کے سلسلہ میں ان کا تعاون فرمائیں، حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ فلاں تاریخ اور فلاں وقت تم لال گنج ہوکر لکھنؤ پہنچو میں سید ھے لکھنؤ پہنچ رہا ہوں اور لکھنؤ میں بعض احباب سے تمہاری ملاقات کرادوں گا مکان بننے میں آسانی رہے گی۔ زمین جس جگہ پر تھی اس موقع پر خود حضرتؒ کی تشریف آوری نہ ہوسکی لیکن یہ فرمایا کہ اچھی جگہ ہے۔ یہی وہ آخری سفر ہے جس میں حضرت کی روح پرواز کرگئی اور حضرت ہم سے جدا ہوگئے، نہ ہی میں لکھنؤ پہنچ سکا اور حضرتؒ لکھنؤ پہنچے تو اس حال میں کہ کہیں اور پہنچنے کے لئے تیار ہو چکے تھے، حضرت کا لکھا ہوا وہ پرچہ ان صاحب کو دیا تو ان صاحب نے برکت کے لئے رکھ لیا۔

حضرتؒ کی وفات کے بعد اب سارے حالات سے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کو برابر مطلع کرتا رہتا تھا، حضرتؒ نے فرمایا ابھی وہیں یعنی ہتھورا میں رہو وہیں ڈٹو اور پڑھاؤ، چنانچہ حضرت کے فرمان کے مطابق احقر پوری دلجمعی کے ساتھ تدریسی و تصنیفی کام میں مصروف رہا، اسی درمیان تکوینی طور پر کچھ گھریلو اسباب ایسے پیش آئے کہ بچوں کو مع ضروری سامان کے لکھنؤ کے کرایہ کے مکان میں منتقل کردیا جہاں دوسرے قریبی اعزہ تھے اور ہر طرح کا اطمینان بھی تھا، اب صورتحال یہ ہوگئی کہ ہر دو ہفتہ میں لکھنؤ اور ہردوئی کا ایک دوروز کا سفر ہوتا، اس درمیان مکان بننے کی کاروائی اور تیز ہوگئی، اس طرح تقریباً سال گذر گیا حضرت کی خدمت میں برابر حاضری ہوتی رہتی تھی، ڈیڑھ سال بعد وسط سال میں ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا اب لکھنؤ آجاؤ اور یہیں مقیم ہوجاؤ، لکھنؤ میں مقیم ہونے کی صورت تو پہلے ہو چکی تھی، کرایہ کے مکان میں آدھا سامان بھی منتقل ہو چکا تھا اور بچے بھی رہ رہے تھے اب صرف کہیں پڑھانے کی بات باقی رہ گئی تھی، حضرت نے فرمایا ندوہ جاؤ اور حضرت مولانا محمد رابع صاحب ناظم ندوۃ العلماء سے جاکر بات کرو، احقر نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت والا کچھ تحریر فرمادیں، فرمایا پہلے جاکر بات کرو وہاں ضرورت بھی ہے یا نہیں، حضرت کے فرمان کے مطابق احقر حاضر ہوا ناظم صاحب نے فرمایا میں انشاء اللہ مشورہ کرکے مطلع کروں

گا۔عرصہ گذر گیا ناظم صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا احقر پھر حاضر ہوا ناظم صاحب نے فرمایا مجھے طویل سفر درپیش تھا ذہول ہو گیا میں مشورہ کر کے فون پر مطلع کروں گا، یہ تعلیم کا درمیانی سال تھا اسی درمیان احقر نے اپنی جملہ کتابیں جو احقر کے زیر درس تھیں پوری کرادیں ادھر ساری کتابیں پوری ہوئیں ادھر ناظم صاحب و مہتمم صاحب کے خطوط ملے کہ آپ کے متعلق مشورہ ہو چکا ہے اپنے پروگرام سے مطلع کیجئے جلد آجایئے، چنانچہ کتابیں پوری کرانے کے دوسرے ہی دن احقر ندوۃ حاضر ہوا، مہتمم، و ناظم صاحب نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور بڑی شفقت کا برتاؤ کیا، اور فرمایا کہ آپ کی ضرورت ہم کو ابھی سے ہے عید کے بعد کا زمانہ بہت دور ہے، ابھی آجایئے اور اسباق شروع کر دیجئے، اسی عرصہ میں احقر نے والد صاحب کی موجودگی میں والد صاحب کے فرمان سے ناظم مدرسہ ہتھورا سے علحدگی کی اور بجائے مدرسہ ہتھورا کے دوسری جگہ کام کرنے کی اجازت لے لی، ناظم صاحب نے والد صاحب کو بخوشی اجازت دیدی چنانچہ احقر ندوہ حاضر ہو گیا اور فوراً ہی احقر کا تقرر ہو گیا، اور دوسرے روز مشکوٰۃ شریف اور فقہ کی بعض کتابیں احقر کو پڑھانے کو دی گئیں، یہ سب حضرت کے فرمان اور حضرت ہی کے مشورہ کی برکت سے ہوا ورنہ اتنی آسانی اور سہولت سے بندھے نظام کے تحت بہت مشکل اور عادۃً بہت دشوار تھا، لیکن حضرت کی برکت سے سارے کام خود بخود بنتے چلے گئے۔واقعی اللہ والوں سے تعلق رکھنے میں ہر اعتبار سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

والد صاحب کی اور حضرت کی رائے میں عدم موافقت

احقر کے والد ماجد بھی ماشاء اللہ مولانا صدیق احمد صاحب سے بیعت تھے۔حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ سے بھی بڑی عقیدت تھی بعد میں حضرتؒ سے بیعت بھی ہو گئے تھے، اور حضرت اقدس تھانویؒ کی کتابوں کا مطالعہ خوب کئے ہوئے تھے، والد صاحب کی رائے لکھنؤ میں رہنے کی اور کام کرنے کی بالکل نہ تھی بلکہ اصرار تھا کہ وطن میں آکر میرے پاس رہو اور

یہیں علاقہ میں کام کرو یہاں خاندان ہے اعزہ ہیں اپنے لوگ ہیں ذاتی مکان ہے ہر طرح کی سہولت ہے، اپنے لوگ ہیں تعاون کریں گے، وہاں اجنبی ہو گے تنہا ہو گے خاندان نہیں مکان نہیں، اسلئے والد صاحبؒ کی لکھنؤ قیام کی رائے بالکل نہ تھی۔

احقر نے حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ اس طرح کے امور میں اگر ایک طرف باپ کا حکم ہو اور دوسری طرف پیر و مرشد کا حکم اس کے برعکس ہو، تو چونکہ باپ کا درجہ پیر سے بڑھ کر ہے اس لئے بجائے پیر کے باپ کی بات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ احقر نے حضرت اقدسؒ سے والد صاحب کی رائے اور ان کا اصرار عرض کر دیا، والد صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میری طرف سے حضرت سے کہہ دینا کہ والد صاحب کی یہ رائے ہے اور اس وجہ سے ہے، اس کے بعد بھی اگر حضرت کی یہی رائے ہو تو پھر اسی میں خیر ہے، اور یہ منجانب اللہ فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ والد صاحب کے خط کی نقل احقر نے حضرت اقدس (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں پیش کی حضرت اقدس نے بغور سنا اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ یہاں لکھنؤ میں کیا دشواری ہے یہاں بھی اپنے لوگ ہوں گے متعلقین اور بچے ساتھ رہیں گے یہاں ساتھ رہ کر دینی خدمت کے اور دینی کام کے مواقع زیادہ ہوں گے، وہاں وطن میں تنہا کونے میں پڑے رہو گے اور یہاں اہل علم اہل مدارس کی آمد و رفت ہے افادہ استفادہ زیادہ ہوگا، الغرض حضرت کے فرمان کے مطابق لکھنؤ میں رہنا طے ہو گیا اور حضرت والد صاحب کو بھی اس پر پورا انشراح ہو گیا۔

حضرتؒ کی شفقت وعنایت اور مکان میں ورود مسعود

علی گڑھ بمبئی سے آمد و رفت اور لکھنؤ تشریف آوری کے وقت جب کبھی حضرتؒ کا گذر ہردوئی کے راستہ سے ہوتا تو احقر کا مکان چونکہ ہردوئی روڈ پر ہی لب سڑک ہے، کئی مرتبہ اس روڈ پر سے گذرتے ہوئے غائبانہ لوگوں سے حضرت اقدسؒ نے اس ناکارہ کا تذکرہ فرمایا

اور فرمایا یہیں اس کا مکان ہے ۔ حضرت اقدسؒ کی نفاست اور مزاج کی لطافت، اصول ومعمولات کی پابندی سے وہ حضرات خوب واقف ہوں گے جن کو حضرت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے، اس کے پیش نظر احقر اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت والا کو اپنے مکان میں تشریف آوری کی زحمت دوں، خصوصاً اس ضعف اور بڑھاپے کے عالم میں، لیکن قربان جایئے حضرت کی شفقتوں وعنایتوں پر کہ ایک مرتبہ حضرت نے خود ہی ایسے کلمات ارشاد فرمائے جس سے حضرت کا رجحان اور رغبت معلوم ہوتی تھی، اور اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت والا خود احقر کے مکان تشریف لانا چاہتے ہیں ۔ حضرتؒ کی منشا کو محسوس کر کے احقر نے خود حضرت اقدس سے درخواست کر دی حضرت نے فوراً قبول فرمالیا، اور لکھنؤ تشریف آوری کے وقت رفقاء اور بعض دیگر معزز مہمانوں کے ساتھ مقررہ وقت پر اپنی سواری سے حضرت اقدس نے غریب خانہ پر جلوہ افروز ہو کر احقر کو عزت بخشی، تاریخ کا تعین پہلے ہو چکا تھا اس لئے احقر نے بعض مخصوص قریبی احباب اور حضرت والد ماجد کو خاص طور پر پہلے سے مدعو کر رکھا تھا، احقر اور حضرت والد صاحب کے لئے یہ بڑی مسرت اور بڑی سعادت کی بات تھی کہ ایک ایسی نعمت کا حصول بغیر کسی استحقاق کے ہو رہا تھا جس کی ہم کبھی توقع بھی نہ کر سکتے تھے ۔ حضرت اقدس تشریف لائے دوپہر کا وقت تھا حضرت نے ناشتے کھانے کی ممانعت پہلے سے فرمادی تھی ۔

مکان میں جلوہ افروز ہوئے تھوڑی دیر آرام فرمایا پاؤں کی جانب الماری میں دینی کتابیں رکھی ہوئی تھی جو اگر چہ پاؤں کی مواجہت میں اور اس کے مقابل نہ تھیں، لیکن قرب ضرور تھا حضرت نے فرمایا یہ کتابیں بھی اس الماری میں نہ ہونی چاہئے اس سے اوپر الماری میں ہونی چاہئے، تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد استنجاء خانہ تشریف لے گئے نماز کا وقت ہو چکا تھا، حضرت نے فرمایا فلاں صاحب (حضرت کے ایک خلیفہ، صاحب علم جن کا نام معلوم نہیں) نماز کے بعد تھوڑی دیر مسجد میں بیان فرمائیں گے یہ بات احقر سمجھ نہیں سکا کہ حضرت بھی مسجد تشریف لے چلیں گے یا نہیں، مسجد میں بھی لوگ حضرت کے دیدار کے مشتاق ومنتظر تھے،

جماعت کا وقت ہو چکا تھا ہم سب کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں کہ خادم حضرت کو لے کر آتے ہوں گے، جب دیر ہوئی تو بندہ فوراً مسجد سے گھر حاضر ہوا اور حضرت کے خادم کو اطلاع دی کہ مسجد میں انتظار ہو رہا ہے حضرت نے فرمایا میں تو معذور اور سفر میں ہوں میرے لئے مسجد جانا ضروری نہیں، میں نے کہہ دیا تھا کہ فلاں صاحب تھوڑی دیر بیان کریں گے لیکن جب حضرت کو معلوم ہوا کہ مسجد میں ابتک انتظار ہو رہا ہے تو حضرت تشریف لائے گاڑی سے جانے اُترنے چڑھنے میں خاصی دیر لگی جماعت کے وقت سے کافی زیادہ وقت ہو چکا تھا حضرت اقدس نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا کہ کسی کے انتظار میں جماعت میں اتنی دیر نہیں کرنی چاہئے، مصلین میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں کوئی کام چھوڑ کر آتا ہے کسی کو سفر میں جانا ہوتا ہے کوئی مکان چھوڑ کر آتا ہے، الغرض حضرت کی تادیب وتنبیہ سے یہ سبق سب کو ملا، اور حضرت کے عتاب کا ایک منظر تمام مصلین نے دیکھا اور ساتھ ہی ساتھ تمام منتظرین ومشتاقین کی آنکھیں بھی حضرت کے دیدار سے مشرف ہوئیں، نماز کے بعد بیان ہونا تھا اس کا اعلان بھی کیا گیا لیکن حضرت نے فرمایا اب بیان نہیں ہوگا دس منٹ کا وقت دیا گیا تھا دس منٹ یوں ہی چلے گئے اب بیان کا وقت نکل گیا چنانچہ بیان نہیں ہوا لیکن بیان سے شاید اتنا فائدہ نہ ہوتا جتنا فائدہ حضرت کی اس تادیب وعتاب سے ہوا، اور ایک ایسا سبق ملا جو انشاء اللہ زندگی بھر یاد رہے گا، اس کے چند روز کے بعد ان ہی مصلین میں سے ایک مصلی مقتدی نے احقر سے بیان کیا کہ اس دن مجھ کو بہت جلدی تھی صرف جماعت سے نماز پڑھنے کیلئے آیا تھا اور فوراً واپس جانا تھا اس دن بڑا نقصان ہوا اور بڑی تکلیف پہنچی۔ اس وقت حضرت کی نصیحت کی قدر معلوم ہوئی، اور اندازہ ہوا کہ بعض جگہ بعض مساجد میں امام یا کسی دوسری شخصیت کی وجہ سے جماعت میں غیر معمولی تاخیر کی جاتی ہے اور پوری جماعت کو ایک شخص کی وجہ سے روکا جاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے اور یہ حرکت قابل احتراز ہے، اِلا یہ کہ کسی معذوری کی وجہ سے احیاناً ایسا کیا جائے۔ اور مصلین مقتدی بھی سب اپنے خاص لوگ ہوں۔ مسجد سے باہر نکلتے ہوئے

حضرتؒ نے مسجد کی دیواروں کے قریب گندگی اور کوڑا دیکھا اس پر بھی تنبیہ فرمائی کہ مسجد کے قریب بھی صفائی ہونی چاہئے۔

اپنی مسجد اپنا نظام

جس مسجد کا قصہ ماقبل میں گذرا احقر اسی مسجد میں حسبۃً للہ امامت کرتا تھا جمعہ کے دن اوراس کے علاوہ بھی کچھ دین کی باتیں سننے سنانے کا بھی معمول تھا ضرورت کے مطابق کوشش کے بعد ایک مکتب بھی وہاں قائم کیا گیا جو الحمد للہ اب تک چل رہا ہے ،لیکن یہ سارا نظام دوسروں کی ماتحتی میں تھا اپنے اختیار کا اس میں کچھ دخل نہ تھا حضرت اقدس کا منشا یہ تھا کہ اپنی جگہ مستقل ہو جس میں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہ ہو اور آزادی سے جو نظام چلانا چاہوں چلا سکوں ،حضرت کی برکت سے ایک صاحب خیر نے مسجد کے لئے زمین وقف کی اور جلد ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی تعمیر کی بھی صورت فرما دی ،حضرت نے فرمایا یوں تو اور بھی مساجد میں دینی باتیں سنانے کا نظام بنایا جائے لیکن اپنی مسجد ایک مستقل ہو ،الحمد للہ حضرت کی منشاء کے مطابق یہ کام بھی ہوگیا۔حضرت کی برکت سے اپنی ایک چھوٹی مسجد بن گئی ،اور ایسے لوگوں کے اور ایسی قوم کے درمیان کہ واقعی جہاں شدید ضرورت تھی جس قوم کے افراد اذان نماز تو کیا کلمہ بھی صحیح نہیں جانتے ، جنکے نزدیک عبادت کا کوئی تصور ہی نہیں تھا جو صفائی ستھرائی اور تہذیب وتمدن سے بالکل دور، دینی و دنیوی تعلیم سے بالکل کورے، زمانہ جاہلیت کی سی زندگی گذار رہے تھے الحمد للہ وہاں مسجد بنی ،نمازی پیدا ہوئے مکتب قائم ہوا اور بچوں کو دینی تعلیم دی جانے لگی اور اسلامی معاشرہ کا رفتہ رفتہ رواج ہوا ،ایک مرتبہ حضرت نے احقر سے تنہائی میں فرمایا کہ روزانہ ایک سنت اور ایک گناہ لوگوں کو بتلا دیا کیجئے۔الحمد للہ اس نوع کی تعلیمات کا سلسلہ جاری ہے۔

باب ۹

بیماریوں کے حملے اور زندگی کے آخری ایام

صحت وتندرستی، کمزوری اور بیماری دونوں ہی اللہ کی نعمتیں ہیں، کیونکہ دونوں ہی اللہ کی طرف سے ہیں کوئی شکر والی نعمت ہے تو کوئی صبر والی، بعض مشائخ نے ولایت اور بزرگی کی تین علامتیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک علامت دکھ اور بیماری میں ابتلاء بھی ہے، حضرت اقدس کو اگر اللہ تعالیٰ نے صحت وتندرستی کی نعمت سے مالا مال فرمایا تھا تو اس کے ساتھ دوسری قسم کی نعمت سے بھی محروم نہیں فرمایا تھا، دکھ سکھ بیماری، اعذار، کے حالات سے آپ کا بھی سابقہ پڑا اور بار بار پڑا۔

انتقال سے دو سال قبل حضرت والا پر تابڑ توڑ کئی بیماریوں کے سخت حملے ہوئے، ایک مرتبہ بیماری کا حملہ عین اس وقت ہوا جب کہ احقر اور والد صاحب ہردوئی حضرت کی خدمت میں حاضر تھے حضرت والا نے والد صاحب کی رعایت میں کافی لحاظ فرمایا اور ملاقات کے لئے بلانا چاہتے تھے کہ اچانک منھ سے خون آیا اور ضعف بڑھتا ہی جارہا تھا، شدید نقاہت کے ساتھ غنودگی کی سی کیفیت ہو جاتی تھی لیکن بے صبری اور جزع فزع کی حالت بالکل نہ تھی بلکہ ایسی حالت میں پورے سکون واطمینان کے ساتھ تھے، فوراً گاڑی لائی گئی اور لکھنؤ علاج کے لئے

روانگی کی تیاری شروع ہوئی، والد صاحب کی اسوقت ملاقات نہ ہوسکی صرف زیارت اور دیدار پر اکتفا کیا لیکن ایسی سخت بیماری اور مجبوری کے عالم میں بھی حضرت اقدس نے والد صاحب کی طرف رخ کرتے ہوئے معذرت کا اظہار کیا اور فرمایا انشاءاللہ آئندہ ملاقات ہوگی۔

بیماری کا پہلا سخت حملہ

بیماری کا یہ پہلا سخت حملہ کافی تشویشناک تھا جس نے لوگوں کو فکر میں ڈال رکھا تھا، حضرت اقدس لکھنؤ لے جائے گئے پہنچتے پہنچتے غنودگی طاری ہوگئی، منھ سے خون ایک مرتبہ نہیں بار بار تھوڑا اور زیادہ آچکا تھا، سحر نرسنگ ہوم میں داخل کئے گئے، ڈاکٹروں کی ٹیم آئی سب نے اپنے ہنر اور فن کے کرتب دکھلائے اور سب کے مشورے سے علاج شروع ہوا، مسلمان ڈاکٹروں کو چھوڑیئے غیر مسلم ڈاکٹر بھی حضرت کی خدمت میں حاضری دینے اور ادنیٰ خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے، قیام بالائی منزل میں سکون واطمینان کی جگہ رکھا گیا، حضرت غنودگی اور سکتہ کے عالم میں پڑے ہوئے تھے نلکی کے ذریعہ سے دوائیں اور غذائیں پہنچائی جارہی تھیں، نہ صرف لکھنؤ کانپور بلکہ دور دراز شہروں اور بیرون ملک بیماری کی اطلاع بجلی کے کرنٹ کی طرح تیزی سے پھیل چکی تھی، عیادت اور زیارت کرنے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، زیارت کے اوقات مقرر کر دیئے گئے تھے، ندوۃ العلماء سے اساتذہ وطلبہ صبح وشام زیارت وعیادت کے لئے آتے تھے، ندوۃ العلماء کے مہتمم جناب مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور ناظم دارالعلوم مولانا محمد رابع صاحب اور دیگر بڑے اساتذہ بھی حاضر خدمت ہوتے تھے، احقر کا معمول تقریباً یومیہ علی الصباح یا دوپہر کو حاضری کا تھا، حضرت کے خدام کا احسان تھا کہ وہ اندر بلا لیتے اور ہوش آجانے کی صورت میں حضرت والا اس احقر کو پہچان لیتے اور بیٹھنے کے لئے اشارہ فرماتے، احقر اس موقع اور اس قدر حاضری کو بھی غنیمت وسعادت سمجھتا تھا، بیماری کی خبر پھیلتی جارہی تھی، کانپور لکھنؤ کے علاوہ حیدرآباد، گجرات بمبئی، اورنگ آباد، افریقہ سے

آنے والوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، کبار علماء ومفتیان کرام اور دیگر عمائدین صرف زیارت وعیادت کی نیت سے حاضر ہوتے اور تھوڑی دیر رہ کر چلے جاتے، مرکز نظام الدین، مکہ مکرمہ خانہ کعبہ، مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں حضرت کے صحت کے لئے دعائیں کی جارہی تھیں، کتنے اللہ کے بندوں کو احقر نے آنسو بہاتے روتے دیکھا کہ اے اللہ ہمارے حضرت کو کچھ دن کی اور مہلت دیدے، حضرت غنودگی اور بے ہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے غنودگی میں کبھی ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے جیسے کوئی بے ہوش آدمی کیا کرتا ہے، حضرت کے حواس قابو میں نہ تھے اور یہی حضرت کی وہ کیفیت تھی جس نے لوگوں کو اشکبار اور مایوس کررکھا تھا، خون برابر منھ سے آرہا تھا کبھی کم کبھی زیادہ، ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق ''برین ہمبریج'' کا حملہ تھا، جس کے بعد افاقہ کی نوبت مشکل ہی سے ہوتی ہے، بہرحال ڈاکٹروں کی ٹیم اپنے ہنر اور فن آزمائی کررہی تھی، دعاء کرنے والے دعاء میں لگے تے۔ دوا اور دعا دونوں ساتھ چل رہی تھیں، بالآخر حرم پاک اور مدینہ طیبہ میں رو رو کر کی جانے والی دعائیں کہاں تک اثر نہ لاتیں، اللہ نے وہ دن جلد دکھایا کہ ہمارے حضرت ماشاءاللہ ہوش میں آ گئے صحت مند تندرست ہوگئے، ہوش آتے ہی حسب سابق وحسب مزاج وعادت دین کی اور نصیحت کی باتیں کرنے لگے چہرہ پر مسکراہٹ کے آثار بھی نظر آنے لگے اور ساتھ ہی ہردوئی چلنے کی فرمائش بھی کی جانے لگی، ڈاکٹروں کا اصرار تھا کہ افاقہ کے بعد بھی کچھ دن اور حضرت کو روک لیا جائے ہردوئی پہنچ کر خدانخواستہ اگر مرض عود کرآیا تو سخت دشواری پیش آئے گی، یہاں ہر قسم کی سہولت ہے، بہرحال مختصر مدت کے لئے قیام بڑھادیا گیا اور اب ماشاء اللہ حضرت کی طبیعت ٹھیک ہوگئی اور ڈاکٹروں کا وہ خطرناک جملہ کہ اس مرض کے حملہ کے بعد افاقہ مشکل ہوتا ہے غلط ثابت ہوا، تدبیر کو چھوڑیئے، دعا کی برکت سے اللہ نے ایسی تقدیر بدلی کہ ڈاکٹر بھی حیران تھے۔

اسپتال میں بھی علمی واصلاحی گفتگو

اللہ پاک نے حضرت اقدس کو شفادی تو حضرت اقدس کی نگاہ میں وہ ساری علمی واصلاحی باتیں گردش کرنے لگیں اور آپ کو اپنا ہردوئی یاد آنے لگا، لکھنؤ کی بعض مساجد کی غلط اذانیں سن کر آپ کو تکلیف ہوئی، ندوۃ العلماء سے حضرت مولانا برہان الدین صاحب اور دیگر اہل علم حضرات تشریف لائے تو حضرت اقدس ان کے سامنے علمی واصلاحی باتیں کرنے لگے، ہردوئی میں بعض مسائل برائے تحقیق آئے تھے وہ حضرت کے ذہن میں تھے حضرت نے ان کی تحقیق یہاں بھی شروع فرمادی، احقر راقم الحروف سے نیز حضرت مولانا برہان الدین صاحب سے بھی حضرت نے فرمایا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ہاجرہ کون تھیں یہ بادشاہ کی بیٹی تھیں یا باندی؟ محدثین نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے اس نوع کے بعض تحقیقی سوالات تھے جو حضرت نے اہل علم کے سامنے بیان فرمائے اور فرمایا اس کی تحقیق کر کے لائیے گا، دوسرے روز احقر فتح الباری وغیرہ کی عبارتیں نیز بہشتی زیور کی عبارت نقل کر کے لے گیا تھا حضرت اس سے مطمئن ومسرور ہوئے۔

لیکن اہل علم کے لئے واقعی یہ حالت قابل رشک اور باعث عبرت ہے کہ بیماری ایسی شدید اور حالت ایسی نازک اور قیام اسپتال میں لیکن دھن سوار ہے علمی اور اصلاحی باتوں کی، حضرت کا تقاضا ہردوئی جلد چلنے کا ہوا چنانچہ حضرت ہردوئی تشریف لائے اور وہ عظیم الشان نعمت جو اللہ کے بندوں سے چھینی جانے والی تھی دعا واستغفار کی برکت سے پھر قدر دانی کے لئے حوالہ کردی گئی، حضرت ہردوئی تشریف لائے اور احتیاط وحفاظت کے ساتھ دیگر معمولات اور فیضان کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔

اس موقع پر شاعر حبیب لبیب جناب انیس پرخاصوی صاحب کے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمایئے جوانہوں نے اسی موقع پر کہتے تھے جو واقعی بڑے دلسوز اور سبق آموز بھی ہیں اور حضرتؒ کے مسلک ومشرب اور مزاج کی پوری عکاسی وترجمانی بھی کرتے ہیں۔

پسندیدہ اشعار

از:۔ جناب انیس پرخاصوی صاحب

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب

کی طویل علالت کے بعد صحت یابی کے موقع پر

مایوسیوں کے صحرا میں امید کا چمن
لگ ہی چکا تھا چاند کو پوری طرح گرہن

عالم پہ چھا گئی تھی مصیبت کی تیرگی
جب چھنٹ گیا گہن تو ملی پھر سے روشنی

حضرت کی علالت سے تھے ہم اس قدر نڈھال
دل ہی اداس رہتا تھا ہنسنے کا کیا سوال

روتے تھے گڑگڑاتے تھے اللہ کے حضور
کردے معاف ہم سبھی خدام کے قصور

حضرت کی عمر اور بڑھا دے مرے خدا
تجھ سے دعا یہ ہے کہ صحت جلد ہو عطا

جب تک ہمارے شیخ رہے اسپتال میں
ہے کون جو رہا نہ ہو رنج وملال میں

جیسے کہ چھین لی ہو کسی نے ہر اک خوشی
ہم عرض کیا کریں کہ تھے ہم کس قدر دکھی

اللہ تو ہماری دعاؤں کو کر قبول
حضرت ہمارے شیخ ہیں اور نائب رسول

یہ معجزہ ہی تھا کہ دعائیں ہوئیں قبول
ایسا لگا کہ جیسے پریشاں تھے ہم فضول

خدام مثلِ بلبل ومینا چہک اٹھے
کلیاں چٹک کے کھل گئیں گلشن مہک اٹھے

عکس جمال مانا کہ رحمت ہے دوستو
کیفیتِ جلال بھی نعمت ہے دوستو

ساقی کے میکدہ میں کہاں اب جلال ہے
رخصت ہوا جلال فقط اب جمال ہے

جس پر پڑی ہے حضرت ہردوئی کی نظر
قربان اس نے کر دیئے اپنا دل وجگر

فضل خدا سے شیخ صحت مند ہو گئے
فرمایا جاگتا ہوں مگر لوگ سو گئے

اٹھ جاؤ اور اٹھ کے چلو سنتوں کی راہ
کچھ حزن مت کرو نہ پریشاں ہو خواہ مخواہ

سن لو جو کہہ رہا ہوں محبت کی بات ہے
سنت کی راہ اور شریعت کی بات ہے

اللہ کے رسول سے الفت ہے گر تمہیں
سنت کی راہ چاہئے پیشِ نظر تمہیں

ہر وقت کی دعاؤں کا بھی اہتمام ہو
یاد الٰہی ذکر نبی صبح وشام ہو

سالک کا حسن اور یہی اس کا ہے جمال
منکر سے اجتناب اور امر کا امتثال

وابستہ مجھ سے جو ہیں سنیں وہ ذرا مزید
سنت سے عشق جس کو ہے وہ ہے مرامرید

قرآن پڑھ رہے ہو تو تجوید سے پڑھو
مجہول پڑھنا چھوڑ کے معروف تک بڑھو

گانے کی طرح کھینچ کے ہرگز اذاں نہ دو
جس لفظ کا جو حق ہے بس اتنا ادا کرو

اللہ میں لام اتنا بڑھاؤ کہ مد نہ ہو
مد کو نہ اتنا کھینچو کہ جس کی بھی حد نہ ہو

خدمات کی ہیں جس نے اسے دل سے ہے دعا
دارین کی بھلائی عطا کر اسے خدا

نزدیک اور دور سے جس نے بھی کی دعا
تو کر جزائے خیر عطا ان کو اے خدا

پائے گا نیک عمل میں وہی سنتوں کا نور
رہتا ہے جو انیسؔ سدا بدعتوں سے دور

بیماری کا دوسرا اور تیسرا حملہ اور بمبئی کا سفر

طویل بیماری کے بعد صحت وتندرستی کے خوشگوار دن گذرتے رہے حضرت کے فیضان کا سلسلہ بڑھتا ہی جارہا تھا، اہل مدارس علماء فضلا ومشائخ کا تانتا لگا ہوا تھا، عصر کے بعد کی مجلس حضرت کے پورے انشراح وانبساط کے ساتھ ہوا کرتی تھی، مدرسہ کا نظم ونسق اور واردین صادرین جن جن اغراض ومطالب کے لئے آتے تھے حضرت ان سب سے ملاقات کرتے ان کی ضروریات پوری کرتے، حسب موقع تنبیہ وتادیب بھی فرماتے، آنے والوں کے لئے اصلاح وتربیت کا دروازہ کھلا ہوا تھا ہر وقت مہمانوں کا ہجوم رہتا تھا، اہل علم واہل مدارس کی بڑی تعداد ہر وقت استفادہ کی غرض سے اور تصحیح کلام پاک وتصحیح اذان وصلوٰۃ کے لئے پڑی رہتی تھی، اور حضرت ان سب کی سرپرستی فرماتے تھے۔ کوتاہی کرنے والوں پر زجر وتوبیخ اور عتاب کے منظر بھی سامنے آتے رہتے تھے، کارکنان مدرسہ سے ادنیٰ لغزش ہوجانے پر

محاسبے بھی ہوا کرتے تھے، صبح کے معمولات میں ترانہ میں خود تشریف لاتے اور نصیحتیں فرماتے، مدرسہ کے بعض پرانے لوگوں کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت ایسی چستی اور بشاشت سے سارے کام انجام دے رہے ہیں، اور اس وقت حضرت کا وہ حال ہے جو بیس سال قبل تھا، اللہ والوں کی بھی عجیب شان ہے کہ بڑھاپے میں وہ کام انجام دے رہے ہیں اور ایسی محنت ومجاہدے کرر ہے ہیں جس کو جواں بھی آسانی سے نہیں کر سکتے۔

دیکھتے دیکھتے رمضان شریف کا مہینہ آ گیا رمضان شریف کے معمولات اور اس میں حضرت کے فیضان کے سلسلہ اور اصلاح وتربیت کا اندازہ بالکل جداگانہ ہوتا تھا اس کی مختصر تفصیل انشاء اللہ مستقل باب ''رمضان شریف کے معمولات'' کے ضمن میں عرض کروں گا، رمضان گیا عید آئی بہار آئی، خیال تھا کہ غالبا اس سال حضرت اب سفر حج میں ضرور تشریف لے جائیں گے اور دل ہی دل میں تمنا کر رہا تھا کہ اگر حضرت تشریف لے جائیں گے تو احقر بھی جانے کی کوشش کرے گا، لیکن دیکھتے دیکھتے ایک دن اچانک حضرت پر پھر بیماری کا شدید حملہ ہوا، بیماری وہی ہو یا اس سے مختلف لیکن بہرحال سخت خطرناک صورحال پیدا ہوگئی، حسب معمول حضرت پھر لکھنؤ تشریف لے جائے گئے لکھنؤ میں علاج ہوا لیکن کوئی خاص افاقہ نہیں ہوا، ڈاکٹروں نے اپنے بس کی جتنی تدبیریں تھیں کر ڈالیں لیکن سب بے سود ثابت ہوئیں، اور تقدیر کے آگے تدبیر کرہی کیا سکتی تھی، منجانب اللہ یہ بات مقدر ہو چکی تھی کہ وقت کے شیخ ابرار کے فیض کو بمبئی جیسے شہروں میں بھی پہنچایا جائے، وہ بمبئی شہر جہاں حضرت والاؒ کے شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اصلاح وتربیت کی بنیاد ڈالی، جہاں آپ کے شیخ نے اصلاحی وعظ فرمایا اور وہ شہر بمبئی جو ایک عرصہ تک حضرت اقدس تھانویؒ کے خلفاء مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ اور دیگر اکابر کی توجہات کا مرکز بنا رہا، اب بمبئی سونا تھا، کسی اللہ والے کی آمد کا منتظر اور اپنی قسمت کے دن شمار کر رہا تھا کہ کب آئے وہ خوش نصیب دن کہ کسی اللہ کے ولی شیخ وقت، شیخ ابرار کی تشریف

آوری سے یہاں کی ظلمتیں چھٹ جائیں، فساق وفجار کی کایا پلٹ جائے، علماء وفضلاء کو صحیح رخ مل جائے اور شیخ وقت کی نورانی مجلسوں ومحفلوں سے بمبئی کی فضا انوار وبرکات سے منور ہوجائے، قدرت کو منظور یہی تھا، جس کے لئے قدرتی طور پر حضرت کو لکھنؤ سے بمبئی بھیجنے کے اسباب پیدا کئے گئے، یہ بیماری نہیں بیماری کا بہانہ ہے، دوسرے بیماروں کے علاج کا انتظام اور مردہ دلوں کی زندگی کا سامان ہے، کسے معلوم تھا کہ حضرت اقدس کا یہ سفر لکھنؤ کے لئے ہورہا ہے یا بجائے لکھنؤ کے بمبئی کا، حق تعالیٰ کے تقدیری فیصلوں اوراس کی حکمتوں کو کون جان سکتا ہے، ڈاکٹر اپنے علاج کر چکے اپنے فن کا مظاہرہ اپنے ہنر کی آزمائش اور اپنے حوصلے جی بھر کر نکال چکے، اسپتال وہی ڈاکٹر بھی وہی دوائیں عمدہ سے عمدہ لیکن افاقہ کی کوئی صورت نہیں ہورہی تھی اور ہوتی کیونکہ اللہ کو منظور ہی کچھ اور تھا، ڈاکٹروں نے خود تقدیر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے، گھٹنے ٹیک دیئے اور خود ہی پکار اٹھے کہ اب حضرت والا کو بمبئی لے جایا جائے چنانچہ لکھنؤ سے برائے ہوائی جہاز آنا فاناً بمبئی کا نظام بن گیا اور حضرت ہم سے جدا ہو کر بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے لکھنؤ خوش قسمتی کے بعد اپنی بدقسمتی پر حسرت کرتا رہا اور اب وقت آ گیا تھا بمبئی کی خوش قسمتی کا۔اس موقع پر حضرتؒ کا ارشاد فرمودہ ایک ملفوظ بھی ملاحظہ فرماتے چلئے۔

''ارشاد فرمایا کہ صحت کی دعا کرتے رہنا چاہئے لیکن جب بیماری آجائے تو اس کو بھی اپنے لئے خیر سمجھے (اس سے) گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور عاجزی وتواضع پیدا ہوتی ہے اور تکوینی طور پر ڈاکٹر کی روزی، ٹیکسی والوں کی روزی، تیمارداروں کو ثواب اور دواخانوں کا نفع اور نہ جانے کیا کیا حکمتیں ہیں، بالخصوص جب مقتدائے دین اور مشائخ بیمار ہوتے ہیں تو وہ ضعفاء اور کم ہمت جو دین کے کنوئیں تک نہیں جاسکتے ہیں تو بیماری کی راہ سے کنواں وہاں تک پہنچادیا جاتا ہے۔ میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ مولانا جب بیمار ہو کر علاج کے لئے بمبئی تشریف لے گئے تو بمبئی کے کتنے لوگوں کو دینی نفع ہوا اور کتنے ڈاکٹروں کی اصلاح ہوئی''۔ (مجالس ابرار ص ۲۸۹)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کے سفرِ بمبئی کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اب بمبئی کی قسمت نے زور کیا، ظاہر بیں سمجھے کہ مولانا اپنے علاج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں لیکن حقیقت میں اہل بمبئی کا علاج مقصود تھا، اور وہاں ایک روحانی مطب کھلنے کا قضاوقدر میں فیصلہ ہوگیا تھا'' (پرانے چراغ ۱/۱۷۵)

ٹھیک یہی صورت اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپ کے لئے فرمائی کہ ان ہی مصالح کی بناپر حق تعالیٰ نے آپ کو بمبئی کی سرزمین میں ایک مدت کے لئے بھیج دیا۔

بمبئی میں حضرت کا علاج اور اصلاحی مجلسیں

حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع بمبئی پہنچ چکی تھی خدام اور مریدین ومتوسلین کے علاوہ علماء صلحاء اور بڑی تعداد میں مسجد کے ائمہ سب حضرت کی آمد کے منتظر تھے، حضرت والا بمبئی تشریف لے آئے علاج کی کاروائیاں ہوئیں علاج معالجہ تو بہانہ تھا ورنہ دراصل ڈاکٹروں نے حضرت کا علاج نہیں کیا بلکہ حضرت ہی ان کے علاج کے لئے تشریف لے گئے تھے، بعض وہ بڑے ڈاکٹر جن سے ملاقات جن سے گفتگو آسان نہیں، جن کی ایک مرتبہ دیکھنے کی فیس دسیوں ہزار، وہ ہسپتال جہاں کے حجرہ کے ایک دن کا کرایہ دسیوں ہزار سے متجاوز لیکن حضرت کے لئے سب قربان، ڈاکٹروں کی ٹیم بھی فخر محسوس کررہی ہے اور ہر ڈاکٹر اپنی سعادت سمجھ رہا ہے کہ حضرت کی خدمت کا موقع مجھے نصیب ہوجائے، ایک اعلیٰ درجہ کے ڈگری یافتہ ڈاکٹر جن سے ملاقات کے لئے بڑے مجاہدے کرنے پڑتے ہیں وہ صرف حضرت کو دیکھنے کی غرض سے حیدرآباد ہوائی جہاز سے تشریف لائے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ آچکے ہیں اور حضرت کے خاص معالجین اور مشیروں میں سے ہیں، ڈاکٹروں کی ہیئت اوران کی وضع قطع، شکل وصورت جیسی ہوتی ہے سب ہی کو معلوم ہے اسی وضع کے یہ حیدرآبادی ڈاکٹر صاحب بھی تھے لیکن پہلے جب حضرت

کی خدمت میں حاضری ہوئی تھی تو چہرہ پر ڈاڑھی نہ تھی لیکن اس مرتبہ جب تشریف لائے تو ان کے علاج سے حضرت کو فائدہ ہوا ہو یا نہ ہوا لیکن حضرت کے علاج سے ان کو فائدہ ہو چکا تھا، غیر شعوری طور پر وہ حضرت کی دی ہوئی چند خوراکیں پی چکے تھے جس کے اثر سے ان کے چہرہ پر ڈاڑھی بھی آ چکی تھی اور ان کا چہرہ اب نورانی چہرہ نظر آ رہا تھا، ان کی اس ادا نے خود ان ڈاکٹر صاحب کی محبت وعظمت دل میں پیدا کر دی اور اسی محبت وعظمت کے ساتھ احقر نے بھی ان سے ملاقات کی، سلام مصافحہ کے بعد اپنی اس محبت وعظمت کا اظہار بھی کر دیا جس سے وہ مسرور ہوئے۔

رات کے وقت کئی ڈاکٹروں کا اجتماع ہوتا اور سب باہم مشورے کرتے، حضرت کے جسمانی امراض کی تشخیص اور علاج کی تجویز فرماتے، یہ تھوڑی دیر کی صحبت خود ان ڈاکٹروں کے لئے بڑی مفید اور نفع بخش ثابت ہوتی۔ حضرت کی خصوصی توجہ اور دعاء ان سب کو حاصل ہوتی،

اسپتال میں زائرین اور عیادت کرنے والوں کا سلسلہ لگا ہوا تھا جن میں علماء ومشائخ کے علاوہ سرمایہ دار اور فساق وفجار بھی تھے، یہ سب کثرت سے آتے اور حضرت اقدس کے محض دیدار ہی سے بڑے متاثر ہوتے، کتنے فاسقوں فاجروں کو توبہ کی توفیق ہوئی، کتنے بے نمازی نمازی بن گئے، کتنوں کے چہروں میں ڈاڑھی آ گئی، کتنوں میں سنت کا جذبہ اور شوق پیدا ہوا، اگر ان سب کی تفصیل اور داستان لکھی جائے تو طوالت کا باعث ہوگی۔

ٹھیک وہی صورتِ حال تھی جس کو حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی بابت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''میں نے ان تاجروں اور چوٹی کے کاروباری لوگوں کی عقیدت ورجوع کو دیکھا جو اس سے پہلے کسی دینی دعوت وتحریک سے متاثر نہیں ہوئے تھے، اور جو علماء حق کی طرف سے شدید غلط فہمیوں اور بدگمانیوں میں مبتلا تھے ان کا رجوع برابر بڑھتا گیا اور تیزی سے ان میں اصلاح وتغیر آنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے ان کی صورت وسیرت میں نمایاں تبدیلیاں ہونے لگیں''۔

(پرانے چراغ ۱/۱۷۵)

فاسقوں فاجروں کی توبہ حضرت کے ہاتھوں پر

فلمی دنیا کے رہبر اداکاروں کے امام ہیروں کے سردار دنیا جن کو کہتی ہے دلیپ کمار جن کا حقیقی نام ہے محمد یوسف، ایسا نام پیدا کئے ہوئے کہ چھوٹا بڑا شہری دیہاتی ان کے نام سے واقف ان کی اداؤں کا عاشق ان کے کرشموں کا دلدادہ، کہتے ہیں کہ اسم کا اثر مسمی پر یعنی نام کا اثر ذات پر پڑتا ہے، طبیعت کی شرافت اور باطنی استعداد، صحبت صالح کبھی نہ کبھی اپنا اثر دکھاتی اور رنگ لاتی ہے، وہی صورتحال یہاں بھی ہوئی، طبیعت میں شرافت تھی باطنی استعداد پہلے سے موجود تھی لیکن اس کا استعمال غلط ہو رہا تھا، شرافت طبع نے حضرت اقدس تک پہنچایا تھوڑی دیر کی نیک صحبت نے زندگی کا رخ بدل دیا، وہی دلیپ کمار جو کل تک فلمی دنیا کے شہسوار اور اپنے فن کے امام سمجھے جاتے تھے آج حضرت کے سامنے ندامت کے آنسو بہا رہے ہیں، اپنی جوانی اور زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کرنے پر کف افسوس مل رہے ہیں، اللہ نے توفیق دی حضرت کے ہاتھوں پر توبہ کی، دل سے بیعت ہوگئے کل تک جو فلمی دنیا کے اداکاروں کا شیخ سمجھا تا تھا آج شیخ ابرار کے ہاتھوں پر بیعت ہونے کے بعد گھنٹوں ان کے پیر دبا رہا اور ان کے قدم چوم رہا ہے، اپنی ضائع شدہ زندگی پر افسوس کر رہا ہے۔ تاریخ میں صوفیائے عظام سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت جنید بغدادیؒ کے یہاں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ فاسقوں فاجروں اور ناچ گانے کے شہسواروں نے شیخ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی اور آلات غنا توڑ پھوڑ کر ولی کامل بن گئے اور شیخ کامل کی نگاہ کرم سے اللہ نے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

یہ تو وہ تکوینی مصلحت تھی جس کے تحت اللہ رب العالمین نے وقت کے شیخ ابرار کو لکھنؤ سے بمبئی بھیجا تھا، یہ شان نبوت کا ایک مظہر تھا، اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو دوسروں کی ہدایت اور ان کی اصلاح وتربیت کے لئے بھیجتا ہے اور ان کے فیض کو عام وتام فرماتا ہے، ان کی تشریف آوری سے لوگوں کی زندگی کے رخ بدل جاتے ہیں لوگ ضلالت وگمراہیوں کی

تاریکیوں سے نکل کر نور ہدایت کی طرف آجاتے ہیں، یوسف علیہ السلام کو بھی جیل خانہ اسی تکوینی مصلحت سے بھیجا گیا تا کہ جیل خانہ میں اللہ کے بندوں کا اللہ سے تعلق جوڑ دیں، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لگا دیں، وہاں یوسف علیہ السلام جیل میں قیدیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور یہاں وقت کا شیخ ابرار نام کے یوسف کو کام کا یوسف بنانے کے لئے اور نہ معلوم کتنوں کی ہدایت کے لئے اور علم وعرفاں اور سنت نبویہ کی شمعیں روشن کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

انہیں وجوہ واسباب کی بنا پر اخیر عمر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بمبئی کا سفر اور وہاں کا قیام بھی بڑھ گیا تھا، آپ پورے انشراح سے تشریف لاتے اور طویل مدت تک قیام فرماتے، ٹھیک وہی صورتحال تھی جس کو حضرت شاہ وصی اللہ صاحب مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''بمبئی میں کچھ دنوں سے بہت اچھا کام ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے وہاں کچھ قیام زیادہ رہنے لگا ہے، مگر اپنے دیار اور خاص طور پر الٰہ آباد، علی گڑھ، لکھنؤ، اور جون پور وغیرہ کے دوستوں کے تعلق اور اصرار کی وجہ سے کچھ ضروری کام چھوڑ کر ان کی خدمت کے لئے یہاں چلا آیا، اور یہ خیال ہوا کہ یہاں آ گیا ہوں تو مختصر مدت میں ان حضرات کی جتنی بھی خدمت ہو سکے وہ کر دوں اور پھر بمبئی چلا جاؤں تا کہ وہاں جو کام شروع ہو چکے ہیں وہ خراب نہ ہونے پائیں''۔

(مکتوبات مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص:۴۸۷)

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

''اگر خدا کو منظور ہوتا اور مولانا کے سفر وقیام کا سلسلہ چند سال اور قائم رہتا تو شاید بمبئی میں خاصے وسیع پیمانہ پر دینی بیداری، اصلاح حال، اتباع سنت کا ذوق اور بیسیوں نہیں بلکہ سیکڑوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا ہو جاتا۔ (پرانے چراغ ۱/۱۷۵)

اسپتال سے واپسی
اور لوگوں کا رجوع عام

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو صحت عطا فرمائی اور آپ اسپتال سے واپس قیام گاہ تشریف لائے، ''سہاگ پیلس'' میں حضرت والا کا قیام ہوا، بمبئی اور دوسرے شہروں اور ملکوں میں حضرت کے قیام کی شہرت ہوگئی اور آنے والوں کا ایک سلسلہ قائم ہوگیا، جن میں عوام بھی تھے علماء وفضلا بھی، تاجروں کا طبقہ بھی اور دوسرے حضرات بھی، لوگوں نے آ آ کر حضرت کے ہاتھوں پر توبہ کی اور بیعت کی درخواست کی، حضرت اقدس تو بیعت کے سلسلہ میں عام طور پر لوگوں کے حالات کے پیش نظر تنگی فرماتے اور لوگوں کو بیعت جلدی نہیں فرماتے تھے لیکن بمبئی میں صورتحال اس سے مختلف تھی وہاں بیعت کی درخواست کرنے والوں کو حضرت فوراً بیعت فرمالیتے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت کے دل میں اسی بات کا القاء کیا گیا تھا، بہت سے علماء کو بیعت کے بعد خلافت سے بھی سرفراز فرمایا، گجرات وغیرہ کے بہت سے اہل علم جو دوری کی وجہ سے ہردوئی حاضری نہیں دے سکتے تھے بکثرت حاضر ہونے لگے تقریباً روزانہ ہی علماء وفضلاء اور اہل مدارس کی آمد ورفت رہتی تھی، اور حضرت اقدس سب سے پوری بشاشت سے ملاقات فرماتے اور اصلاحِ مدارس اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتے۔

عصر کے بعد کی مجالس

حضرت کا ہمیشہ کا معمول رہا ہے کہ اگر طبیعت ٹھیک ہوتی اور کوئی عذر مانع نہ ہوتا تو بعد عصر تھوڑی دیر دین کی باتیں سناتے اور لوگوں کو اصلاحی امور کی طرف توجہ دلاتے تھے خصوصاً جن منکرات میں زیادہ ابتلاء ہے اور لوگوں کو ان کی طرف سے بے توجہی ہے ان کی طرف خاص

طور پر توجہ دلاتے ،سب سے زیادہ فکر حضرت اقدس کو منکرات پر نکیر اور اس کے سد باب کی تھی، بکثرت فرمایا کرتے تھے میں یہ نہیں کہتا کہ منکرات پر نکیر نہیں کی جاتی لیکن چونکہ منکرات عمومی شکل اختیار کر چکے ہیں اس لئے اسی عمومیت کے ساتھ اجتماعی طور پر ان پر نکیر کی اور اصلاح کرنے کی ضرورت ہے،حضرت اقدس نے خصوصی اور عمومی مجلسوں میں علماء وعوام کے سامنے اس حقیقت کا اظہار بار بار فرمایا، چنانچہ بمبئی شہر کے علماء اس کام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے'' بزم صدیق'' جو حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے نام پر انجمن بنائی گئی تھی اور جس کے ارکان وافراد اب حضرت اقدسؒ ہی سے منسلک ہو چکے تھے اس بزم کے تحت اس کام کو انجام د یا جانے لگا،علماء اور منتظمین جمع ہوکر باہم مشورہ کر کے کام کا خاکہ تیار کرتے کہ کس انداز سے کام کرنا ہے،اور دوسرے وقت میں جمع ہوکر ایک دوسرے کو کارگذاری سناتے کہ کس طرح کام ہوا ہے اور پوری تفصیل حضرت کے سامنے عرض کی جاتی تھی۔

بمبئی جیسے شہر میں نرسری اسکول کی طرف توجہ

بمبئی جیسے شہر میں جہاں دینی مدارس ومکاتب کا فقدان اور علوم عصریہ کا بڑھتا ہوا رجحان ہے، دینی تعلیم کی طرف لوگوں کو رغبت ہی نہیں اور اگر کسی کو فکر ہو بھی تو اس کے حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔عصری علوم،انگریزی سکھانے پڑھانے کے لئے غیر مسلموں، عیسائیوں کے اسکول عموماً قائم ہیں جن میں مسلمان بچے بھی جا کر انہیں کی تہذیب سے پورے طور پر متاثر ہوتے ہیں،ایسے ماحول میں حضرت کے بعض متعلقین نے ضرورت کے پیش نظر'' صفا'' نامی اسکول کی بنیاد ڈالی جس کے اصول وضوابط حضرت اقدسؒ کی منشا ومزاج کے مطابق مقرر کئے گئے اور جس میں سرپرست بھی حضرت والا کو مقرر کیا گیا، الحمدللہ اس اسکول نے بہت جلد ترقی کی اس کے منتظم وذمہ دار جناب شہاب صاحب شالیمار ہوٹل والے تھے اللہ ان کو غریق رحمت کرے،حضرت کے بڑے محبین میں سے تھے اچانک حادثہ کا شکار

ہو گئے ۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے قائم کردہ اسکول میں حضرت خود تشریف لے گئے معائنہ فرما کر کچھ ہدایات اور نصیحتیں بھی فرمائیں، حضرت اقدس نے دوسرے متعدد علماء کو بھی بھیجا تاکہ وہاں کے نظم ونسق اور تعلیمی امور کا جائزہ لیں اور صحیح رپورٹ دیں، احقر کا بھی اس اسکول میں جانا ہوا، عصری علوم کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا بھی ماشاءاللہ معقول نظم ہے، مستورات پورے شرعی پردہ کے ساتھ آتی ہیں اور پردہ کے ساتھ ہی اسکول میں رہتی اور بچوں کو پڑھاتی ہیں اور پردہ کے ساتھ ہی واپس جاتی ہیں، طلبہ اور طالبات کا لباس اسلامی اصول کے مطابق، بچیوں کے سر پر دوپٹہ اور بچوں کے سب پر ٹوپی، سب بچوں کو دعائیں اور قرآن پاک کی سورتیں یاد کرائی جاتی ہیں اور عصری تعلیم بھی اعلیٰ درجہ کی دی جاتی ہے۔الغرض حضرت کی زیر نگرانی بچوں بچیوں کے لئے تعلیم وتربیت کا یہ اسکول قائم ہوا، اور ماشاءاللہ ترقی پر ہے۔

شہر کے مختلف حصوں میں حضرت کے فیوض و برکات

اس کے علاوہ شہر کے ذمہ دار حضرات حسب موقع مختلف مقامات پر حضرت کی تشریف آوری کا نظام بناتے رہتے تھے ، اگر چہ حضرت اس وقت ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق کم بولتے تھے لیکن جب موقع آجاتا تو حضرت سے برداشت نہ ہوتا اور کچھ نہ کچھ ضرور ارشاد فرماتے، ورنہ لوگ تو صرف حضرت کی تشریف آوری اور محض زیارت ہی کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ شہر کے مختلف اہم مقامات میں حضرت کو لے جایا گیا احقر بھی حضرت کے ساتھ تھا ایک بہت بڑی تاریخی جامع مسجد میں جانا ہوا جو واقعی بڑی عظیم الشان مسجد اپنی نظیر آپ تھی، حضرت والا مسجد تشریف لے گئے، فرط مسرت اور جوش میں احباب نے دن میں مسجد کی ساری بجلیاں اور قمقمے جھالر جو مسجد کی زینت بنے ہوئے تھے روشن کر دیئے، مسجد جگمگا اٹھی دن کا اجالا اور بجلی کی وہ چمک ودمک کہ ہر طرف روشنی ہی روشنی، حضرت اقدس نے دیکھا

تو فوراً اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ اسلام نے ہم کو اس کی تعلیم نہیں دی ہے، یہ تو عیسائیوں کا طریقہ ہے وہ اپنے معابد کو اسطرح مزین کرتے ہیں ہم کو تو اسلام نے سادگی سکھائی ہے، روشنی بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت ہونی چاہئے چنانچہ سارے بلب وغیرہ بجھا دیئے گئے اس کے بعد حضرت اقدس نے خود بھی تحیۃ المسجد دو رکعت ادا فرمائی اور دوسرے حضرات کو بھی پڑھنے کی ہدایت فرمائی، مسجد میں قرآن پاک بدسلیقگی سے بے ترتیب رکھے ہوئے تھے اس کی طرف بھی توجہ دلائی، واپسی پر ان صاحب کی قبر پر ایصال ثواب کی غرض سے تشریف لے گئے جن صاحب نے مسجد بنوائی تھی اور وہ شہید کر دیئے گئے تھے۔

بمبئی شہر کے تبلیغی مرکز میں پروگرام

ظہر کی نماز بمبئی شہر کے تبلیغی مرکز میں پہنچ کر ادا کرنے کا نظام تھا، حضرت مرکز تشریف لے گئے، لوگ تو تبلیغ اور حضرت کے متعلق نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں لیکن نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ تبلیغی حلقہ حضرت کے آگے پیچھے حضرت کو ہاتھوں ہاتھ لئے ہوئے تھا، بڑی کوششوں کے بعد تبلیغی احباب کو یہ سنہرا موقع نصیب ہوا تھا، حضرت اقدس تبلیغی جماعت کے مرکز میں تشریف آوری کے لئے فوراً تیار ہوگئے، تبلیغی احباب نے بعد نماز کچھ نصیحتیں اور ہدایتیں فرمانے کی گذارش کی حضرت نے قبول فرمالیا، نماز کے بعد حضرت کرسی پر تشریف فرما ہوئے، بہت سے مصلین جن کی جماعت چھوٹ گئی تھی وہ نمازیں ادا کررہے تھے، حضرت نے فرمایا ان سے کہہ دو یا تو دور کہیں نماز پڑھیں یا بعد میں پڑھیں نماز پڑھنے کے حال میں کچھ کہنا مناسب نہیں اور جتنی دیر لوگ نماز پرھتے رہے اتنی دیر حضرت خاموش بیٹھے رہے، ان کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت نے وعظ فرمایا، وعظ کے بعد مرکز کے تحت اس قائم شدہ دینی مدرسہ کی بھی زیارت فرمائی جہاں درجہ حفظ کے شعبے قائم تھے، نظام اعلیٰ درجہ کا تھا لیکن طلبہ کے بیٹھنے کے لئے چٹائیاں خستہ حالت میں تھیں حضرت نے اس کی طرف بھی توجہ دلائی۔

قابل رشک اسپتال کا معائنہ

تبلیغی مرکز ہی سے متصل گویا اسی عمارت کے ایک حصہ میں بہت بڑا اسپتال ہے جس کو صرف دیندار مسلمانوں اور تبلیغ والوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ قائم کر رکھا ہے، جس میں ہر نوع کے مریضوں کا علاج ہوتا ہے، غریبوں کا تو گویا مفت ہی ہوتا ہے، ڈاکٹر اعلیٰ درجہ کے فن کے ماہر تجربہ کار ڈگری یافتہ، آلات و مشینیں جدید سے جدید تر جو دوسرے شہروں میں مشکل سے دستیاب ہوں گی، جگہ کافی کشادہ، نظام بڑے سلیقہ کا، ماحول بالکل سنجیدہ، فضا بالکل پاکیزہ، صفائی ستھرائی بے نظیر، اور پورا عملہ نیچے سے اوپر تک، بڑے سے چھوٹے تک، سب کے سب شرعی لباس میں ملبوس، سب کے چہروں میں شرعی ڈاڑھی سب کے سروں پر ٹوپیاں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سب ابھی تبلیغی اجتماع اور چلہ سے یا کسی خانقاہ سے نکل کر چلے آرہے ہیں، بڑے درجہ کے دیندار صوفی اور عابد و زاہد قسم کے ہیں، لیکن یہ اپنے فن کے امام ہیں، ڈاکٹروں کے استاد ہیں، ان میں کمپاؤڈر بھی ہیں، جی ہاں بہت سی جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتیں کام کرنے والی ملازمہ بھی ہیں لیکن سب شرعی پردہ کے ساتھ، مردوں سے اختلاط کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، عورتوں کے علاج کا نظام ہی بالکل علحدہ، مردوں کا وہاں گذر نہیں پردہ کا پورا اہتمام، عورتوں کے چہروں پر نظر پڑنا ہی گویا ناممکن، ان کے کام کرنے اور ان سے کام لینے والیوں کا نظام ہی مختلف ہے، ان کے کام کرنے کا میدان بھی جداگانہ، ان کے کاؤنٹر ان کے روم ہی علحدہ، احاطہ کے اندر ان کی آمد و رفت کے راستے بھی علحدہ، عورتوں کے علاج کے لئے ان کے پرچہ بنانے کے لئے عورتیں ہی خدمت پر مامور ہیں، مرد مردوں کی خدمت انجام دیتے ہیں، ہاں ضرورت کے وقت بڑے ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، پورے اسپتال کا عمومی انتظام جس کے افراد اور کارکنان دیندار، ٹوپی اور شرعی ڈاڑھی والے ہوں احقر نے زندگی میں پہلی ہی بار دیکھا، مقدس شہروں کے اسپتالوں میں بھی احقر نے ایسا نہیں دیکھا، **ذلک**

فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔ یہ سب محنت اور ثمرہ ہے تبلیغی جد وجہد اور اکابر ومشائخ کی خدمات وتوجہات کا اللہ پاک نظر بد سے حفاظت فرمائے، اور مزید ترقیات سے نوازے، اعلیٰ درجہ کی مشینیں رکھی ہوئی تھیں مریضوں کا علاج ہو رہا تھا بعض مہلک امراض میں مبتلا مریض جن کے خون میں سمیت پیدا ہو چکی تھی اور جسم کے پورے خون کی تبدیلی اور صفائی کی ضرورت تھی جو نہایت گراں مشکل اور بھاری علاج ہے لیکن ایسے غریب مریضوں کا علاج گویا وہاں مفت ہو رہا ہے حضرت والا نے ان پر دم کیا، ذمہ دار صاحب نے اسپتال کے ان حجروں کو بھی دکھایا جہاں صرف مستورات کام کرتی ہیں اور مردوں کا وہاں گذر نہیں، مستورات کو علحدہ کر دیا گیا پردہ کی تاکید کر دی گئی، حضرت نے اس عمارت کا بھی معائنہ فرمایا، ذمہ دار صاحب نے اسپتال کے کارکنوں ملازموں ڈاکٹروں کو جمع کر کے حضرت والا سے کچھ نصیحتیں کرنے اور دعا کی فرمائش کی چنانچہ سارے ڈاکٹر اور ملازمین جمع ہوئے اور حضرت والا نے کچھ دیر تک سکوت فرما کر تھوڑی دیر نصیحتیں فرمائیں، احقر کچھ فاصلہ پر تھا، دعاء کے بعد تھوڑی دیر ایک حجرہ میں آرام فرمایا اور واپسی ہوگئی حضرت پر بھی اس پورے منظر کا خاص اثر تھا، چہرہ میں بشاشت کے آثار محسوس کئے جا رہے تھے۔

سمندر کے کنارے

ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق شام کے وقت حضرت اقدس گاڑی پر سیر وسیاحت کے لئے بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، بعض مرتبہ احقر کو بھی ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی گاڑی سمندر کے کنارے پر سے آہستہ آہستہ گذرتی ہوئی لمبی مسافت طے کرتی، شام کے وقت سمندر کی موجیں پہاڑ کے مانند دور سے لہراتی ہوئی نظر آتیں جو بڑی دلفریب اور خوشنما معلوم ہوتیں، بعض لہروں کے تھپیڑے اس وقت شدت کے ساتھ دیواروں سے ٹکراتے کہ موج کے تھپیڑوں کا پانی گاڑی کے اوپر اور شیشوں تک آجاتا تھا لیکن بغیر کسی خطرے کے بلکہ اس منظر سے لطف دوبالا ہو جاتا تھا اور وہ موج بھی لوگوں کی موج کا ذریعہ بن جاتی تھی۔

آنے والے حضرات کی مہمان نوازی اور حضرت اقدس کا تقویٰ

حضرت اقدس کی زیارت اور عیادت میں آنے والوں کی تعداد میں کمی نہ تھی لیکن آنے والے احباب عموماً ایسے ہوتے تھے کہ مجلس کے وقت آتے اور مجلس میں شرکت کر کے زیارت وعیادت کے بعد تشریف لے جاتے، باہر سے آنے والے حضرات جن میں علماء اور نظماءِ مدارس بھی ہوتے وہ بھی تشریف لاتے لیکن اکثر حضرات اپنے متعلقین کے یہاں قیام کرتے اور قیام وطعام کے خود ہی کفیل ہوا کرتے تھے، لیکن کچھ احباب اور متعلقین ایسے بھی ہوتے جو خاص حضرت ہی کے مہمان ہوتے، حضرت ہی کے پاس ان کا قیام ہوتا، صاحب خانہ میز بان صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے بے تکلف اور پورے انشراح کے ساتھ کہہ رکھا تھا کہ حضرت کے جتنے بھی مہمان آئیں وہ سب میرے بھی مہمان ہیں، ان سب کے قیام وطعام کا نظم میری طرف سے ہوگا۔

بعض دوسرے محبین بھی اس شرف کو حاصل کرنا چاہتے اور خود ہی پیش کش کرتے کہ حضرت کے جتنے مہمان ہونگے ان کا طعام فلاں دن ہماری طرف سے ہوگا، جناب شہاب الدین صاحب شالیمار ہوٹل والے بھی ان ہی خوش نصیب لوگوں میں سے تھے اوران کے ہوٹل سے بھی حضرت کے مہمانوں کے لئے کھانا آیا کرتا تھا اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔

بمبئی کے دوسرے سفر میں احقر نے فون پر حضرت سے حاضری کی اجازت چاہی حضرت کے بعض اعزہ نے حضرت کی طرف سے احقر سے فرمایا کہ تشریف لائیے لیکن قیام وطعام کا خود ہی انتظام کر لیجئے۔ احقر نے اسی کو غنیمت سمجھا اور اسی کے مطابق حاضری ہوئی، حضرت کی طرف سے آنے والے لوگوں کے لئے یہ ہدایت کہ اپنے قیام وطعام کا انتظام خود کریں اس وجہ سے تھی کہ حضرت تو خود ہی مہمان تھے تو دوسرے کو پوچھنے کا کیا حق، دوسرے اس مرتبہ اب قیام بھی دوسری جگہ تھا، تیسرے جو صاحب ہوٹل والے کھانا بھیجا کرتے تھے انکا

اچانک ایک حادثہ میں انتقال ہوگیا اور اس کا پتہ نہیں کہ ترکہ تقسیم ہوا یا نہیں چوتھے یہ پسماندگان بھی تو قابل رحم تھے کہ ان پر بار نہ ڈالا جائے ان میں یتیم بچے اور بیوہ عورت بھی تو تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو مسجد کے لئے دو یتیم بچوں کی زمین جو خوشی سے دینے کو تیار تھے لینے سے انکار فرما دیا تھا، بہرحال حضرت کی طرف سے عمومی ہدایت تھی کہ آنے والے حضرات اپنے قیام وطعام کا نظم خود کر کے آئیں۔ چنانچہ اسی ہدایت کے مطابق احقر کی جب حاضری ہوئی تو عشاء کے وقت پہنچا، اطلاع کے مطابق حضرت پہلے سے منتظر تھے، ملاقات کے وقت ایسی بشاشت وشفقت کا اظہار فرمایا کہ آج بھی اس کے تصور سے فرحت محسوس ہوتی ہے، نگاہیں ترسیں گی اب ایسی شفقت وعنایت والی شخصیت کے نظارے کو، ملاقات ہوتے ہی پہلا سوال تھا کھانا کھایا یا نہیں عرض کیا نہیں، گویا تلافی کے طور پر خود ہی فرمایا کہ میں نے بھی ابھی نہیں کھایا، کھانا یہیں کھایئے گا حضرت والا کی اس شفقت وعنایت کی قدر نہ کرنا کفران نعمت ہوگا، اس نعمت پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دوسرے دن حضرت سے تنہائی میں مختلف امور کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے۔

امت کی اصلاح کی فکر

حضرت والا اگرچہ شدید بیمار تھے منھ سے خون آنے کی بنا پر ضعف شدید لاحق تھا اور اکثر اوقات بستر میں پڑے رہتے، مجلس میں آنے سے بھی معذور تھے لیکن اس کے باوجود آنے والے لوگوں کا اس قدر خیال رہتا کہ پہلے سے یہ فکر رہتی تھی کہ آج مجلس میں کون صاحب بیان فرمائیں گے اور کیا سبق دیا جائے گا، مجلس ختم ہونے کے بعد دریافت بھی فرماتے کہ آج مجلس میں کیا بتلایا گیا لوگوں کو کیا پڑھ کر سنایا گیا۔

اسی بیماری کے عالم میں ہمیشہ کے معمول کے مطابق آپ نے امت کی اصلاح کے لئے بکثرت اصلاحی پوسٹر واشتہارات اور مختصر پمفلٹ چھپوا رکھے تھے اور آنے والے حضرات کو

دیا کرتے تھے، دوسرے علاقوں دینی اداروں اور مدرسوں میں بھی پہنچائے جاتے تھے، خاص طور پر جب اہل علم اور اہل مدارس تشریف لاتے تو ان کو ضرور عنایت فرماتے، ان اصلاحی پر چوں میں مختلف اصلاحی باتیں ہوتیں کسی میں والدین کے حقوق، کسی میں بدنظری کا علاج، کسی میں روزانہ ایک سنت اور ایک گناہ کو بتانے کی ترغیب، اور امت کی اصلاح کے مختلف طریقے بتائے جاتے، اس نوع کے مضامین کی تفصیل آئندہ انشاءاللہ دوسرے حصے میں آئے گی۔

پیش آمدہ مسائل کے حل کی فکر

حضرت اقدسؒ کی مرکزی حیثیت تھی، کتنے قضایا کتنے نزاعی مسائل اور مقدمات حضرت کے روبرو پیش ہوتے تھے جن میں فریقین حضرت کے فیصلہ پر رضامند ہوتے تھے، خود بمبئی شہر کے بعض معاملات ایسے تھے جن میں حضرت کو حَکَم بنایا گیا تھا، حضرت کے سامنے جو مسائل پیش کئے جاتے شرعی نقطۂ نظر سے حضرت اس کا جائزہ لیتے، اس کے لئے بسا اوقات آپ ارباب افتاء کی طرف بھی رجوع فرماتے، خود آپ کے ادارہ میں دارالافتاء قائم ہے اور کئی مفتیان کرام اس میں کام کرتے ہیں، اس نوع کے مسائل کی بھی تحقیق حضرت ان سے کرایا کرتے تھے۔

حضرت اقدس کی کوشش کے نتیجہ میں قائم کردہ مکاتب و مدارس تو بے شمار ہیں، بہت سے ایسے ہیں جن کا باقاعدہ دعوت الحق سے الحاق ہے اور بہت سے مدارس ایسے ہیں کہ حضرت ان کے مہتمم اور سرپرست تھے، انہیں مدارس میں ایک کانپور کا بھی مدرسہ ہے جو عرصہ سے اختلاف کا شکار تھا بعد میں ارباب حل وعقد و اہل شوریٰ کی متفقہ کے رائے سے حضرت اقدس کو اس کا مہتمم بنا دیا گیا اور وہ مدرسہ حضرت ہی کے زیر اہتمام چل رہا تھا، حضرت کے اہتمام کی برکت سے الحمدللہ بہت سے اختلافات ختم ہوگئے اور دب گئے تھے۔

اُس مدرسہ ہی کے بعض اہل علم جن کی ذمہ دارنہ حیثیت تھی انہوں نے مدرسہ کے

بعض دوسرے ذمہ دار حضرات کی مختلف شکایات تحریری طور پر بھیجیں، حضرت اقدس نے شرعی ضابطہ کے مطابق اس کی تحقیق کرائی اور دارالافتاء میں کام کرنے والے حضرات نے جواس کا جواب لکھا حضرت اقدس نے اس کے مطابق فیصلہ فرمادیا،لیکن اس فیصلہ پر فقہی وشرعی نقطہ نظر سے بعض اہل علم نے جرح کی جس کا حاصل یہ تھا کہ اس قضیہ کا جو فیصلہ کیا گیا وہ شرعی نقطہ نظر سے غلط ہوا، کئی وجوہ سے اس پر جرح کی گئی تھی، حضرت والا کواس کی فکر ہوئی، انہیں دنوں تین چار دن کی چھٹیوں میں احقر ہردوئی حاضر ہوا تھا، حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ یہ مسائل ہیں اور یہ سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے جو یہاں سے لکھا گیا، اوراس پر مفتی صاحب کا یہ خط آیا ہے، آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ اگر آپ کے پاس یہ سوال جواب آتا تو آپ کیا لکھتے؟ اور یہاں سے جو جواب لکھا گیا اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں صحیح ہے یا نہیں؟ اوراس پر جو نقد لکھا گیا وہ درست ہے یا نہیں؟ اپنی تحقیق سے آپ مطلع کیجئے، ان دنوں اس کے سوا اور کوئی آپ کا کام نہیں، جن کتابوں کی ضرورت ہو منگوا لیجئے اوراس کا جواب لکھئے، چنانچہ کئی دن کی کوشش کے بعد احقر کی ناقص سمجھ میں جو بھی آیا احقر نے وہ جواب لکھا اور حضرت کو سنایا یہ بحثیں چل ہی رہی تھیں کہ صحت خراب ہونے اور مہلک بیماری کی وجہ سے حضرت پھر بمبئی لے جائے گئے اور یہاں کا معاملہ سنگین تر ہوتا چلا گیا، حضرت کو بھی بعض اطلاعات بمبئی میں ہوتی رہیں۔

احقر ایک روز گھر پر تھا اچانک فون آیا براہ راست حضرتؒ سے گفتگو ہوئی معلوم ہوا کہ اس سے قبل بھی احقر کی غیر موجودگی میں فون آچکا ہے، حضرت نے فرمایا خیریت ہے؟ احقر نے اہلیہ کی بیماری کا حال عرض کیا حضرت نے فرمایا میری طرف سے بھی عیادت کر لیجئے یا اس طرح کا کوئی جملہ فرمایا پھر فرمایا جب صحت اوراطمینان ہو جائے تو کیا بمبئی آسکتے ہیں احقر نے کہا جی حضرت ضرور، احقر کے لئے سعادت کی بات ہوگی چنانچہ فوراً ٹکٹ وغیرہ کا نظم کر کے بمبئی روانہ ہوگیا، اللہ کی مشیت کہ ہم بمبئی پہنچے ہی تھے کہ حضرت کی حالت زیادہ خراب ہوگئی منھ سے خون آنا پھر شروع ہوگیا، تعجب نہیں کہ ان سارے مسائل اور قضایا کی پیچیدگی اور

فکرہی کی وجہ سے حضرت کی صحت خراب ہوئی ہو، بہر حال اس طرح تکوینی نظام کے تحت بجائے دو روز کے تقریباً ہفتہ عشرہ احقر کو قیام کرنا پڑا، حضرت کو جب قدرے افاقہ ہوا تو حضرت نے اس احقر کو یاد کیا، اور حضرت کی تاکیدی ہدایت کے مطابق از سرنو اس مسئلہ میں غور کیا گیا، مسئلہ کیا تھا اور فیصلہ کیا ہوا یہاں پر اس سے بحث نہیں، اور نہ ہی یہ مقصود ہے، یہاں پر تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت اقدس کو امت کی اور مدارس کی اصلاح کی اور اس طرح کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی کس قدر فکر تھی کہ ڈاکٹروں کے سایہ تلے اسپتال میں زیر علاج ہیں، بوتل چڑھی ہوئی ہے لیکن مدارس کی فکر ہے، اس موقع پر اس قضیہ سے متعلق حضرت سے خلوت میں بہت سی باتیں ہوئی حضرت اقدس کے ایک جملہ سے بڑی عبرت ہوئی فرمایا الحمدللہ مجھے لوگوں کی پوسٹر بازی اور بدنامی کی تو ذرہ برابر فکر نہیں کوئی کچھ بھی کہتا رہے، الحمدللہ مجھ پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں، میں تو حق کی تلاش میں ہوں اور اسی کی پیروی کروں گا، حضرت کے اس جملہ سے مجھے بہت فائدہ ہوا، اسی درمیان پھر حضرت کی طبیعت ناساز ہوگئی منھ سے خون آنے لگا حضرت پھر دوبارہ اسپتال لے جائے گئے لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ بند ہو چکا تھا، احقر سے مختصر سی ملاقات ہوئی حضرت اقدس کمرہ کے اندر بستر پر لیٹے ہوئے تھے ایسی نازک حالت میں جب کہ منھ سے خون آرہا ہے، بولنے کی تاب نہیں، دوسرے رخ پر کروٹ لینا مشکل گویا مایوسی کی سی حالت، لیکن اس کے بعد بھی ایک ایسا مدرسہ جو حضرت کے زیر اہتمام تھا فرمارہے ہیں کہ مدرسہ کے اور شہر کے حالات سے مطلع کیجئے گا۔ احقر اسی حالت میں آب دیدہ ہوکر حضرت سے رخصت ہوکر وطن واپس آ گیا۔

علی گڑھ کا سفر

حضرت کی بیماری اور بمبئی قیام کے زمانہ میں حضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ مختصر وقت لے کر حاضری ہوئی تھی اس وقت حضرت کی صحت ٹھیک تھی بڑی بشاشت سے ملاقات ہوئی احقر کو حضرت سے جو عرض کرنا ہوتا تھا اس کو علحدہ پرچہ میں لکھ لیتا اور سنا دیتا حضرت اس

کا جواب لکھوا دیتے، بسا اوقات احقر کے خطوط کافی طویل ہوتے جن کے جوابات لکھوانے میں وقت لگتا، حضرت جواب ساتھ ہی ساتھ لکھواتے تھے، اور کبھی ایسا ہوتا کہ فرماتے اور سناؤ اور سناؤ پورا سنادو، پھر دوبارہ سن کر جواب لکھواتے اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا، حضرت نے پورا خط سن کر فرمایا اس وقت جواب نہیں ہو سکے گا آپ کے پاس بھی وقت کم ہے، علی گڑھ یہاں سے پہنچنا ہے وہاں تشریف لائیے گا، چنانچہ جلد ہی حضرت کا علی گڑھ کا سفر ہوا اور احقر بھی خدمت میں حاضر ہو گیا اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ علی گڑھ حاضری ہو چکی تھی۔

علی گڑھ میں حضرتؒ کا قیام اور اصلاحی مجالس

علی گڑھ میں جناب حکیم کلیم اللہ صاحب حضرت اقدسؒ کے داماد طبیب حاذق شریف الطبع نفیس المزاج خاموش طبیعت ذاکر وشاغل بہت سے بزرگوں کے صحبت یافتہ حضرت کے معتمد و جانشین اور خلیفہ ہیں، حضرت اقدسؒ جب کبھی بسلسلہ علاج یا سردی گرمی کی شدت کی وجہ سے بمبئی وغیرہ کا سفر فرماتے تو پہلے علی گڑھ چند روز قیام فرماتے اس کے بعد آگے کا سفر ہوتا تھا، اسی طرح جب بمبئی وغیرہ سے واپسی ہوتی تو عموماً پہلے علی گڑھ تشریف لاتے اور چند روز قیام کے بعد ہردوئی تشریف آوری ہوتی تھی، علی گڑھ پڑھے لکھے لوگوں کا شہر ہے حضرت اقدسؒ جب کبھی وہاں تشریف لاتے تو معمول کے مطابق عصر کے بعد کی اصلاحی مجلس پوری پابندی سے یہاں بھی ہوتی تھی، جس میں پڑھا لکھا دیندار طبقہ، کالج کے طلبہ اور دیگر بہت سے حضرات شریک ہوتے تھے، بسا اوقات مجمع زیادہ ہوتا تو لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کرنا پڑتا۔ دیوبند سہارنپور میرٹھ قریب ہونے کی وجہ سے علماء وصلحا کی کثرت سے آمد ورفت رہتی، جو حضرت سے ملاقات، زیارت وعیادت واستفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے تھے لیکن حضرت عصر بعد ان ہی اہل علم حضرات سے وعظ کہلواتے اور کبھی خود بھی ارشاد فرماتے، بسا اوقات حضرت ارشاد فرماتے کہ فلاں کتاب پڑھ کر سنادی جائے چنانچہ وہ کتاب پڑھ کر سنائی جاتی، حضرت کی

طبیعت ٹھیک ہوتی تو بسااوقات دوسرے مدرسوں اداروں مسجدوں میں بھی اصلاحی پروگرام کا سلسلہ جاری رہتا، ایک مرتبہ حاضری ہوئی تو نابیناؤں کے مدرسہ میں حضرت کے ساتھ جانا ہوا۔

علی گڑھ کی یونیورسٹی اور پارکوں میں سیر وسیاحت

ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق روزانہ علی الصباح بعد فجر حضرتؒ گاڑی سے سیر وسیاحت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے، کئی مرتبہ احقر کو بھی حضرت کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی، عمدہ گاڑی میں حضرت سوار ہوتے، صاحب گاڑی جو ماشاءاللہ کالج کے پروفیسر لیکن بڑے صاحب فضل وکمال معلوم ہوتے ہیں، نورانی چہرہ ڈاڑھی بھری ہوئی شرع کے مطابق، کرتے پائجامہ اور گول ٹوپی میں ملبوس ایرکنڈیشن گاڑی کو رفتہ رفتہ لے جاتے اور یونیورسٹی کے مختلف صاف شفاف راستوں اور وہاں کے پاکیزہ پارکوں سے گذرتے ہوئے ایک عام سیر گاہ کی پاکیزہ کشادہ فضا میں داخل ہوتے، گاڑی کھڑی کردی جاتی حضرت اس بڑے پارک میں پھلواری کے وسط میں سیر وتفریح فرماتے کچھ احباب ساتھ ہوتے، یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ سیر تفریح محض تفریح ہی رہے اور علم وعرفان کی خوشبو یہاں نہ مہکے، اس پررونق ماحول میں بھی لوگوں کے سامنے حضرت اقدس نصیحت کی باتیں فرماتے رہتے۔ ایک مرتبہ تشریف لائے موسم کچھ سرد تھا موقع کی مناسبت سے حضرت نے ایک بات فرمائی کہ صحت اس کو نہیں کہتے کہ مخالف ماحول میں جا کر اپنی صحت کو برقرار نہ رکھ سکے اور بیماری میں مبتلا ہوجائے، صحت تو یہ ہے کہ مخالف ماحول اور ناموافق موسم ہو تب بھی اس کا کچھ اثر نہ ہو، اسی طرح روحانی صحت یہ نہیں کہ دینداروں کے ماحول اور دینی فضا میں جب تک رہے تو دیندار رہے اور جب مخالف ماحول ملے تو وہ دینداری جاتی رہے، بے پردگی، بدنظری سے اس لئے محفوظ ہے کہ ماحول بدنظری بے پردگی کا نہیں اتنی بات کافی نہیں، بے پردگی اور بدنظری کا ماحول ہو اس وقت بھی اپنے کو بچالے اور نگاہوں کو محفوظ رکھ لے تب کہا جائے گا کہ اس کو صحت ہے۔ ایک انگریزی داں عمر رسیدہ

شاعر صاحب بھی کبھی ساتھ ہو جاتے اور اسی سیر وتفریح گاہ میں کبھی والہانہ اشعار حضرت کی منقبت ومدح میں ترنم سے پڑھتے، حضرت ان اشعار کو سننا نہ چاہتے لیکن وہ زبردستی حضرت کو سناتے، وہ مجذوب صفت بزرگ ایسے تھے کہ حضرت ان کی بہت رعایت فرماتے تھے ورنہ کسی دوسرے کو ایسی جرأت نہ ہو سکتی تھی، بقول ایک صاحب کے واقعی وہ مجذوب تھے۔ واللہ اعلم

ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت اسی پارک میں سیر و سیاحت کے لئے تشریف لائے، جتنے رفقاء ساتھ تھے حضرت نے ان سے دریافت فرمایا آج جمعہ کا دن ہے آج کے مخصوص اعمال کیا ہیں؟ اعمال ستہ کون کون سے ہیں جن کے کرنے سے ایک سال نفل نماز اور روزہ کا ثواب ہر ہر قدم پر ملتا ہے، حضرت اقدس نے ان حضرات سے جمعہ کے دن کئے جانے والے مخصوص اعمال سنے، اس کے علاوہ بھی مختلف اصلاحی باتیں بیان فرماتے رہتے، یہ رفقاء یونیورسٹی کے بڑے لوگوں میں سے تھے، ان حضرات نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت کی صحبت سے مستفید ہو کر اپنی اذان نماز اور قرآن پاک کو درست کر لیا تھا، اور حضرت وقتاً فوقتاً ان حضرات کا قرآن پاک سنا کرتے تھے اگر کچھ کمی ہوتی تو اس کی اصلاح بھی فرماتے تھے۔ یہ ایک مرتبہ علی گڑھ کا سفر کا تذکرہ ہے۔

زندگی کے آخری ایام

بمبئی میں ماشاء اللہ حضرت کافی صحت یاب ہو چکے تھے اور ہردوئی جلد از جلد پہنچنے کا بار بار تقاضا فرما رہے تھے چنانچہ بمبئی سے حضرت علیگڑھ پہنچے اور ہمیشہ کا معمول تھا کہ جب کبھی لمبے وقفہ یا دور دراز سفر سے علی گڑھ واپسی ہوتی تو کم از کم ہفتہ عشرہ تو ضرور علی گڑھ قیام فرماتے تھے لیکن اس مرتبہ علی گڑھ پہنچنے کے بعد بہت جلد ہردوئی پہنچنے کا تقاضا فرمایا، چنانچہ دوسرے ہی دن علی گڑھ سے ہردوئی کے لئے روانگی ہوگئی، لکھنؤ اسٹیشن میں ندوۃ العلماء کے بہت سے اساتذہ حضرت مولانا محمد رابع صاحب، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا محمد واضح رشید صاحب،

مولانا عبداللہ صاحب، مولانا برہان الدین صاحب، اور دیگر حضرات تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت اقدس ٹرین سے نیچے اتارے گئے گرمی کی شدت اور دھوپ میں کافی تپش تھی فوراً دھوپ سے سایہ میں لائے گئے چاروں طرف سے لوگ گھیرے ہوئے تھے، اسی وقت حضرت نے اصلاحی باتیں سنانا شروع کردیں، تقریباً پون گھنٹہ ندوہ کے اساتذہ حضرت مولانا محمد رابع صاحب وغیرہ کے سامنے مختلف باتیں بیان فرمائیں، حضرت کی بات اکثر و بیشتر تصحیح قرآن اور اہتمام سنت واشاعت سنت کے متعلق تھی، گفتگو کا اکثر حصہ سنا نہیں جاسکا لیکن تقریباً پون گھنٹہ ایسے انداز سے حضرت گفتگو فرما رہے تھے معلوم ہوتا تھا کہ دل کو کچھ لگی ہے اور حضرت سب کے دل میں کوئی بات اتارنا چاہتے ہیں، پلیٹ فارم کے باہر گاڑی پر تشریف لائے تو مختلف اصلاحی پرچے جو حضرت ہی کے ترتیب دیئے ہوئے تھے بمبئی میں کسی صاحب نے ان سب کو یکجا کرکے شائع کیا تھا حضرت اقدس نے اس وقت بعض مخصوص احباب کو اپنے دست خاص سے عنایت فرمائے، حضرت گاڑی پر سوار ہوئے اور ہردوئی روانہ ہوگئے۔

ہردوئی پہنچنے کے بعد کہاں کی تھکن اور کیسا آرام، جاتے ہی پورے مدرسے کا جائزہ لیا، کبھی دفتر جارہے ہیں کہیں مہمان خانہ پہنچ رہے ہیں کبھی مطبخ جاکر جائزہ لے رہے ہیں، ایسے قوی اور نشیط کہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کبھی کوئی بیماری ہی نہیں لگی اور جوانی پھر سے عود کرآئی ہے۔ ایک عرصہ کے بعد ہردوئی واپسی ہوئی تھی اس لئے چاروں طرف سے علماء صلحاء ارباب مدارس اور اطراف کے دیگر متعلقین حضرات جوق درجوق ٹوٹ پڑے، خواص وعوام کی آمد ورفت اور زیارت وملاقات کا سلسلہ قائم تھا، عصر کے بعد کی مجلس میں حضرت پورے نشاط کے ساتھ تشریف لاتے اور نصیحتیں فرماتے، مدرسے کے بعض پرانے لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت اس وقت ایسے فعّال متحرک اور چست نظر آرہے ہیں اور اس طرح سارے کاموں کی نگرانی اور محاسبہ فرمارہے ہیں جیسے بیس سال پہلے کیا کرتے تھے، وعظ نصیحت اور فیضان کا سلسلہ پہلے سے کہیں زائد عمومیت کے ساتھ جاری تھا، مہمانوں کے ہجوم کی وجہ سے دوپہر تاخیر سے آرام

کی نوبت آتی، رات کو بھی بہت تاخیر سے سونا ہوتا اور صبح بہت جلد بیدار ہونے کا ہمیشہ سے معمول رہا، اس مرتبہ عوام کی بہ نسبت خواص، علماء وفضلاء اور اہل مدارس کا رجوع زیادہ ہوا۔ لوگ اپنی آمد کی پہلے سے اطلاع کرتے تھے اور حضرت ان کے منتظر رہتے اور ان کی شایان شان پہلے سے انتظامات فرماتے، صبح سے دوپہر تک کافی مہمان جمع ہوجاتے، بسا اوقات طبعی اضمحلال کی وجہ سے سب سے فرداً فرداً ملاقات دشوار ہوتی تو اطلاع کرادیتے کہ آنے والے اور رخصت ہونے والے سارے حضرات جمع ہوجائیں، تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لاتے اور مختصر نصیحت کی باتیں بیان فرماتے، اپنی بیماری کمزوری اور عذر کو بھی ظاہر فرماتے، عصر کے بعد مجلس میں تشریف لاتے تو خاص طور پر اصلاح نفس اور گناہوں سے پرہیز کی طرف توجہ دلاتے، اصلاح وتربیت کے مضامین کثرت سے سناتے، کبھی فرماتے لوگوں میں ذکر کی کمی ہے، حضرت امام غزالیؒ کی کتاب تبلیغ دین کے مطالعہ کی ترغیب فرماتے، شرعی پردہ کا آج کل فقدان ہے اس کی طرف توجہ دلاتے، اس وقت علماء اور اہل مدارس کی اصلاح کی طرف حضرت کی خاص توجہ رہتی تھی، مدارس میں ہونے والی کوتاہیوں کو بیان فرماتے، علماء کی بدعملی سے جو نقصان ہو رہا ہے اس کو بتاتے، نماز کے متعلق فرماتے کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نماز کی تیاری آدھ گھنٹہ پہلے سے شروع فرمادیتے تھے، صف اول کی کتنی فضیلت آئی ہے کیا یہ فضیلت علماء کے لئے نہیں ہے؟ وہ تو اس کے زیادہ مستحق ہیں، ان کو اس فضیلت کے حاصل کرنے کی زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔

اصلاحِ منکرات کی فکر

دنیا میں اس وقت منکرات ومعاصی کی کثرت ہے احادیث طیبہ میں ان پر نکیر کرنے کی سخت تاکید اور نہ کرنے پر سخت وعید آئی ہے، حضرت کو بہت فکر تھی کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں عام طور پر کوتاہی ہو رہی ہے، اس لئے حضرات اہل علم واعظین ومقررین کو خاص طور پر اس

کی طرف توجہ دلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اجتماعی طور پر منکرات پر نکیر کرنے کا کام نہیں ہو رہا ہے حالانکہ قرآن پاک کی جس آیت میں یہ ہے کہ ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو معروفات کو پھیلائے وہیں یہ بھی ہے کہ منکرات پر نکیر کرے، لیکن ایسی کوئی جماعت نظر نہیں آتی اور عمومی و جماعتی انداز پر یہ کام نہیں ہو رہا ہے، حضرت نے ایک جماعت کی تشکیل فرمائی تھی جو اس کام کو انجام دے، چنانچہ وہ کام حضرت کی نگاہوں کے سامنے آیا اور اس کام کو کرنے والی جماعت حضرت کے سامنے آئی، اس نے اپنی کارگذاری سنائی، حضرت کو بہت خوشی ہوئی اور اطمینان ہوا، الحمدللہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور وہ جماعت پوری مستعدی سے کام کر رہی ہے۔

اصلاحِ مدارس کی فکر اور منتظمین مدارس کو اہم انتباہ

حضرت کے علم میں یہ بات آئی کہ کسی مدرسہ میں سردی کے موسم میں رات کے باسی ٹھنڈے پانی سے طلبہ وضو کرتے ہیں، اور اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو جائے تو سخت سردی کے موسم میں غسل بھی اسی ٹھنڈے پانی سے کرتے ہیں، ایک طالب علم کو غسل کی حاجت ہوئی اس نے ٹھنڈے پانی سے ہمت کر کے غسل کیا تو غسل خانہ کے اندر سر پر پانی ڈالتے ہی بے ہوش ہو گیا، حضرت پر اس واقعہ کا بڑا اثر تھا، آنے والے ذمہ دار اہل مدارس سے حضرت فرمانے لگے کہ مدارس میں طلبہ کی راحت کا جتنا خیال کرنا چاہئے نہیں کیا جاتا، ہم ان کو جتنا آرام پہنچا سکتے ہیں نہیں پہنچاتے، مدرسہ میں جو رقم آتی ہے اصلاً طلبہ ہی کے لئے آتی ہے، اگر ان ہی کی راحت میں خرچ نہ ہو تو کیا فائدہ، آج کل تعمیرات میں اضافے اور خوبصورتی کی فکر ہوتی ہے، طلبہ کو راحت پہنچانے کی فکر نہیں کی جاتی، کتنے مدارس ایسے ہیں کہ سخت سردی کے موسم میں وہاں گرم پانی کا انتظام نہیں کیا جاتا حالانکہ اگر چاہیں تو سب ہو سکتا ہے، بعض بڑے مدارس کے ذمہ دار حضرات تشریف لائے ہوئے تھے حضرت نے بڑی دلسوزی سے ان کے سامنے بھی یہ بات فرمائی، احقر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تنہائی میں حضرت نے ارشاد

فرمایا سنا ہے کہ مظاہر علوم سہارنپور میں بھی گرم پانی کا انتظام نہیں ہوتا، احقر نے عرض کیا وہاں تو ہوتا تھا، اس وقت کا حال معلوم نہیں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس پر بھی کچھ لکھ ڈالئے اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس میں بڑی کوتاہی اور حق تلفی ہو رہی ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ آج کل ٹوٹیوں سے وضو کرنے میں جو پانی کا اسراف ہوتا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں بھی کچھ لکھ ڈالئے، اسی طرح ایک دو اور مسئلوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان پر بھی کچھ لکھئے۔ احقر نے تعمیل حکم کو اپنی سعادت سمجھا اور اسی وقت لکھنے کا عزم مصمم کیا، گھر آ کر اس کی تیاری شروع کردی۔ الحمدللہ بہت جلد اس کی تکمیل بھی ہوگئی۔ اس سلسلہ میں انہیں دنوں آپ نے بعض اہل مدارس کے نام خطوط بھی تحریر فرمائے خصوصاً وہ بڑے مدارس جن کے نظماء و مہتممین کا حضرت سے خاص تعلق بھی تھا، کیونکہ ان کوتاہیوں پر نظر اور اس کی اصلاح کی فکر یہ محض کوئی رسمی اور وقتی چیز نہ تھی کہ تذکرہ اور تبصرہ کر کے افسوس کر لیا اور بس، بلکہ آپ نے اس کے اصلاح کی ممکن کوشش بھی شروع فرمادی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم صاحب کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا۔

مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم صاحب کے نام خط

مکرمی جناب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور زید لطفہ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعض ثقہ حضرات سے یہ اطلاع ملی ہے کہ موسم سرما میں آپ کے یہاں مسجد میں تو گرم پانی کا انتظام رہتا ہے، مدرسہ کے دارالاقامہ میں طلبہ کے لئے نہیں رہتا اس اطلاع کی کیا حقیقت ہے مطلع فرمائیں، جزاک اللہ تعالیٰ، جواب کے لئے لفافہ رجسٹری مرسل ہے۔

والسلام

ابرارالحق ۱۶/صفر ۱۴۲۶ھ ۲۷/مارچ ۲۰۰۵ء یکشنبہ

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے اس کا جواب تحریر کیا اس جواب کے جواب میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا۔

مکرمی جناب مولوی محمد سلمان صاحب زید لطفہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

مدرسہ میں طلبہ کرام کے لئے گرم پانی کے سلسلہ میں آپ کی جوابی تحریر مورخہ ۳۲ر صفر ۲۶ھ کو آئی تھی وقتی اور فوری امور کی مشغولی نیز مہمانوں کا ہجوم اور ناسازئ طبع پھر یہ کہ ابھی موسم سرما دور ہے ان وجوہ سے جواب نہیں لکھا گیا۔

(۱) مطلع کیجئے کہ مدرسہ میں کتنے حلقہ ہیں اور کس قدر طلبہ کرام ان میں رہتے ہیں۔

(۲) فی الحال جو نظام آپ نے گرم پانی کا تحریر کیا ہے وہ تمام طلبہ کے لئے کفایت کرتا ہے کہ نہیں۔

(۳) مدرسہ میں کتنے جرنیٹر ہیں اور کس کس قدر طاقت کے۔

(۴) مدرسہ کی برقی ضروریات ان سے پوری ہو جاتی ہیں یا نہیں۔

جواب کے لئے رجسٹر لفافہ مرسل ہے۔ والسلام

ابرار الحق

یہ ایک مدرسہ کا حال ہے اسی طرح دوسرے مدرسہ کے ذمہ داروں کے نام درج ذیل مکتوب ارسال فرمایا۔

مکرم ومحترم جناب مہتمم صاحب زید لطفہ مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

(۱) آپ کے مدرسہ میں طلبہ کرام کے لئے موسم سرما میں گرم پانی کا نظام رہتا ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد میں مصلیان کرام کے لئے گرم پانی کا نظم ہے یا نہیں۔

(۳) مدرسہ میں کتنے حلقے ہیں اور کس قدر طلبہ ان میں رہتے ہیں۔
(۴) مدرسہ میں کتنے جرنیٹر ہیں اور کس کس طاقت کے ہیں۔
(۵) مدرسہ کی برقی ضروریات ان سے پوری ہو جاتی ہیں یا نہیں۔
جواب کے لئے رجسٹر لفافہ مرسل ہے۔

ابرارالحق

۲۲ ربیع الاولیٰ ۱۴۲۶ھ ۲ مئی ۲۰۰۵ء

یہ دونوں خطوط مظاہر علوم سہارنپور کے ذمہ داروں کے نام ہیں، مظاہر علوم چونکہ حضرت اقدس کا مادر علمی ہے کئی برس تک آپ نے وہاں تعلیم پائی ہے اس لئے غایت درجہ تعلق اور اپنائیت کے پیش نظر آپ نے ان کو ترجیح دی تھی ورنہ نہ معلوم اور کتنے مدرسوں کے نام حضرت نے خطوط تحریر کئے ہوں گے، احقر کو یہ دو خطوط دستیاب ہو سکے تھے، انہیں دونوں خطوط سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت اقدس کو اصلاح مدارس کی کس قدر فکر اور اہتمام تھا، یہ خطوط آپ کے بالکل آخری دور اور آخری اوقات کے ہیں ۲ رمئی کا تحریر کیا ہوا خط ہے اور ۱۷ رمئی ۲۰۰۵ء کو آپ کی وفات ہوئی ہے۔

خوشگوار لمحات

کتنے قیمتی اوقات اور کتنے خوشگوار لمحات تھے جو اس وقت حضرت کی خدمت میں گذر رہے تھے ہر ہفتہ حضرت کے قدموں میں جا پڑتا، حضرت بھی خوش ہوتے، فرماتے ماشاء اللہ ہر ہفتہ آجاتے ہیں، ہفتہ بھر دل و دماغ میں طرح طرح کے خیالات آتے رہتے کہ اس مرتبہ حضرت سے جا کر یہ یہ باتیں پوچھوں گا یہ مشورہ کروں گا یہ امور دریافت کروں گا، ہفتہ بھر تو سوچا کرتا اور حضرت کی خدمت میں پیش ہونے والے عریضہ میں پوری تفصیل مرتب کر لیتا وہ خطوط یا عریضے ایک دو صفحات پر مشتمل نہیں کئی کئی صفحات پر مشتمل ہوتے تھے اور سب ضروری اور

کام ہی کی باتیں ہوتی تھیں حضرت بھی احقر کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے، احقر کے لئے یکسوئی کا وقت نکالتے اور تنہائی میں اپنے سامنے کرسی میں بٹھا کر اطمینان سے سنتے اور جواب لکھواتے، کتنے ارمانوں سے کتنے سوالات لے کر جمعرات کو پہنچتا اور جمعہ کے دن کتنا سرخ رو ہوکر واپس ہوتا تھا، جیسے بہت بڑی نعمتوں سے مالا مال ہوکر واپس ہورہا ہوں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت کی یہ خصوصی شفقتیں وعنایتیں کیسی نعمت عظمیٰ تھیں احقر کے لئے، جی چاہتا تھا کہ کوئی بات رہ نہ جائے، چھوٹی بڑی ہر بات حضرت سے دریافت کرلوں، اور چھوٹے بڑے ہر کام کے لئے حضرت سے دعاء کرالوں، پتہ نہیں آئندہ یہ مواقع نصیب ہوں یا نہ ہوں۔

قیام عموماً عمومی مہمان خانہ میں ہوتا تھا، ایک مرتبہ باہر صحن میں بیٹھے کچھ لکھ رہا تھا حضرت نے دیکھا اور سمجھ لیا کہ لکھنے کے لئے یکسوئی چاہئے مہمانوں کے ہجوم میں لکھنا دشوار ہوتا ہوگا اس لئے یہاں بیٹھا ہوگا دیکھ لیا اور فرمایا کچھ نہیں، اور اپنی قیام گاہ جا کر اطلاع بھیجی کہ فلاں کمرہ میں اس کا قیام کرادو، تنہائی میں لکھنے پڑھنے میں اسے سہولت رہے گی، اللہ اللہ یہ توجہ اور شفقت وعنایت کب اور کہاں ملے گی، کتنے قیمتی لمحات اور خوشگوار اوقات تھے۔ عصر کے بعد کی مجلس میں بھی حضرت تشریف لاتے اور اہم نصیحتیں فرماتے، مغرب کے وقت بھی مسجد پہنچ جاتے اور اذان کے بعد دو چار جملے نصیحت کے فرما ہی دیتے، آنے والوں سے مصافحہ ہورہا ہے رخصت ہونے والوں سے مصافحہ کے ساتھ ہدایات وتنبیہات کی جارہی ہیں، کچھ لوگوں کو ہدایت ونصیحت کے مطبوعہ پرچے تقسیم کئے جارہے ہیں۔ کبھی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ’’آنے کے بعد جانے کا نمبر ہے، راستہ میں سواریوں اور دعاؤں کا مذاکرہ کرتے جائیے گا‘‘ بسا اوقات مہمان خانہ میں خود تشریف لا کر مہمانوں کی زیارت اور ان کی راحت کی فکر فرماتے۔ ہر وقت مہمانوں کا ہجوم، اہل اللہ علماء صلحاء کا مجمع، گویا انوار وبرکات کا نزول ہورہا ہے۔

آخری ملاقات

یہ قیمتی لمحات تیزی سے گذر رہے تھے کہ ایک دن وہ بھی آیا کہ احقر حسب معمول جمعرات کے دن حضرت کی خدمت میں پہنچا پرچہ کے ذریعہ حاضری کی اطلاع کردی اور یہ بھی کہ تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور اپنی معروضات مرتب کرلی ہیں، علی الصباح واپسی کا نظام ہے۔ حضرت خوب واقف تھے کہ اس کی معروضات کیسی اور کتنی طویل ہوتی ہیں، حضرت والا نے عشاء کے بعد احقر کو طلب فرمایا، کرسی اپنے سامنے رکھوادی بیٹھنے کا حکم فرمایا بعض خدام سر میں تیل لگا رہے تھے حضرت نے فرمایا ان کو رہنے دوں کوئی تنہائی والی بات تو نہیں ہے؟ احقر نے عرض کیا ابھی نہیں اخیر میں ہیں جب ہوں گی عرض کردوں گا چنانچہ خدام کی موجودگی میں احقر نے اپنا عریضہ سنانا شروع کیا حضرت نے جواب لکھوایا تھوڑی دیر بعد احقر نے عرض کیا اب تنہائی والی بات ہے حضرت نے خدام سے فرمایا آپ لوگ باہر جائیے، اب کمرہ میں صرف احقر اور حضرت ہی تھے، احقر نے اس وقت بعض ضروری باتیں دریافت کیں، منجملہ ان کے ایک بات یہ بھی عرض کی اِس وقت دین کے جتنے شعبے ہیں خصوصاً خانقاہ، مدارس، تعلیم وتبلیغ، تصوف، جس جس شعبہ میں جتنی اور جس قسم کی کوتاہیاں ہورہی ہیں ان کی اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت اقدس تھانویؒ ان سب کی اصلاح فرما چکے ہیں، حضرت تھانویؒ نے جو اصلاح وتجدید فرمائی ہے اسی کی روشنی میں دین کے تمام شعبوں میں پھر اصلاح کی اور اس کو منظر عام پر لانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، لیکن میں اپنے اندر اتنی صلاحیت نہیں پاتا، اس نوع کی گفتگو حضرت سے ہوئی حضرت نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے دومرتبہ ارشاد فرمایا **بسم اللہ، توکلت علی اللہ**، اللہ کا نام لے کر کام شروع کردیجئے کام کے لئے جتنی صلاحیت کی ضرورت ہے وہ آپ کے اندر ہے۔ اس کے علاوہ بعض خانگی اور انتظامی امور سے متعلق مشورے کئے حضرت نے فرمایا بس اب سب بات ہوگئیں اب تو

کچھ نہیں رہا، احقر نے عرض کیا جی سب باتیں ہوگئیں، حضرتؒ ہر مہینہ احقر کی مالی امداد تحفہ وہدیہ کے عنوان سے کیا کرتے تھے حضرت نے اس موقع پر ہر مرتبہ سے زائد اور سابقہ مقدار سے کئی گنا زائد عطا فرمائے اور فرمایا یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے، حضرت نے فرمایا صبح کس وقت جانا ہے اس وقت تو کئی گاڑیاں ہیں ساڑھے سات بجے فلاں گاڑی ہے، اطمینان سے ناشتہ کر کے جایئے گا بس احقر حضرت سے سلام کر کے رخصت ہوگیا اور صبح گاڑی کے وقت حضرت سو رہے تھے اس لئے انتظار کئے بغیر اور حضرت کو زحمت دیئے بغیر چلا گیا، حضرت کی ایسے موقع کے لئے یہی ہدایت تھی بس یہ احقر کی حضرت سے آخری ملاقات تھی۔

کسے معلوم تھا کہ یہ دیدار اب آخری دیدار ہو رہا ہے اور اب آئندہ نگاہیں ترسیں گی اس عظیم المرتبت شخصیت اور نورانی چہرہ دیکھنے کو، اور یہ عطیہ وبخشش ان بابرکت ہاتھوں سے آج کے علاوہ آئندہ کبھی نصیب نہ ہوگا، اور حضرت کی وہ شفقت بھری نگاہیں آئندہ اب کبھی میسر نہ ہوں گی اور نہ اب کبھی حضرت کے روبرو اس شان سے بیٹھنا نصیب ہوگا اور یہ خصوصی عطیہ وبخشش بھی ہر مرتبہ زائد کسی خاص مصلحت ہی سے کی جا رہی ہے۔ کسے معلوم تھا کہ حضر ت سے یہ کلام اور سلام و پیام آخری سلام وکلام ہے۔

جمعہ کے دن احقر لکھنؤ پہنچا شنبہ یکشنبہ گذرا ذہن نے پھر ہردوئی سفر کی تیاری اور کچھ سوالات تراش لئے کہ اس مرتبہ حاضر ہو کر یہ یہ امور دریافت کرنے ہیں حضرت کی خدمت میں پیش ہونے والا پرچہ بھی آج کل ہی میں مرتب کرنا تھا، ابھی حاضری میں تین دن باقی تھے اور ہردوئی جانے کا اشتیاق وانتظار اور تیاری شروع ہوچکی تھی۔

باب ۱۰

آخری دن اور آخری لمحات

سہ شنبہ کا دن تھا لوگوں نے بتایا کہ آج حضرت بڑے ہشاس بشاس بڑے نشیط اور قوی معلوم ہو رہے تھے چہرے سے بشاشت اور خوشی کے آثار نمایاں تھے، فکر کے ساتھ چستی اس قدر غالب تھی کہ آنے والے مہمانوں کے انتظام کے لئے خود ہی باہر تشریف لائے، مہمان خانہ آ کر مہمانوں کا جائزہ لے رہے ہیں، سب سے ملاقات کر رہے ہیں، مصافحہ بھی فرما رہے ہیں، کسے معلوم تھا کہ یہ مصافحہ بھی الوداعی مصافحہ ہو رہا ہے، کبھی یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے بعد تم لوگ کیسے کام کرو گے۔ تیزی سے اپنی کرسی پر سوار کبھی دفتر تشریف لے جاتے ہیں اور کام کا جائزہ لیتے ہیں، کبھی مطبخ کے دفتر جاتے ہیں تو سارے حسابات کا معائنہ فرماتے ہیں، مطبخ میں صفائی ستھرائی کی کمی دیکھ کر اس پر تنبیہ فرماتے ہیں، ایک طرف مہمانوں کا ہجوم ہے ان سے ملاقات و مصافحہ کے بعد ان کو دعائیں بھی دیتے ہیں، اور مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم صاحب جن کے نام حضرت نے خط ارسال فرمایا تھا وہ بھی تشریف لا چکے تھے، دوپہر ہو چکی تھی صبح سے گشت کرتے ہوئے حضرت تھک چکے تھے، تھوڑی دیر آرام فرمایا سہارنپور سے آنے والے مہمانوں سے ملاقات اور گفتگو کا وقت عنایت فرمایا اور وقت آیا تھا کہ حضرت ان مہمانوں سے ملاقات کرتے اور مدرسہ کی اصلاح سے متعلق کچھ ہدایات فرماتے، لیکن طبیعت کافی مضمحل ہو چکی تھی۔

غنودگی اور موت کے آثار

اسی حال میں ظہر کی نماز ادا فرمائی اب طبیعت کافی مضمحل ہے نقاہت وضعف اس درجہ ہو گیا کہ اب بات کرنے کی ہمت نہیں، طبیعت گرتی جارہی ہے، اسی اثنا میں اچانک منھ سے خون آیا اور کافی مقدار میں آیا، معالجین کو فوراً بلایا گیا انہوں نے اپنی تدبیریں کرڈالیں، اسی ضعف وشدید نقاہت کے عالم میں عصر مغرب کی نماز بھی ادا فرمائی، خون پھر آیا اور پہلی مرتبہ سے کافی زائد آیا، غنودگی طاری ہوگئی، زبان پر اللہ کا ذکر جاری اور بے ہوشی طاری، ڈاکٹر آئے آکسیجن لگایا گیا، فوراً اسپتال لے جانے کے انتظامات کئے گئے، ڈاکٹروں نے اپنی پوری کوشش کرڈالی ہر ممکن تدبیر میں کسر نہ اٹھارکھی، لیکن تقدیر کے آگے تدبیر کچھ نہ کر سکتی تھی، تقدیر ہمیشہ تدبیر پر غالب رہی ہے، اب اسپتال لے جانے کے انتظامات نہ کیجئے، اب تو جنت میں جانے کے انتظامات ہورہے ہیں، اب تو نیک روحیں استقبال کو آنے والی ہیں۔ آج تو ملاء اعلیٰ میں خوشی ہے، اور سعید روحیں حضرت کی منتظر ہیں، نورانی فرشتے حضرت کی روح قبض کرنے والے ہیں، آج وقت کے شیخ ابرار کی پاکیزہ روح اعلیٰ علّیین میں ہوگی كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْن۔

روح پرواز کرگئی

ڈاکٹروں کی محنت رائیگاں، اوران کی تدبیریں بے سود ثابت ہوئیں، اب یہ دنیا کا آکسیجن کام نہ کرے گا وہاں تو جنت کا آکسیجن لگا ہوا ہے، جنت کے آکسیجن نے اس آکسیجن کو الگ کیا اور فرشتوں کی مقدس جماعت نے حضرت کی روح کو قبض کر کے ہاتھوں ہاتھ لیا وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقاً وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطاً وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحاً فَالسّٰبِقٰتِ سَبَقًا، دیکھتے دیکھتے عشاء کے وقت ہی حضرت اقدس کلمہ پڑھتے پڑھتے ذکر کرتے کرتے ہم سے رخصت ہو کر اپنے محبوب رب العالمین سے جاملے، جس ذات مقدس کے پاکیزہ کلام قرآن پاک کی تصحیح

اور اس کی اشاعت میں دن رات حیران پریشان رہتے تھے آج اسی ذات مقدس رب العالمین کے دربار میں بلا لئے گئے۔ افسوس وہ دین کا پاسباں، کتاب مبین کا خادم، سنتوں کا علم بردار، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے علوم ومعارف کا حامل اس عالم فانی سے جاتا رہا۔ **إنّالله وإنا إليه راجعون۔**

احقر عشاء کی نماز پڑھ کر واپس آیا تو اچانک ایک صاحب کا فون آیا کہ حضرت اقدس کا انتقال ہوگیا، یقین نہ آیا کہ ابھی تو دو چار روز قبل اچھی حالت میں دیکھ کر حضرت سے ملاقات کر کے آیا ہوں اور حضرت کی خیریت کی اطلاعات برابر موصول ہورہی تھیں، فوراً ہردوئی فون سے رابطہ کیا خبر صحیح نکلی، دل پر جو گذرنا تھی گذری، کہاں ہردوئی جانے کی تیاری ہورہی تھی، اور ذہن نے سوالات مرتب کر لئے تھے کہ اس مرتبہ حضرت سے یہ یہ امور دریافت کرنے ہیں، اور فلاں فلاں امور کے لئے حضرت سے دعاء کرانی ہے، ساری باتوں پر پانی پھر گیا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، خبر اتنی تیزی سے ملک بیرون ملک بجلی کے کرنٹ کی طرح پھیلی کہ تھوڑی دیر میں ملک کے کونہ کونہ میں اس کا شہرہ ہوگیا، خبر بالکل صحیح تھی تسلیم نہ کرنے کی گنجائش ہی کہاں، دل میں کھٹک تو پہلے ہی سے ہوگئی تھی کہ گرمی شدت میں تو حضرت چند سالوں سے علی گڑھ اور پھر بمبئی کے لئے روانہ ہوجاتے تھے اس مرتبہ گرمی شباب پر تھی لیکن ابھی حضرت کا سفر طے نہ ہوسکا تھا، دل میں کھٹکا تو اسی وقت ہو چکا تھا، ادھر جلدی حاضری میں ایک موقع پر حضرت نے مہمانوں کو رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ آنے کے بعد جانے کا وقت ہے جو آتا ہے جانے ہی کے لئے آتا ہے، گذشتہ حاضری کے وقت بھی اس نوع کے جملے حضرت نے ارشاد فرمائے تھے کہ آنے کے بعد جانے کا وقت ہے۔ حضرت والا پر آج یہ جملہ صادق آرہا تھا۔

قابل رشک موت

علماء ربانیین نے ارشاد فرمایا ہے کہ موت کے ذائقے مختلف ہوتے ہیں۔موت اچھی بھی ہوتی ہے بری بھی۔انسان کی زندگی جن کاموں میں اور جس ماحول میں گذرتی ہے اسی حالت کے مطابق اس کی موت آتی ہے اچھی موت ہوتی ہے تو نورانی فرشتہ آتے ہیں، نیک روحیں استقبال کرتی ہیں، ملاء اعلیٰ میں ذکر خیر ہوتا ہے، اعلی علیین کا مقام نصیب ہوتا ہے، زمین کے وہ خطے جہاں یہ نیک بندہ نیک اعمال کیا کرتا تھا، اور زمین وآسمان کے وہ فضائی راستے جہاں سے اس کا عمل صالح چڑھ کر اوپر جاتا تھا زمین کا وہ حصہ اور زمین وآسمان کے درمیان کا وہ خلا روتا ہے اپنی قسمت کو کہ اب نیک اعمال کے چڑھنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کفار وفساق کے لئے صورتحال بالکل اس سے مختلف ہوتی ہے جن کی شان میں وارد ہوا ہے۔

فَمَا بَکَتْ عَلَیْھِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔

لیکن یہ موت تو ایسی تھی اور یہ حادثہ تو ایسا المناک حادثہ تھا کہ لوگوں کو تو چھوڑیئے یہاں تو مدرسہ کے در ودیوار مسجد کے محراب وممبر زمین وآسمان رو رہے تھے۔ایسی قابل رشک موت تو اہل اللہ ہی کو نصیب ہوتی ہے کہ قرآن پاک کی خدمت کرتے کرتے دین کی محنت اور سنت کی اشاعت کرتے کرتے اللہ اللہ کہتے کہتے اپنے محبوب حقیقی رب العالمین سے جا ملے، احقر نے اپنے سابق شیخ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کو دیکھا کہ وہ بھی دینی کام کرتے کرتے حدیث کا درس دیتے ہوئے اچانک آناً فاناً اپنے مولیٰ سے جا ملے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کی موت بھی ایسی ہی قابل رشک تھی کہ جمعہ کے دن غسل کر کے عمدہ صاف شفاف کپڑے پہن کر جمعہ کی نماز کی تیاری کر چکے ہیں قرآن پاک دیکھ کر سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے کرتے اچانک اللہ کی طرف سے بلاوا آتا ہے، زبان پر یہ آیت جاری ہے سلام قولا من رب الرحیم، اور فوراً اسی وقت حضرت ہم سے

رخصت ہو جاتے ہیں۔

یہی صورت حال حضرت والا کی بھی ہوئی کہ دن بھر تو حضرت دینی کام میں لگے رہے، مہمانوں سے ملاقاتیں فرمائیں مدرسہ کے حسابات کا جائزہ لیا، ملازمین کو ہدایات کیں، مدرسہ کی صفائی کرائی آنے والے مہمانوں کو ملاقات کا وقت دیا، نماز ادا فرمائی اور اسی حال میں اللہ کی طرف سے بلاوا آجاتا ہے اور حضرت ہم سب کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو بھی ان بزرگوں کے طفیل اچھی موت نصیب فرمائے۔

موت کے بعد

احقر عشاء کی نماز پڑھ کر گھر واپس آیا فوراً اسی وقت ہردوئی جانے کی تدبیر کی، احباب کو فون کیا وہ تیار ہوئے اور تھوڑی دیر میں ہردوئی کے لئے روانگی ہوگئی مسافت تیزی سے طے ہوتی رہی راستہ میں دیکھا بہت سی گاڑیاں ہردوئی رخ ہی کو جارہی ہیں، ایک ہوٹل پر کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی نظر آئیں معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کی وفات کی اطلاع پاکر ہردوئی ہی جارہی ہیں، راستہ میں بہت سے اللہ کے بندے ڈاڑھی ٹوپی والے سفید پوشاک میں ملبوس سواریوں کے انتظار میں نظر آئے جو کسی طرح بہت جلد ہردوئی پہنچنا چاہتے تھے، ندوۃ العلماء کے اساتذہ و متعلقین اور بہت سے طلبہ اسی وقت ہردوئی کے لئے روانہ ہو چکے تھے، اور بڑی تعداد اعلی الصباح پہنچی۔

احقر جس وقت ہردوئی پہنچا تقریباً رات ۱۲ ر بج چکے تھا اور آنے والوں کا سلسلہ جاری تھا، مدرسہ کے احاطہ میں چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا مدرسہ کا صحن و مسجد مہمان خانہ دفتر و دیگر مقامات کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جہاں لوگوں کو بھیڑ نہ ہو، ہجوم بڑھتا ہی جارہا تھا اور ہر شخص حضرت اقدس کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس رہا تھا، لوگ مچھلی کی طرف مضطرب اور بے چین تھے کہ کس طرح حضرت کی ایک مرتبہ زیارت ہو جائے، حضرت والا کے مکان کے

سامنے دفتر اہتمام میں بھی لوگوں کی بھیڑ تھی، لوگ بیٹھے ہوئے ذکر تلاوت میں اور دعا میں مشغول تھے اور سب منتظر تھے کہ شاید اب وقت آجائے کہ حضرت کے دیدار کی اجازت ہوجائے، احقر جس وقت پہنچا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ غسل دیا جارہا ہے اور اب غسل سے فراغت ہونے والی ہے، اندر جانے کی ممانعت ہے۔ بعض مخصوص خدام دورہ حدیث کے طلبہ بھی غسل دینے کی سعادت حاصل کررہے ہیں، ان میں سے بعض کی کوشش سے احقر کو بھی اندر جانے کی سہولت ہوگئی، احقر اندر حجرہ میں داخل ہوا جو حضرت کی آرام گاہ تھی۔ اور جہاں حضرت اقدس جلوہ افروز ہوکر مہمانوں سے ملاقات کرتے تھے، لوگوں کو رشد و ہدایت کا سبق سکھاتے تھے، روحانی مریضوں کا علاج کرتے تھے، کتنے قضایا اور پیچیدہ مسائل اسی حجرہ مبارکہ سے حل کئے جاتے تھے، اور یہی تو وہ حجرہ ہے جہاں حضرت والا اس احقر ناکارہ کو اپنے سامنے کرسی میں بٹھا کر احقر کی معروضات سنا کرتے تھے، کل ہی کی تو بات ہے کہ دیر تک حضرت والا سے اسی حجرہ میں گفتگو کا شرف حاصل ہوا تھا، افسوس آج وہ کمرہ اپنی قسمت کو رورہا ہے اب اس حجرہ میں سکتہ اور سناٹے کا عالم ہے۔ در دیوار خاموش ہیں، حضرت کا غسل دیا ہوا پاکیزہ جسم صاف شفاف نورانی چہرہ خوبصورت جسم تخت پر رکھا ہوا ہے، چہرہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسکرارہے ہیں اور کسی خوشی کی بات پر کچھ فرمانا چاہتے ہیں، وَجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اور وَجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْتَبْشِرَةٌ کی گویا عملی صورت، کچھ احباب بیٹھے ہوئے جسم اطہر کے قریب ذکر اور تلاوت میں لگے ہوئے ہیں، احقر بھی وضو کر کے حضرت کے قریب گیا، صدیق اکبر کی سنت کے مطابق حضرت اقدس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور قریب بیٹھ کر ذکر و تلاوت میں لگ گیا، کل تک جب اس حجرہ میں حاضری ہوتی تھی تو واضح الفاظ میں کہتا تھا السلام علیکم آج یہ پہلا دن تھا کہ بغیر سلام کے حجرہ میں حاضری ہورہی ہے، سلامتی تو ہے لیکن کوئی سلام کا جواب دینے والا نہیں، کل تک جو حاضری کے بعد لوگوں کی خیریت دریافت کرتا تھا، حجرہ میں بیٹھے بیٹھے فون کے ذریعہ مریضوں کی عیادت اور پسماندگان کی تعزیت کرتا تھا آج اس حال میں

ہے کہ خود اس کی طرف سے تعزیت کی جائے، اسی حجرہ میں اصلاحی اشتہارات کا انبار لگا رہتا تھا آج وہ حجرہ بالکل خالی نظر آرہا ہے، آہ افسوس کہ لوگوں کو سنت کا سبق دینے والا ہر سنت کو زندہ کرنے کا جذبہ رکھنے والا محی السنہ کا لقب پانے والا علم دین کا شہسوار سنت کا علمبردار اس عالم سے رخصت ہوگیا۔ احقر کی رنج وغم کی حالت مت پوچھئے، سکتہ سناٹے کے عالم میں خواب وخیال کی دنیا نے کن کن پرانی یادوں کو تازہ کر دیا۔

موقع محل کے مناسب مختصر تقریر

احقر اسی خواب خیال کی دنیا میں حضرت کے قریب بیٹھے ذکر وفکر میں لگا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ جس قدر بھی حضرت کے قریب بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوجائے غنیمت ہے کہ اتنے میں حضرت اقدس کے بڑے نواسے بھائی علیم صاحب جو ماشاء اللہ بڑے فہیم اور ذمہ دار ہیں اور اس وقت بھی پورے صبر واستقلال کا ثبوت دے رہے تھے، احقر کے پاس تشریف لائے اور آکر فرمایا کہ ''مفتی صاحب بیشک آپ کے لئے یہ بڑی آزمائش کا وقت ہے لیکن آپ سے اس وقت ایک درخواست ہے آپ اس کو اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ آپ سے گذارش ہے کہ باہر اتنا مجمع لگا ہوا ہے بھیڑ بڑھتی جارہی ہے لوگ ٹوٹے پڑ رہے ہیں، حضرت کی زیارت کے لئے بے چین اور ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے ہیں آپ باہر جا کر تھوڑی دیر کچھ بیان کر دیجئے لوگوں کو تسلی دلا دیجئے اور اطمینان دلا دیجئے کہ انشاء اللہ سب کو حضرت کی زیارت کرائی جائے گی آپ لوگ مسجد میں تشریف لے جائیں یہاں بھیڑ نہ لگائیں''۔

نواسوں کا حکم ایسا نہ تھا کہ اس کو مسترد کر دیا جاتا احقر اٹھ کر باہر آیا دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے مدرسہ کا صحن بھرا ہوا ہے آنے والوں کا سلسلہ بڑھتا جارہا ہے، بہرحال مشورہ کے مطابق لاؤڈ اسپیکر سے احقر نے مختصر تمہید کے بعد عرض کیا کہ ''جس ذات اقدس کی زیارت کے لئے آپ بے چین ہیں، ان کی تعلیمات وہدایات آپ کے پیش نظر ہوں گی، وہ نظم ونسق

کے کتنے پابند تھے، آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ مصافحہ کے لئے بھی حضرت اس طرح ازدحام اور بدنظمی کو ناپسند فرماتے تھے اور ناراض ہوتے تھے، مصافحہ کے لئے حضرت لائن لگواتے اور بڑوں چھوٹوں کی بھی ترتیب کا لحاظ فرماتے تھے، حج میں بھی حجر اسود کی تقبیل کے موقع پر شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ کسی کو ایذا پہنچا کر تقبیل کی کوشش مت کرو، آسانی سے جو ہوجائے اس کو غنیمت جانو اس لئے آپ حضرات سے گذارش ہے کہ نظم ونسق کو برقرار رکھیں، یہاں یا صحن میں بھیڑ نہ لگائیں، انشاءاللہ سب حضرات کو زیارت کرائی جائے گی''۔

مختصر سی گفتگو کر کے احقر نے اپنی بات ختم کردی، دیکھتے دیکھتے تھوڑی دیر میں فجر کی اذان ہوگئی نماز کی تیار شروع ہوئی، نماز ہوتے ہوتے لوگوں کا مجمع اس قدر کثیر ہوچکا تھا کہ قابو سے باہر تھا اب نہ کہیں ٹھہرنے ٹھہرانے کی جگہ نہ بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی چاروں طرف آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے، مسجد بھی بھری ہوئی صحن بھی بھرا ہوا۔ نماز کے بعد لوگوں کا ہجوم اک دم سے ٹوٹ پڑا کہ کسی طرح حضرت کی زیارت، ایک جھلک ہی ہم کو دیکھنے کو مل جائے۔

مجمع عام میں حضرت اقدس کی آخری زیارت

مجمع کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس کی آخری زیارت کے لئے نظام بنایا گیا اور یہ نظام بنانا بھی وقت کے لحاظ سے ضروری تھا کیونکہ مجمع بے قابو و بے چین تھا کہ آخر ہم کو حضرت کی زیارت کیوں نہیں کرائی جارہی، مکان کے چاروں طرف اور دروازہ پر لوگوں کی ایسی بھیڑ کہ ایسا لگتا تھا کہ دروازہ ٹوٹ جائے گا اور پورا مجمع اندر ٹوٹ پڑے گا، اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے فقہاء کرام کو کہ انہوں نے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے میت کے دیکھنے دکھانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے زیادہ تاخیر نہ ہوجائے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کو بھی دیر تک رکھا گیا اور صحابہ کرام آ آ کر زیارت کی سعادت حاصل کرتے رہے اگرچہ وہاں دوسری اور بھی مصلحتیں تھیں، بہر حال حضرت کی رونمائی کا انتظام کیا گیا اگرچہ خود حضرت اقدس اس کو

ناپسند فرماتے تھے لیکن وقت کو دیکھتے ہوئے شرعی گنجائش کی وجہ سے اس کا انتظام کیا گیا، دفتر اہتمام جس کے تین در ہیں وہاں پر لمبے لمبے پائپ اور بلیاں مضبوط رسیوں سے باندھ دیئے گئے تاکہ لوگ اندر نہ آسکیں اور مضبوط طاقتور بہادر قسم کے چند افراد ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کھڑے ہوگئے کہ درمیان سے کوئی صاحب آنے کی کوشش نہ کریں، حضرت اقدس کا جنازہ گھر کے اندر سے باہر چارپائی پر لایا گیا اور جنازہ دفتر اہتمام ہی کے بائیں طرف در پر رکھ دیا گیا، یہ وہی قدیم دفتر اہتمام ہے جہاں حضرت کی مجلس ہوتی تھی اور حضرت اقدس وعظ ونصیحت کی باتیں بیان فرماتے تھے، افسوس آج اس کا نقشہ ہی کچھ اور ہے، اعلان کر دیا گیا کہ آنے والے حضرات ایک طرف سے آتے جائیں اور سیدھے مسجد کے راستے سے نکل کر عید گاہ جاتے جائیں جہاں جنازہ کی نماز ہونی ہے۔ زیارت شروع ہوئی اللہ اللہ لوگوں کا اس قدر ہجوم چیخ وپکار ریل پیل کا ایسا منظر کہ لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، بار بار لوگوں کو آگاہ کرنا پڑتا تھا، تنبیہ کی جاتی کہ نظم ونسق کو برقرار رکھیں ایک ہی طرف سے آئیں، لائن سے آئیں، لائن نہ توڑیں زیارت کر کے جلد آگے بڑھ جائیں ایک جھلک دیکھیں فوراً آگے بڑھ جائیں، لوگ گھنٹوں پہلے سے لائن لگائے کھڑے تھے جن کی زیارت کا نمبر نہیں آرہا تھا اور جس کا نمبر آجاتا وہ ایک جھلک دیکھنے پر قناعت نہ کرتا بلکہ جی بھر کر دیکھنے کی کوشش میں رہتا، ادھر فعّال مضبوط پہلوان قسم کے لوگ قریب میں کھڑے ایک جھلک دیکھنے کے بعد فوراً اس کو آگے کر دیتے تاکہ دوسروں کو زیارت کا موقع مل جائے، بعض لوگ اس حرکت پر ناراض بھی ہوتے لیکن ایسا کرنا ان کی مجبوری تھی، مجمع اتنا بڑھ گیا کہ زیارت کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہورہا تھا۔ جو مجمع مدرسہ کے اندر تھا ابھی اس کی زیارت نہ ہوسکی تھی اور اس سے کئی گنا زائد مدرسہ کے باہر سڑک پر موجود تھا، اور اب لوگوں کے اندر آنے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی مجبوراً مدرسے کا گیٹ بند کر دیا گیا۔ مخصوص علماء کرام ندوۃ العلماء سے تشریف لائے، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندوی، مولانا

برہان الدین صاحب سنبھلی، مولانا حبیب احمد صاحب باندوی ناظم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، مرکز نظام الدین دہلی کے اکابر اور دیگر علماء کرام مفتی منظور صاحب وغیرہ اس بھیڑ میں بمشکل تمام کسی طرح اندر داخل کئے جاسکے، ہر جگہ مجمع کھچا کھچ بھرا ہوا ہے جو جہاں کھڑا ہے آگے ہٹ نہیں سکتا، عجیب چیخ پکار کا منظر تھا، حضرت کا جنازہ در میں منظر عام پر رکھا ہوا ہے سامنے مہتمم دارالعلوم ندوہ اور مولانا برہان الدین صاحب وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں بعض لوگ بلک بلک کر رو رہے ہیں کسی کی آنکھیں نم آنسو جاری، کسی کے آنسو خشک اور سکتہ کا عالم طاری، بعض مریدین مغلوب الحال اندر داخل ہوئے تاب نہ لا سکے قریب آکر گر گئے ان کو سنبھالا گیا اور علیحدہ لے جاکر آرام کرایا گیا، اللہ اللہ ایسا منظر تو کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا مولانا برہان الدین صاحب اور مہتمم صاحب آب دیدہ ہوکر باتیں کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ کیسا چہرہ مسکراتا ہوا ہے کیا نورانی چہرہ ہے، ایسا محسوس ہورہا ہے کہ حضرت خوشی میں اب کچھ فرمانا چاہتے ہیں وجوہ یومئذ مستبشرہ ۔

احقر یہ سب منظر قریب سے دیکھ رہا تھا بوڑھوں نوجوانوں اور عمر رسیدہ ضعیف الجثہ جن کو چلنے کی بھی تاب نہ تھی دیکھا کہ وہ بھی گرتے پڑتے گھسٹتے حضرت کے آخری دیدار کے لئے چلے آرہے ہیں، احقر حضرت کے قریب ہی کبھی چہرہ کے قریب آتا کبھی پیچھے ہٹ جاتا جی نہ مانتا پھر جی بھر کر دیکھ لیتا، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کی بات بار بار یاد آتی تھی کہ زندگی گذارو تو ایسی کہ جب تم پیدا ہوئے تھے تو تم تو رو رہے تھے لیکن سب خوش تھے اور خوشیاں منا رہے تھے اور جب تم دنیا سے رخصت ہورہے ہو تو ایسے جاؤ کہ تم تو ہنستے مسکراتے ہو اور سب لوگ رنج وغم میں رو رہے ہوں، آج نگاہیں وہی منظر دیکھ رہی تھیں کہ حضرت تو ہشاش بشاش، چہرہ مسکراتا ہوا اور اسی حال میں ہم سے رخصت ہوگئے لیکن لوگوں کو تڑپتا ہوا بے چین رنجیدہ، غمگین اور روتا ہوا چھوڑ گئے ۔

رونمائی اور حضرت اقدس کی زیارت کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جو ختم ہونے کا نام ہی

نہ لیتا تھا، اعلان کے مطابق جنازہ کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، اب زیارت کے سلسلہ کو باقی رکھنا نہ صرف حضرت کی ہدایت کے خلاف بلکہ شریعت کے خلاف اور کیئے گئے اعلان کے خلاف ہوتا اس لئے اس سلسلہ کو مجبوراً بند کرنا پڑا، مدرسہ کا گیٹ تو بند تھا ایک جم غفیر جو مدرسے کے اندر بھی داخل نہ ہوسکا تھا وہ صف بستہ قطار بنائے ہوئے خاموش رنجیدہ سڑک کے دونوں جانب اس امید پر کھڑا ہوا تھا کہ حضرت کا جنازہ یہاں سے گزرے گا شکل صورت کی زیارت نہیں ہوسکی تو جنازہ ہی کو اوپر سے اور دور سے ایک نظر دیکھ لیا جائے، اور شاید کاندھا دینے کی سعادت بھی حاصل ہوجائے، یہ لمبی قطار تا حد نظر لگی ہوئی تھی اور جنازہ کے قریب مدرسہ کے اندرونی حصہ میں مجمع اس قدر تھا کہ اندر والوں کو باہر اور باہر والوں کو اندر کی آمد مشکل تھی۔احقر کسی طرح گیٹ کے قریب آگیا تا کہ گیٹ کھلتے ہی باہر کو نکل جائے۔

جنازہ کاندھوں پر

بمشکل تمام کسی طرح زیارت کا سلسلہ بند کیا گیا اور اب وقت آگیا کہ جنازہ کندھوں پر اٹھایا جائے، جنازہ کے ارد گرد ایسا جم غفیر اور ازدحام اور ایسی چیخ و پکار کا عالم کہ ایک دوسرے کی آواز سنائی دینی مشکل، لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کیا جارہا تھا کہ آپ لوگ خاموش رہیں اب جنازہ باہر لے جایا جائیگا آپ لوگ راستہ صاف کردیں، نکلنے کی جگہ دے دیں، خاموش ہوجائیں، کنارہ کو ہٹ جائیں، بڑے پائپ جنازہ کی چارپائی پر باندھے گئے تا کہ زائد سے زائد لوگوں کو کاندھا دینے میں سہولت ہو، مدرسہ کے احاطہ ہی میں لوگوں نے گیٹ کے کنارے قطار بنالی اور سڑک پر تو گھنٹوں پہلے لوگ قطار میں صف بستہ منتظر دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے، بالآخر جنازہ اٹھا کر مدرسہ کے گیٹ تک اور گیٹ سے باہر لایا گیا کاندھا دینے والوں کی ایسی بھیڑ کہ کمزوروں کا تو وہاں گذر نہیں بس قطار میں کھڑے دور سے جنازہ کی زیارت پر اکتفا کرلو اور اسی کو غنیمت سمجھ لو، خوش نصیب ہوگا وہ جسے آج کاندھا دینے کی سعادت حاصل ہوجائے۔

گرمی کا موسم تھا لیکن اللہ نے تپش کم کردی لوگ پیاس کی شدت کو بھولے ہوئے تھے، کچھ اللہ کے بندوں نے لب سڑک پانی پلانے کا انتظام کردیا تھا، چھتوں پر مسلم غیر مسلم مردوں اور عورتوں کا مجمع تھا جو اپنی زندگی میں پہلی بار یہ منظر دیکھ رہا تھا، اس ازحام میں جنازہ کو رینگتا ہوا دھیرے دھیرے لے جایا جارہا تھا، تھوڑی دور آگے چلتا بھیڑ کی وجہ سے پھر رک جاتا اسطرح لہراتا ہوا مجمع کے بیچ میں عاشقوں کے کاندھوں پر جنازہ اپنی آخری منزل کو پہنچ رہا تھا، صبح کا وقت دکانیں یوں بھی بند تھیں اس حادثہ سے پورے شہر میں سناٹا تھا ہوٹل دکانیں اور سارے کاروبار بند، راستے بھی جام کردیئے گئے، کوئی چھوٹی بڑی گاڑی ادھر سے نہیں گذر سکتی تھی۔

نماز جنازہ

جس جگہ نماز جنازہ ہونی تھی وہ جگہ تو پہلے سے پر ہو چکی تھی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے جنازہ آگے لے جانے کی شکل نظر نہیں آرہی تھی، آنے والا مجمع جائے تو کہاں، کوئی دکان کے گوشوں میں ہے کوئی مکان کے سایہ میں، کوئی درخت کے نیچے کوئی نل کی دہلیز پر جس کو جہاں جگہ ملی قبلہ رو کھڑا ہو گیا، لاکھوں کا مجمع ہے آگے بڑھنے کی گنجائش کہاں، اعلان پر اعلان ہورہا ہے کہ آپ لوگ خاموش رہیں جنازہ کی نماز ہونے جارہی ہے۔ امام صاحب آ گئے ہیں نماز پڑھائیں گے، حضرت قاری امیر حسن صاحب تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ جو جہاں جس حال میں تھا قبلہ رو ہو کر اس نے وہیں نماز جنازہ ادا کی صف بندی پورے طور پر بھلا کہاں ممکن تھی ایسی بھیڑ میں۔

جنازہ قبرستان میں

نماز جنازہ کے بعد اب وقت آیا تھا کہ جنازہ قبرستان لے جایا جائے قبرستان وہاں سے کوئی بہت دور اور فاصلہ پر نہیں ہے لیکن بھیڑ کی زیادتی کی وجہ سے وہی دشواری پھر آئی کسی طرح مجمع پر قابو پاکر جنازہ قبرستان لے جا کر قبر کے قریب رکھا گیا، پورا قبرستان اور اس کے

اطراف لوگوں سے بھرے ہوئے اور مٹی دینے کے منتظر، ہر شخص قبر کے قریب جانے کی فکر اور کوشش میں، لیکن بھلا یہ کیسے ممکن تھا، قبر کے قریب بھی چاروں طرف بلی بانس باندھ دیئے گئے تھے تاکہ بھیڑ کا ریلا آگے نہ بڑھے اور سکون کے ساتھ تدفین کی جاسکے، قبر میں جنازہ اتارنے کے وقت ہر شخص اس سعادت کو حاصل کرنے کی فکر اور کوشش میں تھا، احقر نے بہت چاہا اور بڑی کوشش کی کہ کسی طرح قبر کے قریب تک پہنچ جاؤں لیکن کامیاب نہ ہوسکا، وقت آگیا مٹی ڈالنے کا پھر آگے بڑھنے کی کوشش کی تاکہ مٹی ڈالنے کی سعادت نصیب ہوجائے، آگے بڑھنے کی کوشش کی پیچھے سے بھیڑ کا ایسا ریلا آیا کہ احقر گرتے گرتے بچا، پیر میں چوٹ آئی اور اندازہ ہوا کہ ہر سال جو سننے میں آتا ہے کہ کچھ حاجی بھیڑ میں کچل کر دب کر مر گئے، واقعی اسی قسم کی بھیڑ میں اسی قسم کی صورت پیدا ہوتی ہوگی، بالآخر احقر نے اپنے کو سنبھالا اور دل کو تسلی دی کہ قبر میں مٹی ڈالنا فرض واجب نہیں ایک فضیلت کا عمل ہے اور اپنے کو ہلاکت سے بچانا فرض ہے، یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ ایک امر مندوب کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈالا جائے اس لئے مایوس اور رنجیدہ ہوکر خاموشی سے پیچھے واپس آگیا۔ مجمع کا صحیح اندازہ لگا کر اس کی مقدار متعین کرنا آسان کام نہیں اور سب کے بس میں بھی نہیں، تاہم احقر نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی کی وفات پر جو مجمع دیکھا جس کا اندازہ معتدل قول کے مطابق پونے دولاکھ تھا یہاں کا مجمع اس سے کم نہ تھا احقر کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ مجمع یہاں زیادہ تھا یا وہاں دونوں ہی شیخ اللہ کے کیسے محبوب ومقبول بندے تھے۔ نور اللہ مرقدہما۔

باب ۱۱

تدفین کے بعد

تدفین کے بعد لوگ رنجیدہ افسردہ کف افسوس ملتے ہوئے قبرستان سے واپس ہو رہے تھے اب تک تو جنازہ میں شرکت کے لئے لوگوں کی آمد ورفت ہو رہی تھی اور اب تعزیت اور زیارتِ قبر اور فاتحہ خوانی کے لئے ہو رہی ہے، آنے والوں کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ چاروں طرف لوگ اداس رنجیدہ مغموم ومخزون نظر آرہے ہیں، جیسے ہر شخص نے اپنی کسی قیمتی چیز کو کھو دیا ہو۔ مدرسہ والے بھی سکتے کے عالم میں ہیں، زبانیں گنگ آنکھیں نم ہیں نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پانی در دیوار سونے معلوم ہوتے ہیں اور یہ سرسبز باغ آج اجڑا نظر آرہا ہے، کسی کو کسی پل چین نظر نہیں آتا۔

مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ گئے سب کچھ لٹ گیا دنیا تاریک نظر آرہی ہے کدھر جائیں کس سے رہنمائی حاصل کریں کسی کو کسی پال چین نہیں آتا،

تعزیت

تعزیت کون کرے کس کی کرے کن الفاظ سے کرے، تسلی کون دے، کس کو دے کن الفاظ سے دے، ہر شخص تعزیت وتسلی کا مستحق ومحتاج ہے، ہر شخص ایک بڑی نعمت سے محروم ہوا ہے، اور ہر شخص نے اپنی کسی قیمتی چیز کو کھو دیا ہے۔ لیجئے آئیے کسی اور سے نہیں حضرت ہی کی زبان مبارک سے بیان کیا ہوا اور حضرت ہی کے قلم کا لکھا ہوا صبر وتسلی اور تعزیت کا مضمون سنئے جو حضرت والا نے اسی قسم کے مصیبت زدہ لوگوں اور ایسے ہی موقعوں کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

تعزیتی مضمون

بیان فرمودہ محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

قَالَ رَسُوۡلَ اللّٰهَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمُ اِنَّ لِلّٰهِ مَااَخَذَ وَلَه‘ مَا اَعۡطٰى وَكُلٌ عِنۡدَه‘ بِاَجَلٍ مُّسَمّٰى فَلۡتَصۡبِرُ وَلۡتَحۡتَسِبُ.

ترجمہ: یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے دیا، اس کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے پس چاہئے کہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے۔

حضرات! اس وقت جو حدیث پاک پڑھی گئی ہے اس میں تعزیت کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بچے کی طبیعت خراب ہوئی جب اس کی حالت نازک ہوئی اور نزع کے آثار ظاہر ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا: ''ان ابنا لی قبض فاتنا'' ''میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے آپ تشریف لائیں''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا:

" اِنَّ لِلّٰهِ مَااَخَذَ وَلَه‘ مَا اَعۡطٰى وَكُلٌ عِنۡدَه‘ بِاَجَلٍ مُّسَمّٰى فَلۡتَصۡبِرُ وَلۡتَحۡتَسِبُ."

''یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے دیا اور اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے پس تمہیں صبر کرنا چاہئے اور ثواب کی امید رکھنا چاہئے''۔

صدمہ ہوا کرتا ہے دو باتوں کی وجہ سے ایک تو یہ کہ ہماری چیز گئی اس وجہ سے صدمہ ہوتا ہے۔ اسی لئے کسی کی کوئی چیز ٹوٹ جائے، چوری ہو جائے تو تکلیف ہوتی ہے۔ یوں تو چوریوں کی خبر سنتے ہیں اخبار میں پڑھتے ہیں، اس پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ہم سے تعلق والی چیز

ہو یا ہماری چیز ہو تو صدمہ ہوتا ہے، تو صدمہ کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ جانے والی چیز ہماری ہے۔
دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ جانے والی چیز ہمیشہ کے لئے گئی۔ اس وجہ سے بھی صدمہ ہوتا ہے۔ گھڑی بگڑ گئی ہے چلتی نہیں ہے۔ اس کو گھڑی ساز کے یہاں لے گئے۔ اس نے کہا کہ ایک مہینہ کے بعد ملے گی۔ تو گھڑی ہمارے پاس سے گئی مگر صدمہ نہیں ہو رہا ہے کیوں کہ عارضی طور پر جارہی ہے۔ لوٹ کے آجائے گی۔ معلوم ہوا کہ غم کی دو وجہیں ہوتی ہے۔ جب یہ دونوں چیز ہوتی ہیں تو صدمہ ہوتا ہے۔

صدمہ کا علاج

اس لئے اس میں اس کا علاج بتلایا گیا وہ یہ کہ جو چیز ہے وہ ہماری نہیں ہے اور ہم غلطی سے اس کو اپنی سمجھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ غلطی کی بات ہے۔ پریشانی اور غم کا مدار اسی پر ہے کہ ہم نے جانے والی چیز کو اپنی چیز سمجھا۔ حالاں کہ تمام چیزوں کا خالق و مالک اللہ ہے۔ فرمایا گیا کہ:

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

''زمین و آسمان اور اس میں جتنی چیزیں ہیں اس کا مالک اللہ ہے''

جب ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے تو اب ہمارے پاس جو چیزیں ہیں وہ یا تو بطور امانت کے ہیں یا بطور عاریت کے ہیں۔ ہم اس کے مالک نہیں ہیں۔ یہ تو ایک مقدمہ ہے اس کے ساتھ دوسرا مقدمہ یہ بھی ملا لیجئے کہ مالک کو حق ہے کہ جب چاہے اپنی چیز لے لے تو اگر مالک اپنی چیز لیتا ہے تو ہم کو اس پر کوئی اعتراض کا حق نہیں ہے۔ بلکہ اس کو دینا چاہئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعزیتی مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف)

تم خوش رہو میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد!

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم اور صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں تمہیں اپنے شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اس لئے کہ ہماری جانیں اور ہمارا مال اور ہماری بیویاں اور ہماری اولاد اللہ عزوجل کی مبارک اور عمدہ بخشش ہیں اور عاریت رکھی ہوئی چیزیں ہیں جن سے ایک مدت معینہ تک فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے اور وہ ایک مقررہ وقت پر انہیں اٹھالیتا ہے۔ پھر جب وہ عطا کرے تو ہم پر اس کا شکر فرض ہے اور جب آزمائش میں ڈالے تو صبر فرض ہے، تمہارا لڑکا اللہ کی عمدہ بخشش اور اس کی امانت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کے لئے قابل رشک اور تمہارے لئے قابل مسرت بنا کر تمہیں اس سے بہرہ ور کیا (جب اس نے چاہا) تمہارے پاس سے اجر وثواب اور رحمت و ہدایت کے بدلہ اسے اٹھالیا۔ اگر تم ثواب چاہتے ہو تو صبر کرو، کہیں تمہارا جزع فزع کرنا تمہارا ثواب نہ کھودے، پھر پشیمان ہو اور یہ بات جان لو کہ بے صبری سے نہ تو کوئی چیز لوٹ کر آتی ہے اور نہ غم دور ہوتا ہے اور جو کچھ پیش آئے اس کو ٹھیک تقدیر الٰہی کا فیصلہ سمجھو۔

تو ایسے موقع پر صبر وضبط سے کام لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے۔

مومن کی شان

قرآن پاک میں بھی مومن کی شان یہی بیان کر کے ان کے اس طرز عمل پر ان کو خصوصی رحمت و برکت کی خوش خبری دی گئی ہے فرمایا گیا:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِینَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. (پ۲ ع ۳)

''ایسے صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے کہ جن کی عادت یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ دل سے سمجھ کر یوں کہتے ہیں کہ ہم تو حقیقتاً اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں''۔

حکم ہے کہ غم اور مصیبت کے وقت اس مضمون کا استحضار کر کے اس کو پڑھنا چاہئے۔

عقائد ہمارا خاص سرمایہ ہیں، پریشان کن واقعات میں ان سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ عقائد ہمارے علم میں ہیں اور بہت سہل بھی ہیں۔

اللہ رب العالمین ہے، سارے جہان کا پالنے والا ہے، رحمٰن ہے بڑا مہربان ہے، رحیم ہے، انتہائی رحم کرنے والا ہے، مالک بھی ہے، قادر بھی ہے، کریم بھی ہے جو از خود نعمتیں دیتا ہے رہتا ہے، پھر ناصر بھی ہے، ولی بھی ہے، حاکم بھی ہے، حکیم بھی ہے، اس کا ہر کام حکمت اور مصلحت سے ہوتا ہے۔

یہ دس عقائد اور اللہ کے نام ہیں۔ ان میں سے صرف اگر دو کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو کافی ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہے جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے بغیر اس کے حکم کے ذرہ بھی نہیں ہل سکتا ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے ان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے، اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے کسی کے عزیز یا کسی کی بچی کو اس عالم میں بلا لیا گیا تو یہ سوچے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہوا۔ پھر یہ سوچے کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہے، گو ہم کو علم نہ ہو، اس سے انشاء اللہ

تعالیٰ دلی پریشانی نہ ہوگی۔ ماں باپ بھی بعض دفعہ بچے کی ٹانگ کٹوا دیتے ہیں، بچے کو کڑوی دوا کھلاتے ہیں حالانکہ بچے روتے ہیں چلاتے ہیں، ان کو تکلیف بھی ہوتی ہے مگر ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ اسی میں ان کی خیر خواہی ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے سمجھے کہ اس کا ہر کام حکمت اور مصلحت سے ہوتا ہے۔

حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

اور اللہ تعالیٰ مالک بھی ہے مالک کو حق ہوتا ہے ہر طریقہ کا تصرف کرنے کا۔ ہم لوگوں نے بھی مکان بنا رکھا ہے۔ اس میں بیت الخلاء بھی ہے تو اب جس جگہ بیت الخلاء ہے وہ جگہ مالک مکان سے یہ کہے کہ صاحب ہم نے کیا قصور کیا تھا کہ ہم کو گندے کام کے لئے تجویز کیا گیا؟ تو ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہوگا کہ ہم مالک ہیں مالک کو حق ہے کہ جس جگہ جو چیز مناسب ہو وہ بنوائے۔ کسی کو اس پر اعتراض کا کیا حق ہے۔ حق تعالیٰ مالک ہیں اور مالک کو حق ہے کہ جس کو چاہے رکھے جس کو چاہے بلا لے۔

مالک ہے جو چاہے کر تصرف — کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب — حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے

كُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى، اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو بھیجا ہے اس کا ایک وقت مقرر کر کے بھیجا ہے نہ اس میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی نہ اس سے پہلے موت آسکتی ہے اور نہ اس کے بعد، اسی کو قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ، یہیں پر آدمی بے بس ہو جاتا ہے، انسان سارے کام کر سکتا ہے لیکن موت کو ٹال نہیں سکتا نہ اپنی موت کو نہ دوسرے کی موت کو کیوں کہ ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔

رنج وغم کو ہلکا کرنے کی اہم دعاء

طوطا پالتے ہیں اس کے مرنے کا غم ہوتا ہے بلی پالتے ہیں اس کے چلے جانے پر بھی اثر ہوتا ہے جب ایک جانور کی جدائی پر رنج ہوتا ہے تو کسی عزیز یا بچہ کے انتقال پر کتنا صدمہ ہوگا؟ اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ مرنے والے کے متعلقین اوراعزہ کی تعزیت کرو اوران سے تسلی کے کلمات کہو۔

ایک دعا ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ اِذَا کَرَبَہ، اَمْرٌ یَّقُوْلُ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی بے چینی اور پریشانی ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء پڑھتے تھے ''یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ'' اے وہ ذات جو کہ حقیقی زندہ اور سنبھالنے والی ہے، آپ ہی کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں' اس کو کثرت سے پڑھنا چاہئے۔ یہ بھی انسان کے لئے باعث صبر ہے، نافع ہے اس سے تسلی ملا کرے گی۔

اب اپنی فکر کیجئے

تو بھائی! حاصل یہی ہے کہ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے سب کو اپنے وقت پر جانا ہے جس کو جو لمحات ملے ہیں وہ بہت قیمتی ہیں۔ ایک ایک دن کی بڑی قیمت ہے۔ قانونی طور پر اکثر انسانوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے لہٰذا جو ساٹھ کے قریب ہیں وہ یہ سمجھیں کہ قانون کے اعتبار سے عمر پوری ہونے والی ہے اور جو ساٹھ کے اوپر ہیں ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم کو ہر سال توسیع مل رہی ہے اور جو ستر کے اوپر ہیں ان کو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم کو تو ہر دن توسیع مل رہی ہے کب بلاوا آجائے کسی کو پتہ نہیں، اس لئے آخرت کی تیاری اور اس کی فکر ہر وقت

رکھے۔ایک کتاب ہے (حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی) ''تسہیل شوق وطن'' اس کو پڑھا جائے۔آخرت کا سفر ہم سب کو کرنا ہے کیا کیا منزلیں پیش آنی ہیں کیا کیا حالات سامنے آنے ہیں ان سب کی معلومات اس سے ہوگی اور آخرت کا ذوق وشوق پیدا ہوگا اور اس کی تیاری کی فکر پیدا ہوگی۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور ۔۔۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی ایک دن گذرنی ہے ضرور ۔۔۔ قبر میں میت اترنی ہے ضرور

(طریق الصبر ، وعظ محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۲)

باب ۱۲

تعزیتی جلسے

تعزیتی جلسوں کا مزاج اکابر کا کبھی نہیں رہا، حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب بھی خود تعزیتی جلسے کے قائل نہ تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، حضرت مفتی محمود حسن صاحب، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب، مولانا اسعداللہ صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب، مولانا علی میاں صاحب اور دیگر اکابرین میں سے کسی ایک کا بھی حضرت نے تعزیتی جلسہ نہیں فرمایا، اور یہی مزاج حضرت نے اپنے چھوٹوں ماتحتوں کا بھی بنایا تھا اس لئے تعزیتی جلسہ کے عنوان سے نہ تو حضرت کے مدرسہ میں کوئی پروگرام ہوا اور نہ ہی حضرت سے متعلقہ مدارس اور ملحقہ شاخوں میں اس کا اہتمام کرایا گیا ، البتہ تعزیت کے طور پر آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری تھا، کبار علماء اور مشائخ تشریف لا رہے تھے، ان کی تشریف آوری کے وقت ان کے بیانات بھی ہو جاتے تھے جس میں وہ تعزیت و تسلی کے مضامین اور حضرت اقدسؒ کے فضائل اور آپ کی تعلیمات کی خصوصیات اور آئندہ کے لئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایات اور اس کے علاوہ ضروری مضامین بیان فرماتے تھے......

حضرت کے مدرسہ میں تو دوسرے ہی دن حسب سابق تعلیم شروع ہو گئی اور سارے معمولات جاری ہو گئے۔ نہ تعطیل ہوئی نہ جلسۂ تعزیت نہ سوگ منایا گیا، البتہ صبح کے وقت طلبہ حضرت کی قبر پر زیارت کے لئے جاتے ہیں اور سورہ یٰسین وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب

کر کے چلے آتے ہیں۔

لیکن آج کل عام طور پر تعزیتی جلسوں کا بڑا رواج ہے، کسی بزرگ اور عظیم شخصیت کی وفات پر تعطیلات ہوتی ہیں تعزیتی جلسے ہوتے ہیں، دارالعلوم ندوہ العلماء میں حضرتؒ کی وفات کے موقع پر جنازہ میں شرکت کے لئے عام تعطیل کردی گئی تھی اور ندوہ کے اکثر افراد ہردوئی حضرت کے جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے، اور دوسرے دن حسب دستور تعلیمی سلسلہ جاری رہا البتہ آخری گھنٹوں کو فارغ کر کے تعزیتی جلسہ کا مسجد میں پروگرام رکھا گیا۔ ندوہ کے علاوہ اور بھی دوسرے اداروں میں تعزیتی جلسے ہوئے، بہت سے حضرات کے نزدیک تعزیتی جلسہ رخصت ہونے والی اہم شخصیت کا ایک حق سمجھا جاتا ہے جس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے، واللہ اعلم۔

اس موقع پر ندوہ میں جو تعزیتی جلسہ ہوا اس میں حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی، اور مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی، مولانا خالد صاحب غازی پوری کے تعزیتی اور حضرت کی فضیلت ومنقبت اور خصوصیات پر بیانات ہوئے، ہدایت کے مطابق سارے اساتذہ وطلبہ نے اس میں شرکت کی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے تعزیتی پروگرام میں ان حضرات نے جو کچھ فرمایا اس کے کچھ اقتباسات یہاں بھی نقل کردیئے جائیں شاید کسی کے لئے نفع بخش ہوں یہ بیانات احقر نے اسی وقت ضبط کر لئے تھے۔ جلسہ میں صدارت کی ذمہ داری مولانا خالد صاحب غازیپوری انجام دے رہے تھے، مختصر سی تمہید میں مولانا خالد صاحب نے فرمایا!

مولانا خالد صاحب غازیپوری

''حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ندوۃ العلماء میں تشریف لاتے تھے ہماری سرپرستی فرماتے تھے، ہم سب کی اصلاح وتربیت فرماتے تھے افسوس کہ آج ہم سب اس نعمت سے محروم ہوگئے''۔

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب

مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کا تعزیتی خطاب

حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب کی تعلیم وتربیت کی ایک خصوصیت

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی نے حمد وصلوٰۃ کے بعد تعزیتی خطاب میں فرمایا!

''ہمارے شیخ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب بھی انہیں اولیاء کرام کے ایک فرد تھے جن کے ذمہ یہ کام کیا گیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو، آپ کی ایک ایک سنت کو عام کریں، جو سنتیں مردہ ہوچکی ہیں ان کو زندہ کریں اور جو لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے دور ہو گئے ہیں ان کو قریب لانے کی کوشش کریں، حضرت مولاناؒ بڑے اہتمام سے اتباع سنت کی دعوت دیا کرتے تھے۔

ہماری معلومات کی حد تک ایسا کوئی شخص مجھے نہیں ملا جو ان کا معتقد نہ ہو اور جو ان کے اس انداز تربیت سے خوش نہ ہو، آپ کا انداز ہ تربیت یہ تھا کہ آپ منفی انداز میں تربیت نہیں کرتے تھے بلکہ مثبت انداز میں تربیت کرتے تھے (مثلاً کوئی امر ناجائز و بدعت ہے تو تو اس کو بدعت نہ کہہ کر یہ فرماتے کہ یہ کام سنت سے ثابت نہیں سنت طریقہ یہ ہے۔ واللہ اعلم) آپ کے کاموں میں اور آپ کی باتوں میں توازن اور اعتدال کی صفت پائی جاتی تھی، آپ کی گفتگو میں محبت اور نرمی ہوتی تھی، آپ کا انداز تربیت والہانہ ہوتا تھا، ہر شخص ان پر فدا ہونے اور ان پر مر مٹنے کو تیار ہوجاتا تھا۔

ہم نے ہردوئی میں دیکھا کہ تھوڑی دیر میں لاکھوں کا مجمع ہوگیا اور ہر شخص اس بات پر رنج کر رہا تھا کہ آج ہمارا شیخ ہمارا محسن ہم سے رخصت ہوگیا جس سے ہم کو تربیت ملتی تھی، جو ہمارے ایمان کو پختہ کرتا تھا، حضرتؒ کی وفات سے بہت بڑا خلا ہوگیا، سمجھ میں نہیں آتا کہ اس

خلا کو کون پر کرے گا، بس اللہ ہی اپنے فضل سے اس خلا کو پر کرے گا، آپ میں سے ہر شخص اس کا ذمہ دار ہے کہ وہ اپنے کو اس رنگ میں رنگ لے جو اللہ کا رنگ ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً، آپ سب میں ایسی صلاحیت موجود ہے کہ امت کی اصلاح کا صحیح طریقہ اختیار کریں، آپ بھی اپنے کو اس زمرہ میں شامل کریں، اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کہ ہم لوگوں کا اللہ سے تعلق پیدا کر دیں۔

وفات کے موقع پر ہم نے حضرت کا چہرہ دیکھا، کیسی بشاشت تھی اور کیسا منور چہرہ تھا، بالکل معلوم نہ ہوتا تھا کہ انتقال ہو گیا ہے۔ ایسے لیٹے ہوئے تھے اور چہرہ ایسا ہشاش بشاس معلوم ہوتا تھا کہ گویا خوشی میں کسی بات کے منتظر ہیں، آپ سب کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اس نہج پر کام کرنے اور چلنے کی توفیق عطا فرمائے، بے حسی کی کیفیت دور ہو اور دنیا کے اندر جو برائیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کو مٹانے کی کوشش کریں''۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب ندویؒ

معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنؤ کا تعزیتی بیان

حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب کی ایک عجیب خصوصیت

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی نے تعزیتی جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

''حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کو سنت سے اس قدر شغف تھا کہ ان کے رگ و پے میں بسا ہوا تھا، میرا ایک بار ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا وہ بولتے بہت تھے لیکن ایک لفظ بھی بے سود اور بے معنی نہیں بولتے تھے، میں نے مولانا کا حال یہی دیکھا کہ جہاں ان کو موقع ملا فوراً وہ اتباع سنت کی بات کرنے لگتے، ایک مرتبہ ایک صاحب نے جوتے اتارے اور ٹیڑھے رکھ دیئے حضرت نے ان کے جوتے سیدھے کر دیئے، رات دن اتباع سنت کے علاوہ ان کا کوئی اور مشغلہ نہ تھا، دسترخوان بچھا ہے کھانا رکھا گیا ابھی پورا کھانا آیا نہیں مولانا نے اپنی بات شروع کر دی کہ کھانا اللہ کی بڑی نعمت ہے اس نعمت کی قدر دانی یہ ہے کہ اس کے آداب کا لحاظ کیا جائے سنت طریقہ کے مطابق کھانا کھایا جائے، اور پھر کھانے کے آداب بیان کئے۔ ان کا درس ہر وقت ہوتا رہتا تھا وہ ہر بات کو اپنے رخ پر لے جاتے تھے، آج اس کی قدر معلوم ہو رہی ہے۔ اور اس کا اثر آج ظاہر ہو رہا ہے کہ موت کے بعد بھی ان کا چہرہ ایسا روشن نظر آ رہا تھا ، دنیا نے دیکھا اللہ اپنے نیک بندوں کو عزت دیتا ہے اور دنیا ہی میں دکھا دیتا ہے۔''

حضرت مولانا برہان الدین صاحب استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تعزیتی تقریر

حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ کے چند اہم اوصاف

''حضرت اقدسؒ کا سب سے بہترین وصف وہ تھا جس کا تذکرہ حدیث پاک میں آیا ہے شَابٌّ نَشَاءَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، (قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے سات آدمی ہوں گے ان میں ایک وہ نوجوان بھی ہوگا جس کی پرورش جس کا نشونما اور جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں ڈھلی ہو) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کو بچپن ہی میں نسبت حاصل ہوگئی تھی، اور جوانی ہی میں حضرت اقدس تھانویؒ نے آپ کو خلافت دے دی تھی۔

ہم نے سیکڑوں ہزاروں کو دیکھا لیکن ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا ایک منٹ بھی ضائع نہ ہوتا ہو اور جو ہر وقت کام میں لگا رہے، جس کا ایک ایک لمحہ کام میں گذرے، وقت کو پورے طور پر وصول کرے، اگر مذاق بھی ہے تو اس میں بھی کوئی علمی نکتہ یا کوئی اصلاحی پہلو ہے، ہر وقت ہر کام میں، ہر بات میں سنت کا اہتمام، مجھے ایسا کہیں اور نظر نہیں آیا، اور تربیت کا انداز اتنا آسان کہ اس کے مطابق عمل کرنا بغیر کسی دشواری کے سب کے لئے ممکن اور قابل عمل، روزانہ ایک منٹ میں ایک دین کی بات ایک سنت بتلا دی جائے جس کو کرنا ہے، اور ایک گناہ بتلا دیا جائے جس سے بچنا ہے، ایک ایک منٹ میں اگر روزانہ ایک سنت سیکھی جائے تو سال بھر میں کتنی سنتیں معلوم ہو جائیں گی، ۳۶۰ سنتوں کا علم بغیر کسی محنت و مشقت کے ہو جائے گا۔

سمجھانے کا انداز اتنا آسان کہ ہر شخص اس کو بالکل آسانی سے سمجھ لے، اعمال صالحہ

کی اہمیت کو بتلاتے ہوئے فرمایا کہ **لا الــه الا اللّٰــه** توجنت کا ٹکٹ ہے، اگر آپ ٹرین کا ٹکٹ لے لیں تو صرف ٹکٹ سے کام نہیں چلے گا بلکہ اس کے لئے خود محنت بھی کرنی ہوگی ٹکٹ سے تو آپ کو صرف گاڑی پر سوار ہونے کا استحقاق ہوگیا لیکن سفر میں راحت آپ کو کیسے ملے گی، اس کے لئے آپ کو خود سامان سفر تیار کرنا ہوگا، چل کر گاڑی میں بیٹھنا ہوگا اسی طرح **لا اله الا الله** جنت کا ٹکٹ ہے کہ اس کے ذریعہ جنت کا استحقاق ہوجائے گا لیکن اس کے لئے سامان سفر تیار کرنا ضروری ہوگا وہاں تک پہنچنے کے لئے بھی کچھ کرنا ہوگا اس کے لئے خود محنت کرنا ہوگی اور وہ محنت وتیاری اعمال صالحہ ہیں۔

حضرت کی ایک خاص خوبی یہ تھی کہ ہر کام ہر بات میں اتباع سنت کی ترغیب دیتے تھے۔ نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص بات یہ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف کا کام تو بہت ہورہا ہے لیکن منکرات پر نکیر والا کام نہیں ہورہا ہے، منکرات کی تغییر اور اس کی اصلاح کا رواج نہیں، حضرت اقدس کو دیکھا کہ وہ کسی منکر کو گوارہ نہ فرماتے تھے گو وہ منکر کبیرہ کے درجہ کا نہ ہو تب بھی حضرت اس پر نکیر فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ مسلم پرسنل لا کے ایک اجلاس میں دیکھا کہ ایک صاحب فوٹو لینے کھڑے ہوگئے حضرت نے دیکھا تو حضرت کو برداشت نہیں ہوا، فوراً کھڑے ہوگئے اور نکیر فرمائی، ایسے جوش میں کھڑے ہوگئے جیسے شیر غصہ میں آجاتا ہے گرجتا ہے، برداشت نہیں کرتا، انبیاء کی شان یہی ہوتی تھی کہ وہ منکر کو برداشت نہیں کرتے تھے، اور ان کی یہ اضطراری کیفیت ہوتی تھی، آپ بالکل نبی کے نقش قدم پر تھے آپ کی یہ ناراضگی بھی اللہ واسطے ہوتی تھی''۔

حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہٗ العالی

ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تقریر

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کی سب سے بڑی فکر

سب سے اخیر میں حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی (ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے تعزیتی خطاب میں فرمایا!

''حدیث پاک میں آیا ہے اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ (اپنے مردوں کے محاسن اوران کی اچھائیوں کا تذکرہ کرو) یہ اسی لئے تاکہ ان کی زندگی سے عبرت ہو اوران کے کارناموں کی نقل کی جاسکے، اصل چیز یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے یہ آزمائش وامتحان کے لئے ہے انسان کے اندر اللہ نے ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ دوسروں کے اعمال کو دیکھتا ہے تو اس سے سبق لیتا ہے برائیوں سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ ایسے بندے پیدا کرتا رہتا ہے جو دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اور جب ایسی شخصیت اٹھ جاتی ہے تو بہت بڑا خلا ہوتا ہے اور دنیا سوچتی ہے کہ اب کس کو نمونہ بناؤں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ مجدد وقت کہلاتے ہیں، انہوں نے اپنے مواعظ و تصانیف اور ملفوظات سے جوامت کو فائدہ پہنچایا ہے اور ایسے شاگرد تیار کئے ہیں جن سے براعظم برصغیر میں لاکھوں کو فائدہ ہوا اور لاکھوں کی تربیت ہوئی، محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب آپ کے خلفاء میں آخری شخص تھے، آپ نے ان کے اتنے اوصاف اور جو خوبیاں اور محاسن سنے اس سے آپ کو ان کی اہمیت کا اندازہ ہوا ہوگا۔

اصل میں ایک تو ہوتی ہے انفرادی زندگی جس کا فائدہ خود اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور ایک زندگی وہ ہوتی ہے جس کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سنت رسول کا اتباع خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، اتباع سنت کا جذبہ ان کے اندر اس قدر تھا کہ اس کے خلاف وہ برداشت نہیں کر پاتے تھے، وہ سنت کی تلقین فرماتے تھے اگر اس پر عمل نہ ہو تو تلقین کے ساتھ نکیر فرماتے تھے، جوش آجاتا تھا وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ شریعت کے خلاف کوئی کام ہو۔

ان کی بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ ان کا ایک منٹ بھی ضائع نہ ہوتا تھا وہ جہاں بھی اور جس حال میں بھی ہوتے اور ان کو موقع مل جاتا تو اپنی بات کہتے تھے، حضور پاک ﷺ کا بھی یہی حال تھا کہ آپ اپنی ذات کے لئے غصہ نہ ہوتے تھے لیکن دین کے خلاف جب کوئی بات ہوتی تو آپ کو غصہ آتا تھا۔

سنت کی اہمیت

آپ ہر کام میں اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے، اور دین میں اصل چیز اتباع سنت ہی ہے اسی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت جو دنیا کے حالات ہیں وہ سنت سے برگشتہ کرنے کے حالات ہیں، اس لئے ان حالات میں خاص طور پر اتباع سنت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، اس کی اہمیت کی ضرورت ہے۔ آدمی جب ہمت کرتا ہے اللہ نصرت کرتا ہے۔ حدیث پاک میں اموات کے محاسن کو بیان کرنے کا حکم اسی لئے ہے کہ اس کی نقل کی جائے، یہ باتیں نقل کرنے اور اتباع کرنے کی اور اپنے اندر جمانے اور بٹھانے کی ہیں، آدمی کے اندر جتنی بھی ہمت ہو اس کے مطابق کام کرے، یہ اصل فائدہ ہے اموات کے محاسن بیان کرنے کا۔

آپ میں سے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ہم لوگوں کی دعوت پر حضرت یہاں تشریف لاتے تھے شفقت فرماتے تھے، انشراح کے ساتھ بات فرماتے تھے، اس سے بڑا فائدہ ہوتا تھا۔ ان باتوں کو اپنی زندگی میں پیوست کرنے کی ضرورت ہے۔ بزرگوں میں

صرف حضرت والا ہی کی ذات رہ گئی تھی۔ اللہ نے ان کو اپنے پاس بلالیا وہ جو ہم کو سکھا گئے اور بتا کر گئے اس کو نقل کرنے اپنانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی میں کامیابی ہے اس کے خلاف کرنے میں نقصان اور ناکامی ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

ان کے انتقال پر اتنے بڑے مجمع کا ہونا یہ ان کی مقبولیت ومحبوبیت کی علامت ہے ان کی شان وہ تھی جن کے بارے میں آیا ہے یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃ • فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ.

(ترجمہ: اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا)۔

(بیان القرآن)

منظوم تعزیت نامہ

بر وفات حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ

از شاعر کامل جناب کامل چاٹگی صاحب مدظلہٗ العالی

انجمن میں سب سے پہلے ہم کریں حمد خدا
بعد اس کے لب پہ جاری ہو ثناء مصطفیٰ

سنتے ہیں شہر کراچی میں خبر یہ دل خراش
کچھ نہ پوچھو فرطِ غم سے ہوگیا دل پاش پاش

یوم سہ شنبہ مئی کی سترہ قبل عشاء
ہوگیا دنیا سے رخصت رہبر راہ صفا

جب سنا دنیا سے رخصت ہوگیا جان کرم
ٹوٹ کر گرتا ہے دل پر اس گھڑی کوہ الم

ہوگئی تاریک دنیا چھاگئے غم کے سحاب
بن گیا فرطِ الم سے دل سراپا اضطراب

زندگی میں آگیا کیسا اچانک انقلاب
ہوگیا آنکھوں سے اوجھل وہ درخشاں آفتاب

حیف صحن گلستاں کا بانکپن جاتارہا
رہ گیا خالی چمن جان چمن جاتا رہا

کشتی ہے منجدھار میں سنتے ہیں ساحل دور ہے
کارواں ساکت کھڑا ہے ناخدا مستور ہے

ہے اندھیرا ہی اندھیرا آج تاحدِ نظر
کچھ نہیں آتا سمجھ میں جائیں تو جائیں کدھر

آج محفل کس قدر بے کیف ہے بے نور ہے
کیا سنائیں شعر جانِ انجمن مستور ہے

پیر ومرشد کی جدائی کس قدر ہے دل پہ شاق
کیاکریں مجبور ہیں دنیا ہے یہ دارالفراق

بدلا بدلا سا نظر آتا ہے گلشن کا نظام
کیا ہوئی صبح درخشاں کیا ہوئی رنگین شام

شاخ وگل برگ وشجر دیوارودر ہیں سوگوار
مسجد ومحراب ومنبر سب کے سب ہیں اشکبار

ڈھونڈھتی پھرتی ہیں آنکھیں آج اس کو چار سو
چھپ گیا جانے کہاں وہ آج میرا ماہرو

شیخ کامل غوث دوراں ، منبع لطف وکرم
حضرت اشرف کا نائب نائب شاہِ امم

مونس وہمدرد وغمخوار وشفیق ومہرباں
ہوگیا دنیا سے رخصت حیف اپنا قدرداں

اپنا سورج بعد مغرب حیف ہوتا ہے غروب
رات کی تاریکیوں میں کھوگئے سارے قلوب

ایسا مونس ایسا مشفق اور ایسا غمگسار
اب کہاں پائیں گے ہم جانِ سکوں جانِ قرار

زینت قرآن پر اور عظمت قرآن پر
رہتی تھی معروف اور مجہول پر ہردم نظر

عین سنت کے مطابق ہوں نمازیں سب ادا
آپ کی کوشش یہی ہوتی تھی بس صبح ومسا

اک مجدد کی خلافت کا ہو جس پر اختتام
سوچنے کی بات ہے کیا ہوگا پھر اس کا مقام

میکدہ میں دیکھتے ہیں اے خدا کیا آج ہم
مے کے بدلے پی رہے ہیں آج میکش اشک غم

مے نہیں میکش نہیں یا جام وپیمانہ نہیں
سب تو ہیں موجود اک ساقیِ میخانہ نہیں

ہوگیا زیر زمیں سے عرش تک اس کا عیاں
نور لیکن ہے زمیں سے عرش تک اس کا عیاں
بعد رحلت نور سنت رخ پہ تھا اس کے نثار
اور بلائیں رحمت حق لے رہی تھیں بار بار
وقت پیری آگیا تھا لوٹ کر ایسا شباب
فصل گل میں مسکرائے جیسے گلشن میں گلاب
سرور عالم کی سنت سے تھا اس کو اتنا پیار
اپنی پوری زندگی کو کردیا اس پر نثار
مرچکی تھیں سنتیں جتنی انہیں زندہ کیا
از سرنو ایک اک سنت کو تابندہ کیا
آیا تھا دنیا میں وہ احیائے سنت کے لئے
حق نے بھیجا تھا اسے کارنبوت کے لئے
کام پورا کر کے سب دنیا سے رخصت ہوگیا
تھک چکا تھا سائیہ رحمت میں جاکر سوگیا
گھر کے ہر خوردوکلاں کو کر عطا صبر جمیل
راہِ سنت پر چلا ان سب کو اے رب جلیل
جتنے ہیں اہل تعلق صبر کر سب کو عطا
نقش پائے شاہِ ہردوئی پہ ہم سب کو چلا
محترم بھائی کلیم اللہ صاحب یقیں
آپ کو حضرت نے خود اپنا بنایا جانشیں
کررہا ہے اہل محفل سے یہ کامل التجا
آپ کے حق میں کریں سب استقامت کی دعا
دعوت الحق کے مدارس جتنے بھی ہیں اے خدا
تو حفاظت ان کی فرما اور ترقی کر عطا

تمت

اس کے بعد انشاء اللہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب کے علمی و عملی کمالات اور اصلاح وتربیت میں ان کا خصوصی انداز اور دین کے ہر شعبہ خصوصاً مدارس وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ کی اصلاحات وہدایات اور ضروری تنبیہات اور آپ کے سبق آموز معمولات تفصیل کے ساتھ ذکر کئے جائیں گے کیونکہ اصل مقصود بزرگوں کی سوانح مرتب کرنے سے یہی ہے، تاکہ لوگوں کو اس کے مطابق عمل کرنے میں آسانی ہو اور وہ گمراہی سے بچ سکیں۔ اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے اخلاص سے لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حسن خوبی سے اس کو انجام تک پہنچائے۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاد حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر

دعوت الحق کی اہمیت وافادیت

تعارف، مقاصد، لائحہ عمل

از افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

و

محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی
استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ